

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و ننگار  
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

# کلیدِ مثنوی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

24

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر  
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض  
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی  
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت  
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و آداب رکھ کر مضامین کو حل  
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ  
ملتان

احیاء اہل القیامۃ اشرفیہ

سلسلہ معارف اشرافیہ جلد نمبر ۲۵

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

# کلیدِ منشوی

جلد ۲۲

لاز حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ



ناشر

ادارۃ تالیفات اشرافیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان



پرسیدن بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندین غم و شادی چاق  
بادشاہ کا ایاز سے قصداً مصافحت کرنا کہ رنج اندیش کی اس تند باہیں تو پہل  
و یوشین کہ حماد دست پچمیگونی تا ایاز را در سخن درآرد  
اور یوشین سے جو کہ بے مدح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہلائے  
سوال سلطان ازو  
اور بادشاہ کا اس سے دریافت کرنا

اے ایاز میں مہر ہا بڑھارتے  
اے ایاز! چہل سے اس تند مبتہیں  
ہیچو مجنوں از رُخ لیلیٰ خویش  
مجنوں کی طرح اپنی سیلی کے رُخ کو  
باد و کہنہ مہر جاں آئینختہ  
دہ پڑائی چہل سے وہاں کی محبت زبیر کرے؟  
چند گونی باد و کہنہ تو سخن  
تو دہ پڑائی چہل سے سخن نہیں کرے؟  
چوئے عرب بربع و اطلال آایاز  
اے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور نیلوں سے  
چارقت رُبع کد میں آصفیت  
قبر ہی چل کرے آصف کی منزل ہے؟  
ہیچو تر سا کو شمار دہ کاشش  
سیلی کی طرح ہر پادری کے سائے نہ کرتا ہے

تا بیا مز دیشش آں گناہ  
تاکہ پادری اس کو وہ گناہ بخش دے  
نیست اگر آں کشیش از جرم واد  
وہ پادری جرم اور اوصاف سے واقف نہیں  
دوستی دروہم صد یوسف تند  
مشق دروہم میں سیکڑوں یوسف بنایا ہے

چو ترسا نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے معاف  
کر دینے کو خدا کا صاف کر دینا کہتے ہیں کہ کشیش کشیش۔

یہاں سے سولانا نے محمود  
ایاز کا تمام قصہ دہلہ شہر  
کیلے۔ ایاز و اہل غری  
میں مارا رہنے پڑے چہل  
اور یوشین سے باہیں کتا تھا۔  
اے آجے ایاز محمود نے  
ایاز سے کہا کہ تو پہنچیں گا  
ماشق کیوں ہے؟ پھر چہل  
طرح ہنوں نے ملی کر اپنا  
دین و غیب بنایا تھا تو نے  
چہل کو بنایا ہے۔ دگر کہ  
یسی پڑائی چہل اندیشین  
چند گونی۔ ایاز اپنے چہل  
اور یوشین سے اپنی تربت  
اور بے کسی کے سابق واقعات  
دہرانا تھا۔

اے جوق عرب۔ عربی طہار  
اپنے اہل عربی مہر کی منزل  
اور ارض کے پڑاؤ کے نیلوں کا  
بہت ذکر کرتے ہیں۔ قلع  
موسم رُبع گذارنے کا مکان  
مطلقاً مکان۔ اطلال مطلق  
کی جگہ ہے۔ نمیلہ آصف  
ابن یوشا حضرت سلیمان  
کے دروہم تھے یہاں مطلقاً  
سر دار اور ہے یقیق عفت  
یوسف کی قیس سے حضرت  
یوسف بنایا ہوئے تھے۔

اے کشیش کشیش  
قیس نصرائی مالہ نیست  
نصرائی مالہ ہے کشیش کا  
علق ز صاف کرنے ہو گئی  
نصرائی مالش اور اعتقاد  
بہ سب کہیں سے کرنا ہو  
دستی مشق تہمت مابہر  
کے دروہم مشق میں حشر  
یوسف سے ستر کا مشق  
دکھانا ہے۔ آخر زیادہ  
جادوگر مورتے مشق ہو گئی  
کی رضی قصہ سامنے کرتا

یہاں سے آگیا

غلہ راز عاشق لہندہ  
 کے سینکڑوں رازوں کو  
 تصویر سے اس طرح بیان  
 کرتا ہے جیسے کوئی دستا  
 دوست سے بیان کرے۔  
 جسے نفس الامر میں کچھ بھی  
 نہیں ہے اور یہ عاشق کا  
 فرض تصویر سے سینکڑوں  
 سوال و جواب کرتا ہے۔  
 آنت بیٹی میری میری  
 نزار آنکھیں اگر کسی صورت  
 کا پتہ پوچھتا تو اس کی  
 قبر سے بتا دیتا ہے۔ حق  
 ان عاشق میں پتہ کون  
 اور تصدیق دیکھتا ہے  
 یہ بھی عشق کی جادوگر ہے۔  
 غلہ پتہ اور اس جادوگر  
 کی قبر سے پتہ کون دیتا  
 ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ  
 زور لگاتے ہیں کہ حق  
 یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ  
 انکو اس میں بھی اور قبر  
 اس طرح بتاتی ہے کہ  
 زندگی میں ہی کہہ سکتی ہیں کہ  
 لے آؤ اس کو اس جادوگر  
 صبر میں چند کے اندر  
 جوش فضا پڑتا ہے عشق  
 سوتا فرائی ہی اس عشق  
 کی کیفیت ہے جو کہہ سکتے  
 ہو وہ عشق کی آگ کہیں  
 فضا میں بھی ہوتی ہے  
 الاں کچھ ہی مدت میں  
 ہے وہاں آگ کہیں اس آگ  
 آگ سے جو ہوتی ہے آگ  
 وہ عشق کی حالت عشق کی جادو  
 کی جس عشق میں ہر آگ  
 عشق کی جادو کہیں آگ  
 سے مراد عشق ہے جو عشق  
 تک جہاں ہو اور عشق سے  
 منور حق تعالیٰ کی جانب

صورتیں پیدا کنند بر یاد او  
 وہ عشق، انکی اپنی صورت پیدا کرتا ہے  
 راز کوئی پیش صورت ہزار  
 تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے  
 نے بد انجام صورتوں نے سیکھے  
 نہ وہاں کوئی تصویر ہے نہ بت  
 آں چناں کہ مادر دل برودہ  
 جیسا کہ غمگین ماں  
 راز ہا گوید بحد واجتہاد  
 کو کشت اور موت ہے راز کہتی ہے  
 حق وقائم داند او آں خاک را  
 وہ بتاتی ہیں کہ زندہ اور قائم کہتی ہے  
 پیش او بر زرد آں خاک گور  
 اس کے نزدیک قبر کی جادوگر  
 مستمع داند بحد آں خاک را  
 وہ عاشق خود ہی اس میں کوئی داند کہتی ہے  
 آں چناں بر خاک گور تازہ او  
 وہ عشق کہ بتاتی ہے اس طرح  
 کہ بوقت زندگی ہر گز چناں  
 کہ زندگی کے وقت اس طرح کہیں بھی  
 از غز او چوں چند روزے بگذرد  
 جب سوگ کے چند روز گزر جائیں  
 عشق بر مرده نباشد پائدار  
 مرده سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے  
 بعد از ان اس گور خود خواہ پیش  
 اس کے بعد خود اس کی قبر سے پتہ کہتی ہے  
 لاکہ عشق افسون خود بر بود و رفت  
 کیونکہ عشق اپنا سحر لے گیا اور جس دن

جذب صورت آردت در کشتو  
 صحت کی کشتی تھے کشتی کا وہ کرتا ہے  
 آنچناں کہ یار گوید پیش یار  
 جس طرح دوست دوست کے سامنے بیان کرتا ہے  
 زادہ از فی صد آست صد بے  
 اس عشق سے سینکڑوں سوال جواب پیدا ہوتے ہیں  
 پیش گویند پتہ نو مرده  
 نئے مرے ہوئے پتہ کہہ کے سامنے  
 می نماید زندہ او را آں جہاد  
 وہ ہے روح اس کو زندہ نفس آتا ہے  
 خوش نگار اس عشق ساحر ناک را  
 اس جادوگر عشق پر غور کرے  
 گوش دارد ہوش دارد وقت شور  
 خور کے وقت کان رکھتا ہے ہوش رکھتا ہے  
 چشم دگوشے داند او خاشاک را  
 وہ بتاتی ہے کان اور اس جادوگر کہتی ہے  
 دمدم خوش می نہد با اشک رو  
 لہو کہ اشک آلودہ ہر مستندی سے کہتی ہے  
 روی نہاد است بر پور چو جاں  
 جان جیسے پتہ پر ہر نہ نہیں رکھا  
 آتش آں عشق او ساکن خود  
 اس کی جنت کی آگ شمع پڑتی ہے  
 عشق را بر حقی جاں افزای دل  
 زندہ جان جڑانے والے سے عشق کر  
 از جمادے ہم جمادی زایدش  
 اس جمادے سے جمادی پیدا ہوتی ہے  
 ماند خاستر چو آتش ز رفت تفت  
 جب آگ تیزی سے جلتی ہے، راکہ وہ کتن

آنچہ بیند آں جواں در آئند  
 جفا برک آئند میں دیکھتا ہے  
 پیر عشق تبت نے ریش پید  
 عشق تیرا پیر ہے نہ سفید ناظم  
 عشق صورتہا بسازد در فراق  
 عشق جسدانی میں تصویر بناتا ہے  
 کہ قسم آں اہل اہل ہوش تبت  
 کہ ہوش اندوت حاصل ہول میں ہیں  
 پردہ را این نماں برداشتم  
 اب میں نے پردے اٹھا دیے ہیں  
 زانکہ لب باکس من ریافتی  
 کیونکہ تو نے مجھے کسی کے ساتھ ہیبت مانا ہے  
 چوں ازیں شوخدیہ میں شد رفا  
 جب اس چاہنے سے میرا جذبہ رمان ہوا  
 مغفرت میخوار از جرم و خطا  
 وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے  
 چوں ز رنگ چشمہ جاری شود  
 چوں کسی چشمہ سے پھر پڑتا ہے  
 کس نخواہد بعد از ان آں را جگر  
 اس کے بعد اس کو کوئی چشمہ نہیں کہتا  
 کاسہا داں ایں صورتہا و اندرو  
 ان کھٹوں کو پیالے سمجھو اور ان میں

پیر اندر خشت بیند آں ہمہ  
 پیر اپنی پست میں ہر سب کچھ دیکھتا ہے  
 دستگیر صد ہزاراں نا امید  
 ہزاروں باپوں کا دستگیر ہے  
 تا منصور سر کند وقت تلاق  
 یہاں تک کہ وقت کے وقت تیرا نہ ہوتا ہے  
 بر صورتہا طعش حسن با بدست  
 صورتوں پر ہمارے ہی حسن کا عکس تھا  
 حسن رلبے واسطہ بفراشتم  
 میں نے حسن کو بے واسطہ بلو کر دیا ہے  
 قوت تجرید ز اقم یافتمی  
 اب، تو نے میری بات کو بجز کرنے کی قوت تکمیل  
 او کشش را می نہ بیند در میاں  
 وہ کشش کو در میان میں نہیں دیکھتا ہے  
 از پس آں پردہ از لطف خدا  
 خدا کی ہرانی سے اس پردے کے بعد  
 سنگ اندر چشمہ متواری شود  
 چشمہ چشمہ میں چھپ جاتا ہے  
 زانکہ جاری شد از ان سنگاں گہر  
 کیونکہ اس چشمہ سے وہ مورتی بہہ پڑا ہے  
 آنچہ حق ریز و بدل گیسر دلو  
 حق آسانی جو گانا ہوا اس سے نہ ہرگز نہ بدل گئی

وہ شخص ہے جس کو کھٹا تھا  
 کھٹا ہوا ہر گھر پر پہنچا تھا  
 خاکشن حق تیرم سے کہ  
 ابھڑانے میں کہ جس کو پیش  
 حاصل ہوا ہے اس کو کھٹا  
 علم ہر حال میں اس کے  
 کھٹ کی حالت ہر حال ہے  
 کہ ہے آئینہ جس کے ہر  
 صدمہ کو ہر گھر میں نظر آتا ہے  
 اس کو ہے کی اینٹ و پتھر  
 نظر آتا ہے۔  
 آئینہ تیرا چہ شرم ہے یہ کھٹا  
 آئینہ اس کی کھٹ کی ہے اس  
 کہ ہے مراد عشق ہے سفید  
 دلیں وہاں نہیں ہے عشق  
 عشق کی کھٹا نہیں ہے کہ  
 فرق کی حالت میں عشق کی کھٹا  
 دکھا ہے ہر وقت کے وقت  
 صاحب تیرا ہے آئینہ  
 آئینہ ایک صورتوں سے  
 پڑتا ہے ہر وقت کھٹا  
 حاصل ہوتا ہے کہ ہر جہت  
 ملے سرت خستائی تو بڑی  
 بیفتاں آئینہ میں ایک  
 رنگ کے حالت میں تیرا  
 کے اشارے سے تبت ہیں  
 پلے چکر ہمارے میں  
 کا حق وہ خدا اس نے  
 مشاہدہ کے بعد اس ہمت  
 پرمانی کا ہر گھر ہوتا ہے  
 چوں رنگے چھپ کوشش  
 کے عشق کے کی یہ حال ہے  
 کہیں چھپے چھپ جاتا  
 ہوتا ہے اندر ہر حال میں  
 توں ہوتا ہے تر ہوں  
 سے وہ کل ہوتا ہے اللہ  
 اب رنگ اس کی چھپ جاتا ہے  
 بلکہ اس کی چھپ جاتا ہے  
 کے کھٹا ہوتا ہے میں  
 ابتدائی صورت کے مشاہدہ کو  
 ہر گھر میں اس کی ہر گھر میں

کھٹا وہ ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اس میں اور صورتوں پر ہر گھر میں ہوتا ہے  
 کھٹا ہے اس میں کسی خط کے میں کھٹا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے  
 ہر حال میں کہ ہر گھر میں کھٹا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے  
 کھٹا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے  
 کھٹا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے  
 کھٹا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے  
 کھٹا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے  
 کھٹا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ہر گھر میں ہوتا ہے



## شرح

یہاں سے مولانا فقہ ایاز کی طرف پھر رجوع فرماتے ہیں جو کہ ربیع ثانی میں گذر چکا ہے اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے ایاز سے دریافت کیا کہ اے ایاز اتیری جوتیوں سے ایسی محبت! جیسے کہ کوئی معشوق پر عاشق ہوتا ہے کیوں ہے؟ اور اس کا سبب کیا ہے تو نے تو ان لیتروں کو یوں اپنا دین و مذہب بنالیا ہے جیسے محبوب نے رخ لیلیٰ کو۔ کہ تو نے ان سے بجان و دل محبت کر کے ان کو اپنے حجرہ میں لٹکا رکھا ہے۔ آخوندیہ بات کیا ہے۔ آخر تو ان پہلے لیتروں سے کب تک گفتگو کرتا رہے گا اور ایک بے حس و حرکت شے سے کب تک اپنے اسرار بیان کرتا رہے گا۔ جس طرح عرب منازل محبوب اور اسکی گھنڈوں سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔ تو اپنی عشق کی بنا پر ان سے گفتگو کو طول دیتا ہے تو بتلا تو ہری یہ تیرے لیترے کس با عظمت شخص کی یادگار ہیں اور تیرا یوسفین کس یوسف کا کرتہ ہے تیری حالت تو ایسی ہے جیسے کوئی نصرانی جو کہ اپنے پادری کے سامنے اپنے سال بھر کے گناہوں نہ نما، چوری اور دیگر نقصانات کو بیان کرتا ہو۔ تاکہ وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ وہ اسلئے کرتا ہے کہ وہ اس کی معافی کو خدا کی معافی سمجھتا ہے حالانکہ اسکو نہ اسکی نیکیوں کی خبر ہوتی ہے نہ بدلیوں کی۔ مگر عشق و اعتقاد بڑی بلائیں وہ اسکو عالم الغیب وغیرہ ظاہر کرتے ہیں اور اسکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اسکی سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اسکی معافی کا خواستگار ہو۔ بات یہ ہے کہ محبت عجیب چیز ہے کہ یہ ایک نہایت ہی مکروہ شے کو خیال میں سینکڑوں یوسفوں کے برابر حسین ظاہر کرتی ہے اور وہ ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے اور ان سے زیادہ اشیائے غیرِ اقصیٰ کو واقعہ کھلاتی ہے۔ محبت محبوب کے خیال میں تمہارے سامنے ایک صورت بنا دیتی ہے اور وہ صورت اپنی کشش سے تمہیں گویا کرتی ہے۔ بنا بریں تم اس صورت کے سامنے لاکھوں اسرار یوں بیان کرتے ہو جیسے عاشق اپنے معشوق کے سامنے کیا کرتا ہے حالانکہ نہ وہاں واقعہ میں کوئی صورت ہوتی ہے نہ جسم۔ اور اسکی تمہارے خیال میں سینکڑوں سوالات و جوابات پیدا ہوتے ہیں اور تم اسے واقعہ میں سائل اور محبت سمجھتے ہو۔ اور تم اسکی یوں سوال و جواب کرتے ہو جیسے کہ

ایک مادر شفقہ اپنے غریب مرے ہوئے بچے کی گور پر کیا کرتی ہے وہ وہاں جا کر اپنی پوری کوشش سے اسرار بیان کرتی ہے اور وہ بے حس حرکت شے اُسے زندہ معلوم ہوتی ہے اور وہ اس خاک کے حی قائم سمجھتی ہے۔ اب تم اس جادوگر عشق کی حالت کو غور سے دیکھو کہ یہ کیا جادو کرتا ہے اور کس طرح آدمی کی عقل کو معطل اور وہم کو غالب کرتا ہے۔ اس ماں کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ اس کی آہ و زاری کے وقت سامع اور فہم ہوتا ہے اور وہ واقع میں اس خاک کو سامع سمجھتی ہے اور اس خاشاک کو وہ ہمہ تن چشم و گوش جانتی ہے۔ بنا بریں وہ اپنے بچہ کی نئی قبر کی مٹی پر رو کر یوں متوجہ ہوتی ہے کہ اس شخص اس کی زندگی کی حالت میں اس کی طرف کبھی یوں توجہ نہ کی تھی۔ لیکن جب اس سانحہ کو کچھ دن ہو جاتے ہیں تو اس کے عشق کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور یہ شور و شر اور غلبہ خیال سب رونچھک ہو جاتا ہے۔

پس سے تم اس واقعہ سے سبق لو اور سمجھو کہ مردوں (خواہ حالاً مردے ہوں یا مائے) کا عشق قائم نہیں رہتا۔ پس سے تم ان سے دل لگناؤ اور اس کو لگناؤ جو آئندہ رہے گا۔ نہ صرف خود ہی زندہ رہے گا۔ بلکہ تمہارے اندر حیات بڑھائے گا۔ خیال یہ تو جملہ مترض تھا اب سمجھو! کہ جب اس سانحہ کو زیادہ دن ہو جاتے ہیں تو ماں پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور اس جاد سے اس میں جمادیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بے حس ہو جاتی ہے کیونکہ یہ شور و شر عشق کا اثر تھا۔ عشق اپنا کرشمہ دکھلا گیا اور چلتا ہوا۔ اور جب لگ جاتی رہے تو اب ٹھنڈی را کہہ رہ گئی۔

اب سمجھو! کہ جو ان (نا تجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (پیر و تجربہ کار) اس کو اسی وقت دیکھ لیتا ہے جبکہ آئینہ مکمل بھی نہیں ہوتا یعنی ناقصین تو عشق فانی کی برائی اس کے زوال کے بعد معلوم ہوئی مگر اہل کمال کو اس کا قیام کے وجود سے معلوم ہوتا ہے اور اس بنا پر وہ فانیات سے دل ہی نہیں لگاتے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے مناسب پیر اندر رشتہ بنیاد ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل پیر تو تمہارا عشق ہے جو کہ سینکڑوں نا امیدوں کی دستگیری کرتا اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچاتا ہے نہ کہ

سفید ڈاڑھی والا شخص - پس تم عشق حق سبحانہ اختیار کرو - یاد رکھو کہ عشق حقیقی کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک محبوب حقیقی تک رسائی نہیں ہوتی اس وقت تک تو وہ مطلوب حقیقی کو طالب کے سامنے مختلف صورتوں میں جلوہ گر کرتا ہے (جو کہ اس کے لئے ایسے ہوتے ہیں جیسے نصاریٰ کے لیے قیسین) یہاں تک کہ ایک وقت اس کو وصال ہوتا ہے اور مطلوب حقیقی جس کی صورتیں اس نے اپنے خیال میں تراش رکھی تھیں - اس کے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر ہوش اور بے ہوشی کی اصل الاصل میں ہوں - اور ان صورتوں میں جس قدر بھی حسن ہے وہ میرے ہی حسن کا پر تو ہے اب میں نے حجابات اٹھا دیئے ہیں اور تمہارے سامنے حسن کو بے پردہ جلوہ گر کر دیا ہے چونکہ تم میرے خیال میں اپنی خیالی صورتوں پر بہت کچھ عاشق رہ چکے ہو - اس لئے اب تمہارا عشق پختہ ہو گیا ہے اور میری ذات مجردہ کے مشاہدہ کی استعداد تم میں پیدا ہو گئی ہے -

لوا ب دیکھو! القصہ جب جذبہ حق سبحانہ اپنا کلم کرتا ہے تو پھر وہ اپنے صور خیالیہ کو جو کہ غیریت حق سبحانہ فی الواقع اور الوہیت فی الخیال میں بمنزلہ قیسین کے تھیں - درمیان سے اٹھ جاتی ہیں اور طالب ان کو درمیان میں نہیں دیکھتا اس وقت وہ رفیع حجابات کے بعد براہ راست حق سبحانہ سے اپنے جبرام کی معافی چاہتا ہے جیسا کہ اس کے قبل وہ ان صور خیالیہ کے چاہتا تھا جو کہ اس کے لیے بمنزلہ قیسین کے تھیں -

اب ہم ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں - تقریر شبہ یہ ہے کہ جب یہ عاشق قبل وصال صور غیر خدا کی پرستش کرتا تھا تو اس کو کوشش ہونا چاہیئے یہ تو شبہ تھا اب ہم جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کسی پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر اس میں مستور ہو جاتا ہے تو پھر اسے کوئی نہیں پتھر کہتا - بلکہ چشمہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی جاری ہو گیا ہے جس نے اسے چھپا لیا ہے - جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ یہ صور خیالیہ تو بمنزلہ میالے کے ہے - حق سبحانہ ان میں جس قدر اینا حسن ڈالتے ہیں اس کے ان کے



علم و تربیت حاصل ہوتا ہے اور اسی حُسن کی بنا پر وہ مطلوب ہوتے ہیں نہ کہ مَن حیث  
 صحتی اور اس حیثیت سے وہ غیر خدا نہیں ہیں۔

۱۰ فائدہ : اس پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ مشرکین کی طرف سے بھی یہی جواب دے سکتا  
 ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ جواب نہیں ہو سکتا وجہ اس کی یہ ہے  
 کہ اصل تو یہ ہے کہ ذات حقہ حقیقیہ کی پرستش کی جائے اور کسی ایسی شے کی پرستش  
 نہ ہو جس میں یہی وجہ بھی غیریت ہو اسی لیے حق سبحانہ نے پرستش اغیار کی ممانعت  
 فرمائی ہے۔ مگر حق سبحانہ کی صورت خیالیہ کے ناقصین کے لیے احتراز نامکن تھا و لایکلف  
 اللہ نفسا الا وسعها۔ بنا بریں اس شخص اپنے صور خیالیہ کے پرستش کو اپنی پرستش قرار  
 دیا اور ان کو معذور سمجھا۔ اور بتوں و ظہروں کی پرستش سے اجتناب ممکن تھا ایسے ان  
 کی پرستش کی ممانعت حلیٰ حالبا باقی رہی اور عبودۃ اصنام کو معذور نہ قرار دیا واللہ اعلم

گفتن خویشا ونداں مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ لیست،  
 رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے زیادہ نہیں ہے ہاتھ  
 چنداں نیست از وفقر تر در شہر را ایسا رست یکے و دو و وہ  
 غیبہ میں ہیں سے بہت بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس  
 بز تو عرضہ کنیم اختیار کن و مارا و خود را و اراں و جواب  
 تیرے سامنے پیش کر دے ہیں تو ان میں سے پسند کر لے اور میں اور بچے کہہ کہ بات ہے  
 گفتن مجنوں ایشاں را  
 اداں کا مجنوں کو جواب دینا

معنی

مجنوں کی پس منظر سے ہیں  
 ہیں بھانا ہے کہ ہر ظہر  
 کے حُسن کے اعتبار سے ہم  
 اور دس اختیار کرتے ہیں۔  
 اراں ہمیں خودوں کے ہیں  
 کوہت کرنی شروع کر دیا  
 کہا کہ یہ معمولی حُسن ہے تو  
 اس پر اس قدر فخر نہ کریں  
 سہل معمول۔

۱۱ فائدہ : اس پر اگر یہ شبہ  
 فائدہ ناماز اور حُسن میں ہے  
 بہت بڑھ جاتے ہیں۔

حُسنِ لیلیٰ نیست چنداں رست  
 لیلیٰ کا حُسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے  
 ہست مجنوں ماہ اندر شہر را  
 ہمارے شہر میں ماہ اندر ہے ہیں  
 ہست بگزین ز اں ہم کیا رست  
 مجنوں میں اُن میں سے ہم کو پسند کر لے

اب کہاں گفتند مجنوں را ز بھل  
 یہ کہتے تھے نادانی سے مجنوں سے کہا  
 بہتر از دے صد ہزاراں دل را  
 اس سے زیادہ مینا لاکھ عشق  
 نازش تر و ہزاراں حور و ش  
 ہزاروں حوروں سے اس سے زیادہ ناز و آمادہ

واکوں۔ تو دیکھو کہ شہرہ  
 قبیلہ کی دیکھو کہ شہرہ  
 کی دیکھو کہ شہرہ  
 بنا کر دیکھو کہ شہرہ  
 لے کر دیکھو کہ شہرہ  
 والے دیکھو کہ شہرہ  
 اپنی طرف سے دیکھو کہ شہرہ  
 لے کر دیکھو کہ شہرہ  
 سر کر دیکھو کہ شہرہ  
 اس کے عشق کی غفلت  
 حاصل نہ ہو۔ اذیکے۔ یہ  
 محبت قدرت میں ہے  
 کہ قدرت ایک ہی پار سے  
 کسی کو نہ اور کسی کو نہ  
 پائی ہے۔ کونہ ہم کو کو  
 صرف محبت اور کونہ فکر  
 آتا ہے جو کہ ہماری نظر  
 سمجھ نہیں ہیں جس ہنر  
 نظر نہیں آ رہی ہے.....  
 قاصدات الطرف۔ عشق کوئی  
 کے بارے میں نہ کہہ سکتے  
 بیوقوف قاصدات الطرف  
 اور دیکھو کہ خود غفلت  
 فی الختام یعنی وہ کوئی  
 جو کہ ہر دیکھو کہ کسی دوسرے  
 کی طرف دیکھو کہ کسی دوسرے  
 ہیں یہی حال عشق کہ ہے  
 ان کی طرف سے تو فرما ہے غفلت  
 یعنی صاحب اہل  
 لے کر دیکھو کہ شہرہ  
 عورتیں محبت کے اندر دیکھو کہ  
 بہر حال دیکھو کہ شہرہ  
 لے کر دیکھو کہ شہرہ  
 محبت کے ہیں ہر ہر  
 ان اشارات کا دیکھو کہ  
 ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے  
 شہرہ ہے کسی کے اعتبار سے  
 شہرہ ہے دیکھو کہ شہرہ  
 حیات ہے اور لے کر شہرہ  
 کا شہرہ ہے۔ تو دیکھو کہ شہرہ  
 شہرہ کے لئے دیکھو کہ شہرہ

وارہاں خود را و مارا نیز ہم  
 اپنے آپ کو اندر میں ہی حیات ہے  
 گفت صورت کو زہ آدھن ہے  
 اس کے ہر صورت دیکھو کہ شہرہ  
 مر سمارا سرکہ دادا ز کوزہ اش  
 اس کے پیالے سے قیس سر کر دیا ہے  
 انیکے کوزہ دہد زہر و غسل  
 ایک ہی پیالے سے زہر اور شہرہ  
 کوزہ می بینی و لیکن اس شراب  
 تو پیا لے دیکھو کہ شہرہ  
 قاصدات الطرف باشند ذوق جا  
 طبیعت کا ذوق نظر کر دیکھو کہ شہرہ  
 قاصدات الطرف باشند آں مقام  
 وہ شراب نظر کر دیکھو کہ شہرہ  
 ہست دریا خیمہ در فی حیات  
 دریا ایک خیمہ ہے اس میں زندگی ہے  
 زہر باشند مارا ہم قوت و برگ  
 زہر سانپ کی روزی میں ہے اور مار دیکھو کہ شہرہ  
 صورت ہر نعمت و محنت  
 ہر نعمت اور محنت کی صورت  
 لبس ہمہ اجسام ایشا تبصروں  
 جس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھو کہ شہرہ  
 ہست ہر جسم جو کاسہ و کوزہ  
 ہر جسم پیالے اور کوزے کی طرح ہے  
 کاسہ پیدا اندر و پنہاں رنڈ  
 پیالے کا ہر جسم کسی چیز میں پوشیدہ ہے  
 صورت یوسف چو جامے بود خو  
 حضرت یوسف کی صورت ایک جامہ ہر جسم

از جنیں سودای زشت متہم  
 ایسے بڑے شہرہ عشق سے  
 مے خدام میدہ از ظرف و  
 مجھے اس کے پیالے سے خدا شہرہ دیکھو کہ شہرہ  
 تا نباشد عشق اوتاں گوش کش  
 تاکہ اس کا عشق نہار سے کان نہ کہنے  
 ہر کیے را دست حق عزوجل  
 اللہ تعالیٰ کا ہر ایک کو عطا کرتا ہے  
 روی نماید چشم ناصواب  
 غلط آنکھ کی جہر نہیں دیکھو کہ شہرہ  
 جو تبصم خویش نناید نشان  
 اپنے اہل کے سوا جہر نہیں دیکھو کہ شہرہ  
 دیں حجاب ظرف ہا پنچوں نیام  
 اور یہ پیالوں کا ہر دیکھو کہ شہرہ  
 بطرا لیکن کاناں رامات  
 بغیر کسی لیکن کوزوں کی موت ہے  
 غیر اور از ہر اور دست مرگ  
 اس کے غیر کے لئے اس کا ہر دیکھو کہ شہرہ  
 ہست اس را در رخ آرا جنتے  
 اس کے لئے در رخ ہے انکے لئے جنت ہے  
 اندر و قوت مست سم لہبھ کوون  
 ان کے اندر روزی ہے اور ہر دیکھو کہ شہرہ  
 اندر و ہم قوت و ہم دل سوزہ  
 اس میں روزی میں ہے اور دل کا ہر دیکھو کہ شہرہ  
 طامش داند کز اس چہ می خورد  
 اس کا کالے والا ہاں ہے کہ اس کے کیا کالے  
 ناں پدری خورد صد باوہ طرو  
 باپ اس کے بیٹے کا کالے شہرہ دیکھو کہ شہرہ  
 زہر چھا ہر جسم کو جس میں دیکھو کہ شہرہ  
 ہر جسم کی صورت دیکھو کہ شہرہ

ہر جسم کی صورت دیکھو کہ شہرہ

باز اخواں را از ازل زہر آب بُود  
 بحر بمانیوں کے لئے جس میں زہر ملا پانی تھا  
 باز اُدوے مَرزِ لیخا را شکر  
 پھر اس میں سے زلیخا کے لئے شکر  
 غیر اک چہ بُود مَرِ یعقوب را  
 اس کے سوا جو حضرت یعقوب کے لئے تھی  
 گونہ گونہ مشربت و کوزہ یکے  
 طرح طرح کی شرابیوں اور پیالہ ایک ہے  
 بادہ از غیبت و کوزہ زینِ جاں  
 شراب غیب کی ہے ادبِ پیالہ جس جاں کا ہے  
 بس نہاں از دیدہ نامحرماں  
 نامحرمان کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے  
 یا اللہی سکرَتِ ابصارِنا  
 اے میرے خدا ہماری بینائیاں مدہوش کر دین  
 یَلْحَقِیْنا قَدْ مَلَأْتَ الْحَقِیقِینَ  
 اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو بھر کر دیا  
 اَنْتَ سِرٌّ کاشِفُ اسرارِنا  
 تو راز ہے، ہمارے سچیدوں کو کھولنے والا ہے  
 یا خَفِیِّ الذَّاتِ مَحْسُوسِ الْعِطَّارِ  
 اے عمن ذات والے، محسوس عطر والے  
 اَنْتَ کَالِیَنْجِرِ وَنَحْنُ کَالِالْعَبَّارِ  
 تو ہمارا کی طرح، ادھم کی طرح ہیں  
 تو ہماری پاچو باغ بن و خوش  
 تو موسمِ بہار ہے ہم سب مراد بخشش کی طرح ہیں  
 تو چو جالے ما شالِ دَسْتِ وِپا  
 تو ہمارا کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں  
 تو چو عقلِ ما شالِ ایں زباں  
 تو عقل کی طرح ہے، ہمیں زبان بھی ہیں  
 تو ما شالِ شادی و ما خندہ اَیکم  
 تو ہمارا شادی و ما خندہ ایک

کاندرا لیاں زہر کی سفیر بُود  
 جو ان کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا  
 می کشید از عشق افیونِ کر  
 عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی  
 بُود از یوسف غذا کُلِ خوب را  
 اس جینہ کے لئے یوسف میں سے غذا تھی  
 تا نہ اندر دے غیبت شکے  
 تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شگ ہے  
 کوزہ پیدا بادہ در دے بس نہاں  
 پیالہ ظاہر ہے اس میں شراب بہت تھی ہے  
 لیک بر محرم ہویدا و عیاں  
 لیکن محرم پر ظاہر اور مکمل ہوئی ہے  
 فَاعْفُ عَنَّا اَنْفَلْتَ اَوْ زَارُنَا  
 ہمیں صاف کر جاوے دگاہ تک، جو ہماری سرنگی ہیں  
 قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُورِ الشَّمْسِ قَیْنِ  
 تو وہ نورِ مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے  
 اَنْتَ فِیْ مَفْجِرٍ اَنْهَارِنا  
 تو صبح کا سفیر ہے ہماری نہروں کو ماری کر دینا  
 اَنْتَ کَالْمَاءِ وَنَحْنُ کَالرُّحَا  
 تو پانی کی طرح، ادھم ہیں ہمیں کی طرح ہیں  
 یَحْتَفِیْ الزَّیْجُ وَغَدَاؤُنا جِہارِ  
 ہوا پوشیدہ رہتی ہے ادھم اس کا غانا ظاہر ہے  
 اَوْ نِہاں و اَشکارا نَحْشِشْ  
 وہ پوشیدہ اور اس کی عکس مکمل ہوئی ہے  
 قَبْضِ وَبَطْ دَسْتِ از جاں کُلا  
 ہاتھ کا بند ہونا اور نکلتا، جاں سے مکمل ہونا  
 ایں زباں ز عقل دار و ایں ہیاں  
 ایں زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے  
 کہ نتیجہ شادی و فرخندہ اَیکم  
 کہ نتیجہ شادی و فرخندہ ایک

لے آؤ ہر زلفا کو ہر ہفت  
 سے شربتِ دل میں شربتِ دل  
 عاقبتی جو حضرت یعقوب  
 نے لے، عاقبت یعنی زینہ  
 گونہ ایک پیالے سے عکس  
 قسم کی شرابیوں میں حاصل ہوئی  
 ہیں تاکہ جس شراب کے لئے ہیں  
 کوئی خبر نہ ہے۔  
 لے بس نہاں پیالہ ہر  
 نامحرمان سے پوشیدہ ہے۔  
 شکر تِ مِلّتِ کریم ہیں  
 میں ہمارے نکاح میں سچ نام  
 نہیں کر رہی ہیں، انھیں ساز  
 بند کر دے، بنائی اُتار  
 و زو کی میں ہے، اور جو گناہ  
 یا کھینچا، حضرت حق تعالیٰ  
 کی ذات تھی ہے لیکن کھینچا  
 کو مٹا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ  
 مشرق و مغرب، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ  
 میں ہاتھوں کے نالے کی  
 مشرق اور گرمیوں کے نالے  
 کی مشرق۔  
 لے آؤ اے خاتم  
 عقلِ ابدان ہے لیکن ہمارے  
 راز ہے سچے ہوتے نہیں  
 ہیں۔ اَنْتَ لَیْسَ فَرَسِ کَا  
 سفید، پانی کی طرح نہاں۔  
 ہیں لیکن، غیری غبار۔ تو  
 ہمارے، باغ کی ہوا و جوا  
 موسمِ بہار کی وجہ ہے۔  
 اور جہاں۔ اس کے حدیث میں  
 آیا ہے لَکُنْ اَنْیَ لَکُنْ کُلَا  
 عکس لکھو، توئی ذابہ، اشر کی  
 کی نصیب میں غور کیا کرو  
 کی نہت میں غور کیا کرو۔  
 فرج تھے جس طرح جانِ ادھ  
 شے تھی لیکن اُدھ اللہ کے  
 لئے وہ فرج ہے جس صحت  
 فرج حق تعالیٰ اور کائنات کی ہے  
 لے آؤ عقلِ زبان کو عقل  
 کوئی بات ہے، عقلِ زبان جس



طرح منکراٹ خوش کا تیر  
 ہے اسی طرح ہم سب حضرت  
 حق تبار کی شوق کے غلام ہیں۔  
 جیجی ہماری حاکمات حضرت  
 حق تبار کے درود کی گواہ ہیں۔  
 گردش پنجنگی کے پٹ کی  
 حرکت ہر کے پانی کے درود  
 کی گواہ ہے۔ انہیں خاندان گواہ۔  
 لکھ اتے برہن حضرت حق  
 تبار کی ذات و ہم دنیا میں  
 سے اہ تر ہے پڑا اکی کوئی  
 شال اس کے مطابق نہیں ہو  
 بتدہ شامیں دینے کی مجوری  
 ہے کہ بندہ محض تصور پر  
 صبر نہیں کرتا ہے بلکہ دعا  
 چاہتا ہے۔ آج حق تبار  
 کے لئے شالوں کی بھی حقیقت  
 ہے جس طرح گوارے لے رہی  
 کی ذات کی تیر کی تیر شیش۔  
 ہیں۔ چاک۔ پتیل۔  
 لکھ کس بڑوش۔ اس کو دینے  
 کی میرات اگرچہ غلام تھیں  
 لیکن اشراف نے سے اس کا  
 عشق ہے شال تبار عشق ہی  
 کے عشق کا تمام ماہر ہوا تھا  
 اور جان ہی متیز چیز جس کے  
 غیر کا تبار ہی ہوتی تھی چو کہ  
 عشق کا اثر اس کے دل پر تھا  
 تیرے مرف کاں پہ ہے۔

قزوئی کی طرح ہے ادم ہنس ہی  
 جنبش ماہر دے خود اشد ہمت  
 ہمدی حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے  
 گردش سنگ سیار اضطراب  
 پناہ پگ کے پھر کی گردش ہے قزاقی میں  
 اے بڑوں از دم قال قیل من  
 اے وہ! جو کہ میرے دم اور بات چیت ابھر  
 بندہ شکیبہ تصویر خوش  
 تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے  
 ہمچو اک چوپان کہ میگھے خفا  
 اس لکڑی کے کی طرح جو کہ لٹا تھا اسے خدا!  
 تاشیش جویم من از پیر اہنت  
 تازہ تیرے کہڑوں میں سے پیریں پاؤں  
 کس نبوش در ہوا عشق جفت  
 محبت اور عشق میں کوئی اس بیسان تھا  
 عشق اوخر گاہ ہر گردل زردہ  
 اس کے عشق لے آسان پر غم نہ کاڑ دیتا  
 چونکہ بحر عشق یزداں جوش زد  
 جب اطر تبار کے عشق کے سندر نہ جوش دیا

کو کہ ہم سب ایک خوشی کا تیر ہی  
 کو گواہ ذوالجلال سرمدت  
 کو کہ ہم سب رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے  
 اشد آمد برد وجود جوی آب  
 نہر کے پانی پر بڑا گواہ ہی  
 خاک برفرق من و تمشیل من  
 میری سر کی ہلک اور شال دینے پر خاک  
 ہر دے گوید کہ جانم مفرشت  
 ہر کو کہتا ہے کہ میرے ہی جان تیرا فرشتہ ہے  
 پیش چوپان محبت خود بیا  
 اپنے عاشق کو دے کے سامنے آج  
 چارقت دوزم ہوسم دانست  
 تیر چپس سی دوں تیرا لہجہ چوں  
 لیک قاصر بود از تسبیح و گفت  
 تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ رہا  
 جاں سنگ خراگاہ آں چوپان شہ  
 جان اس کو دینے کے خبر نہ سکتا ہی تھی  
 بردل اورد ترا بر گوش زد  
 اس کے دل سے نکلا۔ تیرے کان سے نکلا!

# شرح

اب مولانا کا سہاواً امین صور الخ کی مناسبت سے مجنوں  
 کا قصہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ احمقوں نے اپنی قہمت  
 سے مجنوں سے کہا کہ لیلیٰ کا حسن تو اس قدر نہیں ہے کہ اس کے لیے آدمی یوں دیوانہ ہو  
 جائے وہ تو بہت معمولی ہے اس کے بہتر ہمارے یہاں سینکڑوں معشوق ہیں جو کہ حسن میں  
 چاند کے مثل ہیں اور اس کے زیادہ نازنین ہزاروں حور و شہسوار ہیں تو ان میں سے کسی کو  
 چھانٹ لے اور اس بے ہودہ جنوں سے جو بدنامی کا باعث ہے اپنے کو بھی بھٹ

مے اور عین بھی اسٹی جواب دیا کہ صاحبو سنو: صورت ایک پیالہ ہے اور حُسن شراب  
خدا مجھے اسی کے پیالہ سے شراب پلاتا ہے اور مجھے اسی کے حُسن سے لذت ملتی ہے  
تم کو اس کے حُسن سے لذت حاصل نہیں ہوتی۔ اسلئے یوں کہا جائے گا کہ تمہیں  
خدا اس پیالہ سے بجائے شراب کے سرکہ پلاتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ اس کا عشق تمہارے  
کان پکڑ کر اس کی طرف نہیں لے جاتا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ بڑے کامل القدرت ہیں وہ اپنی قدرت کاملہ  
سے مختلف لوگوں کو ایک ہی پیالہ سے شراب بھی پلاتے ہیں۔ اور سرکہ بھی یعنی کئی  
مخلوقات میں تجلیات حق کا مشاہدہ کر پاتے اور کوئی اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتا چنانچہ  
تم پیالہ تو دیکھتے ہو مگر شراب حسن الہی تمہاری غلط بی آکھ سے مخفی ہے اور اُسے  
دکھائی نہیں دیتی۔ اسلئے تمہیں ان سے لطف روحانی حاصل نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ لطف روحانی ان حوروں کے مشابہ ہے جو کہ اپنی نظر صرف  
اپنے شوہر تک محدود رکھتی ہیں اور اجنبی آدمی پر نظر نہیں ڈالتیں۔ بنا بریں وہ  
اپنے اہل کے سوا دوسرے کو اپنا پتہ نہیں دیتا۔ نیز شراب حُسن الہی بمنزلہ الہی  
حوروں کے ہے جو کہ اپنی نظر کو صرف شوہروں تک محدود رکھتی ہیں۔ اور ظروف  
صور اس کے لیے بمنزلہ خیموں کے ہیں۔

بنا بریں نا اہلوں کی اس شراب تک رسائی نہیں ہوتی اور خیمہ ہائے صور  
دریا کے مشابہ ہیں جو کہ بطون کے لیے موجب حیات ہوتا ہے اور کو دن کے لیے  
موت۔ اسلئے صور محسوسات اہل اللہ کے لیے حیات روحانی ہیں اور محسوسات کے لیے  
موت روحانی کا سبب ہیں۔ اور یہ کچھ بعینہ نہیں۔ دیکھو: دہر سانپ کے لیے غذا  
اور سامان عیش ہوتا ہے مگر دوسروں کے لیے موجب تکلیف و موت ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا ہر نعمت اور ہر تکلیف کسی کے لیے دوزخ اور موجب اذیت ہے  
اور کسی کے لیے جنت اور موجب راحت۔ القصہ تم جس قدر اجسام یا  
اشیاء دیکھتے ہو۔ ان میں غذا بھی ہے اور نہر بھی۔ مگر تمہیں ان میں دو چیزیں

نظر نہیں آئیں۔

اب ہم اس مضمون کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! ہر جسم بمنزلہ ایک پیالہ اور کے ہے۔ جس میں غذا بھی ہے اور اذیت قلبی بھی اور کاسہ تو ظاہر ہے۔ مگر شراب یا نعمت و عیزہ اس میں پوشیدہ ہے جس کو ہر ایک نہیں دیکھ سکتا جو اس کو کھاتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں کیا ہے اور وہ کیا کھا رہا ہے پس جوان سے لذت حاصل کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں لذت ہے اور جو اس سے تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس میں اذیت ہے چنانچہ صورت یوسف علیہ السلام ایک عمدہ پیالہ کے مثل تھی پس ان کے باپ تو اس سے یکڑوں مست کن شراب میں پیتے تھے۔ اب بھائیوں کی حالت سنو۔ بھائیوں کو اس زہریلا پانی ملتا تھا جو کہ ان کے اندر زہر کہینہ بڑھاتا تھا۔

اچھا اب زلیخا کی حالت سنو۔ زلیخا کو اس پیالہ سے شکر ملتی تھی۔ اور وہ اس کے عشق سے ایک اور ہی ایون کھاتی تھی اور اس اس کے اندر ایک اور ہی نشہ پیدا ہوتا تھا جو کہ اس نشہ کے مناز تھا جو اس سے یعقوب علیہ السلام کو حاصل ہوتا تھا (کیونکہ زلیخا کا عشق شہوانی تھا برخلاف یعقوب علیہ السلام کے) اور یوسف علیہ السلام سے اس کو بھی ایک طرح کی غذا ملتی تھی۔ (گو وہ اس غذا کے مناز تھی جوان سے یعقوب علیہ السلام کو ملتی تھی) پس کوزہ ایک تھا مگر اس کے مختلف لوگوں کو مختلف شربت ملتے تھے۔ اب تم کو شراب پینے کے بارہ میں شک رہنا چاہیے اور تم کو خیال نہ کرنا چاہیے کہ اس کے آثار کیونکر مختلف ہو سکتے ہیں۔

القصلہ کوزہ تو ناسوتی ہیں مگر ان میں شراب غیبی بھری ہوئی ہے اور کوزہ محسوس ہیں۔ مگر شراب ان میں نہایت مخفی ہے۔ یعنی نامحرموں کے آنکھوں سے مخفی ہے لیکن محرموں کے لیے نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ بنا بریں وہ بے تکلف ان میں تجلیات حق سبحانہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری آنکھیں کست اور بے ہوش ہو گئیں ہیں کہ اسے تیرے جمال کا مشاہدہ نہیں



کر سکتیں پسے ہیں محاف کر دے ہمارے گناہوں کا بوجھ بہت ہو گیا ہے تاکہ یہ نئے دور  
 ہو کر ہم کو تیرے جمال کا مشاہدہ نصیب ہو سکے اے خفی الذات! تو نے اپنے نور سے مشرق  
 و مغرب کو پُر کر دیا ہے اور تو ظہور میں نور مشرقین سے بھی بڑھ گیا ہے تو ذات کے لحاظ سے پوشیدہ  
 ہے مگر ہمارے اسرار کو ظاہر کر نیوالا ہے اور تو آثار کے لحاظ سے صبح روشن ہے اور ہر جا  
 خشک نہروں کو اپنے کمالات کے آب جاری کر نیوالا ہے اے خفی الذات! اور محسوس العطار تو مثل  
 پانی کے ہے اور ہم مثل چچی کے پاؤں کے ہیں اور تو مثل ہوا کے ہے اور ہم بمنزلہ غبار کے ہیں  
 کیونکہ ہوا مخفی ہوتی ہے مگر اس کا عطا ظاہر ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جو کہ ہم مثل غبار کے ہیں ظاہر ہیں۔  
 اور تو جو کہ مثل ہوا کے ہے مخفی ہے۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ بہار کے ہے اور ہم بمنزلہ  
 سرسبز اور شاداب باغ کے۔ کیونکہ بہار غیہ ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی۔  
 عطا ظاہر۔ یوں ہی تو مخفی ہے اور ہم جو کہ تیرے عطا ہیں ظاہر ہیں۔ یا یوں کہو کہ  
 تو بمنزلہ جان کے ہے اور ہم مثل ہاتھ پاؤں کے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں کا کھٹنا اور ان  
 کا بند ہونا روح کے ہی سبب ہوتا ہے یوں ہی ہماری حرکات بھی تیرے ہی رعبہ  
 سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ عقل کے ہے اور ہم مثل زبان کے اس لئے کہ زبان  
 کو گویائی عقل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی ہمارے آثار بھی تیرے ہی رعبہ  
 سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ خوشی کے ہے اور ہم بمنزلہ ہنسنے کے۔ کیونکہ جس طرح۔۔  
 ہنسی سے معلول ہوتی ہے خوشی کا۔ یوں ہی ہم تیرے معلول ہیں اور ہماری حرکات  
 ہر وقت بزبان حال اِشہد کہتی ہیں کیونکہ وہ گواہ ہیں ایک صاحب عظمت  
 خدا کے وجود وغیرہ کے جس طرح کہ چچی کے پتھر کی مضطربانہ حرکات شاہد  
 ہوتی ہے وجود جوئے آب کی۔

یہاں تک بیان کر کے مولانا کو سکھ سے صحو ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اے  
 میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اے اللہ! تو تو میرے دہم اور میری گفتگو کے احاطہ سے  
 بالاتر ہے۔ میرے سر پر اور میرے مثالوں کے سر پر خاک پڑے۔ گناہیں اور  
 میری مثالیں اور کجا تو۔۔ مگر اے اللہ! غلام سے تیرے عمدہ تصور کے بغیر

صبر نہیں ہو سکتا۔ وہ تو ہر وقت یہی کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو جس طرح وہ چوپاں کہتا تھا کہ اے اللہ! اپنے عاشق چوپاں کے پاس آ۔ تاکہ میں تیرے گرتہ میں جوئیں دیکھوں اور تیرے جوتے سینوں۔ اور تیرا دامن چوموں اور گینگو اس کی بنا پر عشق و محبت تھی نہ کہ بغرض تو ہیں و تنقیص۔ یوں ہی میں بھی جو عشق محبت میں اپنے حوصلہ کے مطابق تیری تصویر کھینچتا ہوں تو معاف کرنا۔ یہاں سے خطاب کا رُخ بدلتے اور فرماتے ہیں کہ عشق و محبت میں کوئی شخص اس چوپاں کا ہمسر نہ تھا۔ مگر بے چارہ تبیخ تقدیس اور گفتار مناسب ذات پاک سے قاصر تھا اس کی عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑا تھا اور وہ چوپاں بارگاہ حق سبحانہ کا یوں ہی مقرب ہو گیا تھا۔ جیسے کتا امراء کے خیموں کا مقرب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ فی نفسہ ایک ذلیل جانہ ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو جو کچھ وہ چوپاں کہتا تھا اس کا منشا بھی عشق حق سبحانہ تھا اور جو تبیخ تقدیس تم کہتے ہو۔ اس کا منشا بھی عشق الہی ہی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جب بحر عشق حق سبحانہ جو رش زن بھڑا تو اس کی اس کے دل پر اثر کیا اور تمہارے کانوں پر اثر کیا بنا بریں وہ وہی الفاظ کہتا تھا جو اس کی دل سے بے ساختہ اور بے تکلف اور جو عشق محبت نکلتے تھے اور تم وہ الفاظ کہتے ہو۔ جو تمہارے کانوں کو بھلی معلوم ہوں۔ دل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے پس چونکہ اُس کی تعریف دل سے تھی اور تمہاری زبان سے اس لئے وہ مقرب ہوا۔ اور تم دور رہے۔

حکایت جوئی کہ چادر پوشیدہ در و عظمیاں نہاں نشست

جوئی کا تقدیر کہ چادر پوشیدہ در و عظمیاں نہاں نشست اور حرکت کر دینے اور البشاخت کہ مروست و نعرہ بزدل نے ایسی حرکت کی کہ ایک مرست نے اس کو پہچان لیا کہ مرز ہے اور اس نے نمودار

واعظ بدلس گزیدہ دریاں زیر منبر جمع مردان و زناں ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا (اگلے) خبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

حکایت۔ اس حکایت سے سمجھا ہے کہ دل پر افکندہ دوسرے حضور پر افسوس بہت جفا فرم ہے جوئی ایک فصاحت ہے جس کی طرف بہت پریشان تھے سب سے کسی کہ اردو ادیب ہیں تو دریا پانہ اور شیخ

زنت جو جی چادر ورو بند نہ

جی چادر چادر اور نقاب پہنا

سائے پر سید واعظ را برابر

ایک سوال کرنے والے نے کہتے ہیں واعظ نے کیا

گفت واعظ چوں خود عا دراز

واعظ نے کہا جب زیناب کے بال رُو ہا میں

یا بنورہ یا بستره بسترش

چرنے سے یا سترے سے اُن کو مڑھوے

گفت سائل اُس درازی تا چہ

سوال کرنے والے نے کہا کیا اس کو مدد

گفت چوں قدر جو گرد و بطول

اُس نے کہا اگر کج بستر رہے ہر جا میں

پیش جوی یک نے زب نہشت

جوی کے آئے ایک عورت بھی تھی

گفت جوی زو دلے خواہز ہیں

جوی نے کہا اے بہن! جلد دیکھو

بہر خشنودی حتی پیش آمدت

اشارہ اُٹھانے کی خوشنودی کہنے اُتھ بڑھا

دست زن در کرد در شلوار مرد

عدت سے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈال دیا

نعرۂ ز دست اندر حال زن

عورت نے فریاد ایک نعرہ مارا

صدق رازیں زن بیاموئیں

ہاں تم چٹائی میں عورت سے سیکھو

گفت نے بردل زو بردست

اُس جوی نے کہا دل پر نہیں ہاتھ پڑا ہے

بردل اُس ساحراں ز داند کے

اُن جادوگر کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا

در میان اُس زناں شد ناشتا

اُن عورتوں میں اُن جان ہر گیا

موی عانہ ہست نقصان نماز

زیناب کے بال نماز کے نقصان کا باعث بن گیا

پس کراہت باشد از و در نماز

قرآن سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

تا نمازت کامل یکدخوب خوش

تا کہ تیسری نماز جملہ اچھی عکس ہو

شرط باشد تا نماز اکمل بود

مناسب ہے تاکہ نماز عکس نہ ہو جائے

پس ستر زن فرض باشد اسول

لیے بھگڑنا مرنے کا ستر ہونا ہے

ہوش را بر وعظ واعظ بستہ بود

جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا

عانہ من گشتہ باشد این خنیں

میرے زیناب! بال ایسے ہونے چاہئے

کاں بمقدار کراہت آمدت

کدہ کراہت کی بھر ہو گئے ہیں!

کیہ او بردست زن آئیب کرد

اُس کے نایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

گفت اعظ بردش زد گفت

واعظ نے کہا میری بات نے اُنکے دل پر اثر کیا ہے

چونکہ بردل زو در گفت جنیں

جیک ایسی گفتگو نے اُنکے دل پر اثر کیا ہے

وئے گردل زوئے لیے بر خرد

اُنے گلہ کیا کہ اُن کا گردل بد اثر کرتا

شد عصا و دست ایشان را یکے

اُن کے لئے کلوی اور اچھیکساں ہی گیا

لے کر بنی تختہ

نقاب لکڑی کا بنی تختہ

کے بال تانہ یعنی جب زیر

ناب ہاں بڑھ جائیں تو نماز

میں کراہت آ جاتی ہے

چونا سترہ سترہ

درازی کستین کر دیکھو

بال کیس قدر بڑھ جانے سے

نماز گروہ ہوتی ہے

گفت واعظ

سوال بہت زیادہ سوال

کرنے والا پیش یعنی واعظ

کے وعظ کی جانب ہمدرد

تھی مگر

ایہا پر کا قائل ہے

مردوں میں ترجمہ جادو

ہے

گفت آئیب

واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا

اُس کے دل پر اثر ہے

لے اُس نے نعرہ مارا ہے

مصدق واعظ نے مردوں سے

کہا کہ تم بھی عورت سے

نصیحت حاصل کرو

گفت جوی نے کہا

دل پر نہیں ہاتھ پڑا

ہوا ہے

جوی کی طرف سے

جزلہ فوج کے جادوگر

کے مل پر اثر ہوا تھا

اچھیکساں کے لئے

ہاں کا کٹا

پیرا کس کوئی

اگر وہ دیکھ لے

قرآن کیس سے

چھ گیا کہ اُن

ہاں کے

پر ہوا تھا

کھانہ نہ کھیں جس وقت سفر  
 نے جاہلوں کے ساتھ  
 تھامے ہاتھ ان کو  
 نہروں کو تو انھوں نے جلا  
 میں کہا تھا کہ اختیار کوئی  
 لکھنا نہیں چلتا۔ باد  
 عروں نے کہا کہ میں معلوم  
 ہوتا ہے کہ اس نند کی سم  
 کی نہیں ہے بلکہ اس کی پر  
 اسے تنگ۔ حدیث غریب  
 ہے جس نے اپنی مقبوت  
 سمجھ لی تھی نے خدا کی پناہ  
 پا کر کھوئے۔ بچہ کے لئے  
 اعلیٰ اور سفلیٰ میں چاند  
 کے لئے وہ حق میں بچہ وال  
 ہن دل کہنے آتے ہن دل  
 اور سفلیٰ کی جگہیں۔  
 کھانہ ہرگز بھڑا نہیں جنت  
 میں بھان بچہ ہے کہ کھانہ  
 اگر وہ تاراجی اور دھبہ کی  
 دم سے ہر تو یہ چیز بیکری  
 کے ہیں ہن دل میں بیکری بیکری  
 میں مغل نام ہے اس لئے نہ  
 جاتے وقت وہ بکریوں کا پشیرا  
 میں آگے بڑھ کر۔ جانا نہ ہر  
 بلکہ ترش کرنے تو ہیں دلی  
 کا میں مذاق ڈرا یہ ہے تیرے  
 راجی علی آئی ہے اب تارو  
 انداز مناسب نہیں ہے راہ  
 سلوک اختیار کرو در و راجی  
 کی مذاق آئے گی۔ تاتاری  
 بھر تو خوشی کی طرح منتقل  
 کے لئے باغ کار نہایت باغ  
 پیست خوشی ہے مراد  
 عقلندی کی باتیں کرنا ہے۔

اس کی باتیں کرنا ہے کہ اس کی باتیں کرنا ہے کہ اس کی باتیں کرنا ہے

گزشتہ میرے درباری تو عصا  
 اگر تو کسی بتے کی لاشی ہن دل  
 نعرہ لاکھیر بگر دوں رسید  
 کوئی ہن دل نہیں ہن دل آسان پر پہنچتا  
 چوں بدالیتیم مالیں تن نہایم  
 چونکہ ہم جان گئے ہن دل جسم ہیو ہن  
 اے خنک آں را کذات خود شناس  
 قابلہ یاد کیا دے ہن دل نے ہن دل ات کی پناہ یا  
 کوہ کے گرد پئے جوز و مویز  
 بچہ میں اعراف اور سفلیٰ کے لئے رہا جو  
 پیش دل جوز و مویز آمد جسد  
 دل کے لئے جسم، اعراف اور سفلیٰ ہے  
 ہر کہ محبوبست او خود کو دیکست  
 جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے  
 گرد ریش و عایہ مردستے کے  
 اگر کوئی راجی اور غایہ کی وجہ سے نہ رہے  
 پیشوا ی بدلو آں بڑ شتاب  
 وہ بکرا بڑا پیشرو ہے، جسد  
 ریش شاد کردہ کہ من ساقم  
 راجی کو گھسیٹے ہوئے ہن دل میں راہنا ہن  
 ہیں ریش بگڑن ترک ریش کن  
 غیر راجی راجی کرنا اور راجی کو چھڑ  
 ریش خود را خند زائے کردہ  
 کرنے اپنی راجی کو مضحکہ بنایا ہے  
 ماشوی چوں بوی گل بر عاتق  
 تاکہ تو بھول کی خوشی کی طرح، ماشوں کیلئے بچہ  
 چیت بوی گل دم عقل خرز  
 ہن دل کی خوشی کیلئے، عقل اور ہن دل کی بات

پیش رنج کماں گروہ از دست بیا  
 وہ ہن دل نے زیادہ رنجیدہ ہو گیا کہ نہ ہن دل  
 ہیں بگر کجاں رجاں کنن کہید  
 ان کاٹ لے، جان جان کئی سے نہات راہن  
 از درای تن بیزواں میں سنیم  
 جسم کے سامنے نہا کے ذریعہ ہن دل ہے ہن  
 اندر امن سردی قصرے جستا  
 ہمیشہ کے اس میں اس نے محل غالب  
 پیش عاقل باشکال ہن دل ہن دل  
 عقلمند کے لئے وہ آسان جیسے ہے  
 طفل کے درویش مراد آمد  
 بچہ مردوں کی عقل کو کسب پہنچتا ہے  
 مراد آں باشکال بیزل ریشکست  
 مردہ ہے، جو شک سے باہر ہے  
 ہر ہن دل ریش و خفید اتے بے  
 تو ہن دل کے راجی اور غایہ ہے  
 میسر و اغنام را پیش قصاب  
 بکریوں کو قصاب کے آگے بھاتا ہے  
 ساقی لیکن بسوئے درد و غم  
 تو رہنا ہے، لیکن درد اندھ کی باب  
 ترک ایس ماومن و تشویش کن  
 اس مجبور و غم اور پریشانی کو ترک کر  
 ناز کم کن چونکہ ریش آوردہ  
 جبکہ تیرے راجی علی آئی ہے غم سے نہ کما  
 پیشوا و رہنمای گلستاں  
 باغ کا رہنما اور پیشوا  
 خوش قلاؤز رہ باغ آمد  
 جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنا ہے

## شرح

بر دل اوزد ترا بر گوش زد کی مشابہت سے مولانا ایک مذاقہ حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک نہایت عمدہ واعظ وعظ میں

مصرف تھا اور پٹر کے نیچے بہت سے مرد اور عورتیں بیٹھی تھیں اس مجمع میں جو جی (ایک مسخرہ کا نام ہے) بھی پہنچ گیا اسٹل اڑھٹا اڑھٹا لیا اور منہ کو چھپالیا۔ اس طرح زمانہ بھیس بدل کر عورتوں کے مجمع میں بیٹھ گیا اور کسی نے اسکو نہ پہچانا کہ یہ مرد ہے۔ اتفاقاً ایک سائل نے داعظ سے پوچھا کہ حضرت کیا موئے زیر ناف سے نماز میں نقصان آتا ہے اسٹل کہا ہاں! جب وہ بڑھ جائیں تو ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے ایسی حالت میں تم کو کیا تو چھپنے سے یا استرہ سے ان کو صاف کر دینا چاہیئے تاکہ تمہاری نماز کامل اور عمدہ ہو۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ حضرت اس درازی کی حد کیلئے جہاں تک نماز کامل ہو اور اس کے بعد مکروہ اسٹل جواب دیا کہ جب جو برابر ہو جائیں تو ان کا صاف کرنا ضروری ہو جائے اسٹل کم میں مضائقہ نہیں۔

یہ سوال وجواب شکر جو جی کو مسخرہ دین سوچا۔ اسٹل پاس ایک عمدت نہایت خوب صورت بیٹھی ہوئی تھی۔ جسٹل واعظ کو دنگ کر رکھا تھا۔ اور جس کی وجہ سے اسٹل سے وعظ بھی ٹھیک نہ کہا جاتا تھا اسٹل اس سے کہا کہ بہن ذرا دیکھنا میرے موئے زیر ناف تو اس قدر نہیں بڑھ گئے ہیں۔ خدا کے لئے ذرا ہاتھ بڑھا کر دیکھنا کہ کہیں میرے بال گر اہت کی حد تک تو نہیں پہنچ گئے اس عورت نے اس مرد کے پا جامہ میں ہاتھ ڈالا اور اس کا اعضا برتناسل اسٹل ہاتھ میں لگا اس پر اس نے چیخ ماری۔ واعظ نے سمجھا کہ اسٹل دل پر میسر وعظ سے چوٹ لگی ہے۔ اور کہا کہ لوگو غلو ص اس عورت سے سیکھو کہ میسر۔ بیان سے اس کے دل پر چوٹ لگی ہے اور تم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ جو جی نے کہا جناب! اسٹل دل پر چوٹ نہیں لگی بلکہ صرف ہاتھ میں ٹکر لگی ہے اس کا یہ اثر ہے اگر دل پر چوٹ لگتی تو خدا جانے کیا حال ہوتا۔ یہ مذاقہ حکایت بیان فرما کر پھر اپنے دنگ کی طرف عود کرتے ہیں اور مضمون سابق کی تکمیل فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

## شرح

ہم نے کہا تھا کہ عشق الہی نے چوہان کے دل پر اثر کیا ہے مگر تمہارے دل پر اثر نہیں کیا۔ یہ ایک اقصیٰ بات ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تم ہنوز تن پروری میں مشغول ہو۔ پس اگر تمہارے دل پر اثر ہوتا تو تمہارا یہ اشتغال ناممکن تھا۔ دیکھو۔ اس نے ساحرانِ فرعون کے دل پر فدا سا اثر کیا تھا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ لاٹھی اور ہاتھ پاؤں ان کے نزدیک برابر ہو گئے تھے۔ بلکہ یوں کہیں کہ ان کے ہاتھ پاؤں ان کی نظر میں لاٹھی سے کم وقت رکھتے تھے اس لئے کہ اگر تم کسی بڑے کے ہاتھ سے لاٹھی چھین لو۔ تو جس قدر اسے لاٹھی کا رنج ہو گا ان کو اپنے ہاتھ پاؤں کے کٹنے کا اتنا بھی رنج نہ تھا۔ چنانچہ جب فرعون نے انکو ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی ہے تو انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ اسلئے ہم کو کچھ بھی نقصان نہیں تو شوق سے کاٹ ڈال۔ کیونکہ اب ہماری جان فکرِ جسم سے چھوٹ گئی ہے جو کہ واقع میں جان کنی اور سخت موجبِ اذیت ہے اس لئے کہ اب ہم کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں بلکہ ہماری حقیقت روح ہے اور ہم بحکمِ الروح میں امرِ ربی بحکمِ قدرتِ الہی جیتے ہیں نہ کہ اس جسم کے ذریعہ ایسی حالت میں اگر جسم فنا ہو جائے تو ہم میں کچھ بھی کمی نہ آئے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے! بڑے مزہ میں اُس شخص کے جو اپنی حقیقت پہچان لے۔ اور اس طرح رنج و راحتِ دنیوی سے بے پروا ہو کر راحتِ روحانی حاصل کرے اور اس ہمیشہ رہنے والے محل میں گھر بنائے۔

صاحبو! دیکھو! جو زومیز کے لیے لونڈے رویا کرتے ہیں۔ اے اہلِ عقل سوہ انکی کچھ بھی وقعت نہیں کرتے پس جو حالتِ عقلا کے سامنے جو زومیز کی ہے وہی حالتِ اہلِ دل کے سامنے جسم کی ہے لہذا وہ جسم کو کوئی چیز بھی نہیں سمجھتے اور اسلئے رنج و راحت کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ مگر لونڈوں کو مردوں کے برابر سمجھ نہیں ہو سکتی اسلئے محجوبین اس پر مٹے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو! کہ جو کوئی محجوب ہے وہ لونڈا ہے۔ مرد وہ ہے جو عارف ہو اور حساب یقین! اور شک کی حد سے گزر چکا ہو۔ یہی بات کہ ان کی ڈاڑھی اور اعضا



تناسل ہے یہ ان کے مرد می اور کمال کی دلیل نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ڈاڑھی اور عصار  
 تناسل سے مرد (صاحب کمال) ہو سکتا تو ہر بکرے کی ڈاڑھی اور بڑے بڑے  
 خسیہ اور زکڑ ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ہر بکر مرد (صاحب کمال) ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں  
 ہے اور اس کو تم ہی مانتے ہو پس معلوم ہوا کہ مردی اور کمال ریش اور خسیوں وغیرہ  
 سے نہیں ہے بلکہ کمال اور ہی چیز ہے اس مقام پر یہی بتلادینا ضروری ہے کہ  
 بنے ہوئے پیروا قحی مرد (صاحب کمال) نہیں ہیں۔ بلکہ بکے یعنی شبیہ اہل اللہ ہیں  
 اور بکریوں یعنی اپنے مریدوں اور معتقدوں کو قصاب یعنی شیطان کی طرف لجاتے ہیں  
 یہ لوگ داڑھی میں کنگھی کر کے اور اپنی صورت اہل اللہ کی سی بنا کر دھو لے کرتے ہیں کہ  
 کہ ہم پیشوا ہیں اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ضرور پیشوا ہیں اور اپنی  
 بکریوں کو لئے جا رہے ہیں مگر سچ و تکلیف کی طرف نہ کہ راحت و آرام کی جانب!  
 ارے بھلے مانس! تو کیا ڈاڑھی بگھار رہا ہے۔ اسے چھوڑ! اور صحیح روش اختیار کر  
 اور تو خودی اور دعویٰ اور پریشانیوں کو چھوڑ کر فنا اور طمانینت حاصل کر۔ تو نے اپنی  
 ڈاڑھی کو اہل اللہ کا مضحکہ بنا رکھا ہے تو اس روش تصنع کو چھوڑ اور نازمت کر  
 کیونکہ تیرے ڈاڑھی آگئی ہے۔ اسلئے تو ناز کے قابل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے  
 کہ تو ناقص ہے اسلئے میثخت کے قابل نہیں ہے پس تو مخدومی کو چھوڑ کر خدمت  
 اہل اللہ اختیار کر۔ تاکہ تو عشاق کے لیے بمنزلہ بوئے گل کے ہو جائے اور باغ عالم  
 محبت کا حقیقی پیشوا اور رہنما بن جائے تو جانتا ہے کہ بوئے گل اور رہنمائے راہ  
 حقیقت کیا چیز ہے۔ یہ تیرے مشائخانہ صورت اور مکاری کی گفتگو نہیں ہے  
 بلکہ وہ کلام ہے جو عقل دہی سے ناشی ہو جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے پس تو اسے  
 حاصل کر۔ اور صورت اور تزویر... کو چھوڑ۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی وہ کلام باغ ابدی (عالم غیب یا علوم و معارف)  
 کا عجیب اور نہایت نفیس رہنما ہے

غلام زاد رہنا۔ اکتونہ لکھو۔  
 دین اٹھاسی ہے بڑی پائی۔  
 محمود نے ایاز سے کہا جو  
 کا از باں کہ اس کے ساتھ  
 تیری نیامندی کریں ہے۔  
 ۱۰۰۰ شکر غلام کا نام ہے۔  
 بیکانی خواب تاش۔ اے ایاز  
 تیرے غلام ہونے نے غلامی  
 کو متور کر دیا ہے جسرت۔  
 تیرے وجود سے آزاد ہو کر  
 غلامی کی حسرت کرتے گئے ہیں  
 جو کہ غلامی کو قتلے ایک  
 زندگی غایت کر دی ہے۔  
 ۱۰۰۰ غلام جس طرح ایاز  
 کی غلامی آزادوں کے لئے  
 اہم حسرت تھی وہی طرح  
 غلام وہ ہے جس کے ایاز  
 کو کچھ کا حسرت کرے  
 جیسا کہ حضرت بابزیدؒ  
 تھانے کہ اس کا ایسا نام ہو  
 جو غلام کی زبان کو نے سے  
 روکے جیسا کہ مرتق تھا۔

فرمودن شاہ باایاز بار دیگر کہ شرح چارق و پوستین را  
 بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپقل اور پوستین کی تشریح کو راجع طور پر بتا  
 آشکارا بلکہ متاخر و تاجہ تاشانت از اس اشارت پسند  
 تاکہ تیرے اس شکر کے اس اشارے سے نصبت حاصل کریں  
 گیزند کہ اَلَّذِينَ النَّصِيبَةُ  
 چپقل دین نصبت ہے

بڑی چارق را بیاں کن اے ایاز  
 اے ایاز ! چپقل کا راز بتا  
 تانیوشہ شکر و بیکارقت  
 تاکہ سفر اور تیرے ساتھ شش میں  
 اے ایاز از تو غلامی نو ریافت  
 اے ایاز ! تجھ سے غلامی نے فور حاصل کیا  
 حسرت آزاد گاں شد بندگی  
 غلامی آزادوں کے لئے اہم حسرت بنی  
 موئن اکل باشد کہ اندر جزر و مد  
 مومن وہ ہوتا ہے کہ جوار بھائے ہیں

پیش چارق چیت چیت چیت نیاز  
 چپقل کے سامنے تیری استغناء زندی کریں؟  
 بڑی بڑی پوستین و چارقت  
 تیرے پرستین اور چپقل کے راز کا راز  
 نورت از پستی ہوئی گروں مشت  
 تیرا ز پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا  
 بندگی را چوں تو دادی زندگی  
 بلکہ قتلے غلامی کو زندگی بخشی  
 کافر از ایمان او حسرت خورد  
 کافر اس کے ایمانی پر حسرت کھے

## شرح

اب پھر ہم قصہ ایاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ  
 نے کہا کہ اے ایاز تو ان جوتوں کے اسرار کو بیان کر دے اور بتلا دے  
 کہ کیا وجہ ہے کہ تو ان جوتوں کے سامنے اتنی عاجزی کرتا ہے تاکہ سفر اور تیرے خواجہ تاشا  
 تیرے پوستین اور چارق کے اسرار کو سن لیں۔ اور اسکی صبق حاصل کریں۔  
 (فائدہ: سفر ایک خاص غلام کا نام ہے) مگر یہاں مطلق غلام مراد ہے۔ اور  
 بمعنی خواجہ تاش ہے واللہ اعلم) آگے بادشاہ ایاز کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے  
 ایاز تو نے غلامی کو رونق دیدی۔ اور تیرا نور نیکائی زمین سے آسمان تک پہنچ گیا اور جبکہ  
 تو نے غلامی کے قالب میں روح پھونک دی ہے۔ تو اسکی غلامی کو یہ شرف حاصل ہوا  
 کہ احرا غلامی کی تمنا کرتے ہیں۔

حکایت گبرے کہ در عہد شیخ بایزید قدس سرہ گفتند  
 اُن کا کہ کافروں کو بایزید قہقہہ ہنسا کے زانے میں دوں گے اُس سے کہا  
 کہ مسلمان شو و جواب اُوایشان را  
 کہ مسلمان ہو جا اور اُس کا اُن کو جواب دینا

بُوَد گبرے در زمانِ بایزید  
 حضرت بایزید کے زانے میں ایک کافر تھا  
 کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری  
 اگر تو اسلام آئے تو کیا ہوتا  
 گفت ایسا کیا اگر بہت مرید  
 اُس نے کہا اسے مرید! اگر ایمان دے ہے  
 من ندارم طاقتاں تاباں  
 میں اُس کی طاقت اُنکے قوت نہیں رکھتا ہوں  
 گرچہ در ایمان و دین نام تو منم  
 اگرچہ میں مسلمانوں کا ایمان اور دین میں مقادیر نہیں  
 دارم ایماں کاں ز جملہ بزرگوار  
 میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اہم  
 مؤمن ایمان اُویم در نہاں  
 میں ہر مشید و طردہ والی کے ایمان کا مونس ہوں  
 باز ایمان خود گر ایمان شامت  
 پھر اگر ایمان تمہارا ایمان ہے  
 آنکہ صدائش سوی ایماں بُوَد  
 جس کو ایمان کی جانب سے نکلے ایمان ہوں  
 زانکہ نامے بیند و غیش نے  
 کیونکہ وہ صرف نام دیکھے ہوئے ایک حقیقت کو نہیں سمجھتا  
 چوں بایمان شمشاد اُو بنگرد  
 جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا  
 این حکایت یا دیگر اے تیز گوش  
 اُسے تیز گوش! اس حکایت کو یاد کرے

گفت اُو را یک مسلمان معید  
 اُس سے ایک نیک نعت مسلمان نے کہا  
 تا بیا بی صد نجات و سروری  
 تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرے  
 آنکہ دارد شیخ عالم بایزید  
 جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزید رکھتے ہیں  
 کاں فزوں آند کر کشمشا جاں  
 کیونکہ وہ جان کی کر کشمش سے بالاتر ہے  
 یک در ایمان اُو بس مؤمن  
 لیکن اُن کے ایمان کے واسطے میں میرا ایمان کر  
 بس لطیف و با فروغ و با فرست  
 بہت پاکیزہ اور با درون روشن و فکرت لایے  
 گرچہ فہم ہست محکم برداں  
 اگرچہ فہم ہے مگر پر سخت مزہ ہے  
 نے بدان میستم و لے اشتہاست  
 نہ اُنکے طرف میرا ہمارا ہے نہ خواہش ہے  
 چوں شمارا دید آں فزائشود  
 جب اُس نے تمہیں دیکھا وہ سخت بڑھپا  
 چوں بیاباں را مفاہزہ گفتے  
 جس طرح بیابان کو مفاہزہ کہہ دیتا ہے  
 عشق اُو را در ایماں بغیرد  
 اُس کا عشق ایمان لانے میں بغیر دے گا  
 صورتش بگذا رومنی را میوش  
 جس کی صورت کو چھوڑ اور مٹنی کو روشن کرے

لے گبر کا فر کہ کہتا ہوں  
 مسلمان نے اُس کا فر سے کہا  
 اگر تو مسلمان ہو جائے تو مجھے  
 نجات حاصل ہو جائے گی۔  
 گفت۔ اُس کا فر نے کہا کہ  
 اگر ایمان دے جتنا ہے جو بایزید  
 رکھتے ہیں تو مجھ میں اُس کی  
 طاقت نہیں ہے کیوں کہ وہ  
 انسان کی طاقت سے بالاتر  
 ہے۔ اگرچہ۔ اگرچہ میں اسلام  
 کے ایمان اور دین کا کافر  
 نہیں ہوں لیکن اُنکے ایمان  
 پر میرا ایمان ہے۔  
 لے دارم۔ اُس کا فر نے  
 مسلمان سے کہا کہ میرا نہیں  
 ہے کہ اُن بایزید سے  
 بڑھ کر کسی اور ایمان کے  
 ایمان پر ایمان ہے کیونکہ اُن  
 سے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔  
 باز۔ اسی ایمان سے مراد  
 تھا اور اُو ایمان ہے تو مجھے  
 ایسے ایمان کی خواہش ہو  
 نہ اُن کی طرف میرا ایمان ہو  
 اگرچہ تو فرمائیے میں ہوں جو کہ  
 اگر کسی کو ایمان کی خواہش  
 بھی ہو تو تمہیں دیکھ کر وہ  
 سخت بڑھپا ہے۔  
 لے تاکہ۔ ایسے کہ وہ  
 ایمان تو برائے نام ہے جس  
 کی کوئی حقیقت نہیں ہے  
 اور تو بیکس نام نہند کی خواہش  
 کا مصداق ہو۔ بیا ایمان نہیں  
 رہا جس جوت کی جگہ ہے لیکن  
 اُس کو کوئی مفاہزہ میں نہایا  
 کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔  
 جس شخص سے یہ بتا ہے کہ  
 جس شخص میں ایسے ہی کافر

ان کے ایمان سے ایمان نہیں ہوتا ہے

# حکایت اُس مُوذنِ زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد

اُس نقدی آواز والے مُوذن کی حکایت جس نے ناز کے لئے کفرستان میں اذان

## برای نماز و مرد کافر اور اہلریہ ہا داد

دی اور ایک کافر شخص نے اُس کی بہت سے تھپے دیئے

شب ہم شب میدرید کے خلقِ خود

دو پوری پوری رات اپنا حق بھارتا تھا

در صداعِ اقتلا از نے خاص نام

اُس کی وجہ سے عام و خاص دوسری جگہ تھے

مرد و زن ز آواز او اندر عذاب

مرد و عورت اُس کی آواز سے غلاب میں تھے

بہر دفع ز حمت تصدیق را

دوسرے اندر تصدیق کو رتب کرتے کیئے

اچھا دادند و گفتند لے فلاں

لغویان دوسرے اور انھوں نے کہا لے فلاں !

بس کرم کردی شب رونے کیا

لے جناب آجپے دن اور رات نماز کرم کیا

خواب بُت از انکوں ہم مدتے

اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند اڑتی ہے

در عوض ما ہمتے ہمراہ کن

اُس کے بدلے میں باطنی قرب فرمائیے

اچھ بستند شد رواں با قافلہ

اُس نے نقدی سے لے لی قافلہ کیساتھ رہا گیا

منزل اندر موضع کافرستان

کفرستان کے مقام پر ہزار

در میان کافرستان بانگ زد

کفرستان میں اذان دی

کہ خود جنگ و عداوت ہا دراز

ور نہ جنگ اور بھی دشمنیاں برپا ہو گئی

ایک مُوذن داشت بس آواز بد

ایک مُوذن کی بُری آواز تھی

خواب خوش بر مرداں کرہ حرام

اُس نے انسان پر خوش نیند حرام کر دی

کو دکان ترساں از دور جامِ خوا

بچے بیسویں میں اُس سے نہلتے تھے

مجمع گشتند مر تو زینع را

وہ لوگ چند جمع کر لے کیئے اگلے ہو گئے

پس طلب کردند او را در زل

انھوں نے اُس کو فرما طلب کیا

از اذانت جملہ آسودیم ما

ہم سب نے جبری اذان سے راحت پائی

چوں رسید از تو بہر یک دوتے

چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو رات بچ رہی ہو

بہر آسائش زباں کوتاہ کن

آسام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجئے

قافلہ می شد کعبہ از ولہ

شدت شوق کی وجہ سے ایک تالا کعبہ کو رہا ہوا

شبکہ کردند اہل کارواں

مسافر والوں نے رات کے وقت کیا

واں مُوذن عاشق آوازِ خود

اُس اپنی آواز کے عاشق مُوذن نے

چند گفتندش مگو بانگ نماز

بہت سے لوگوں نے اُس سے کہا ناز کی اذان بڑی

لے خلقِ خود چکر میں کا

بہت غرض امان پر عقیدہ تھا

رات میں غلابت اور ذکر

آواز جتنا کہ ہو کہ شوق

دوسرے جات غلاب سے ملے

کا ہزار تفریح چنندہ

تھپتے دوسری جگہ

کہا اچھ سکتے

لے ہمیں کچھ نہیں

طیلا کہا۔ رات میں شب

بیداری کی دولت غلاب

اب اس دولت کی خوشی میں

ہم رات بھر نہیں سکتے

جس روز کوئی جگہ نقدی

ہم تھے وہ ہے میں اُس

کے بدلے میں ہمارے

دل سے دھامیں کو رہا

لے ذکر شوق مشق

قافلہ میں ماہرین کا قافلہ

کافرستان وہاں کے

باغ سے سب کافر تھے

آگے زد اذان دی چند

گفتگو میں ساتھیوں نے

اُس کو کافرستان میں اذان

دینے سے روکا اور کہا کہ یہ ناز

دانی دیکھ کر کہے جیسا کہ

لیکن وہ نہ مانا اور اُس نے

اذان دینے کی۔



لے چلے یقین۔ جب تک  
یقین ہوگا تو ابھی سے  
کا چہرہ زور ہو گیا اور سہل  
لانے کا ارادہ نہیں ہو گیا۔  
باز رہا۔ جب میں کا دل  
اسلام سے برگشتہ ہو گیا تو میری  
صیبت ختم ہوئی اور اس وقت  
کہ نام سے سر کا شوق کی  
آواز سے مجھے میں ملتی تھی  
لیکن میں اس کے لئے تھی۔  
لایا ہوں۔

لے چلے بدیش۔ جب میں  
کا دل نے جس شوق کو دیکھا تو  
کہا کہ یہ تجھے لے لے تو سہل  
پناہ دینا اور سہل ہے۔  
تو سہل سہل سہل۔ مگر حال  
میں زیادہ مالدار نہیں ہوں  
وہ تیرا صف سونے سے بھر  
دیتا۔ بہت۔ اس کا دل  
اسلام کی رحمت دینے والے  
مسلمان سے کہا تھا ایمان  
جس شوق کی طرح انسانوں کو  
ایمان سے روکنے والا ہے۔

لے چلے۔ اس کا دل نے یہ  
میں کہا کہ بائیزید کے ایمان  
اور سہل کو دیکھو کہ مجھے بھی  
حسرت ہوتی ہے کہ ایمان  
مجھے کیوں سہل آیا۔ چہرہ میں  
کا فرک بائیزید کے ایمان پر  
ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ  
ایک حسرت تھی کہ مجھے  
نہیں کرتے کہ حسرت کی  
تھی اور مجھے تھی کہ اگر نہ تھی  
یہ ہے تو میرا ہاتھ ساتھ  
کہہ کہتے ہیں کہ ایک ہے۔ حال  
حسرت بائیزید کے ایمان کا حق  
الاکر دیا۔ حق ہے حال۔

لے چلے ایمان کی یہ  
دست تھی کہ اگر اس کا ایک  
قطرہ سہل میں گر جائے تو

چلے یقین گشت رخ اوزر وشد  
جب میں کہ یقین ہو گیا تھا اس کا چہرہ زور ہو گیا  
باز رہا۔ تم من ز نشویش عذاب  
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا  
راستم اس بود از آواز او  
مجھے اس کی آواز سے یہ راحت پہنچی  
چلے بدیش گفت اس بدیش  
جب میں نے شکوہ کیا کہ یہ بدیش کر لیجئے  
آپنجہ کردی با من از احسان بر  
آپنے جوا احسان اور بھلائی مجھ سے کی  
گر ہمال و ملک ثروت فرمے  
اگر میں مال اور سلطنت اور مالدار ہی نہ ہوتا  
ہست ایمان شہما زرق و مجاز  
تھارا ایمان مکر اور ہمارے

از مسلمان دل اوسر وشد  
مسلمان سے اس کا دل افسردہ ہو گیا  
دوش خوش حفتم دران بخونخ  
گذشت رات بغیر ذرہ کی امید خوب سوا  
ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو  
میں شکوہ میں تھا لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے!  
کہ مرا گشتی مجیر و دستگیر  
کیونکہ آپ میرے بھائی تھے والے اور دستگیر ہیں  
بندہ تو گشتہ ام من مستر  
میں ہمیشہ کے لئے آپ کا خادم ہو گیا ہوں  
من دہانت را پر از زر کرنے  
میں سونے سے آپ کا صف بھرتا  
راہزن ہچوں کہ آں بانگ نماز  
اسی طرح کا ذکر ہے جس طرح کہ وہ اذان

### رجوع بحکایت گبر با مسلمان را بیان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

چند حسرت در دل و جانم رسید  
میرے دل اور جان میں بہت سے حسرتیں آئی ہیں  
گفت آہ چیت اس مل فرید  
بولی، آہ کیسا ایک تڑ ہے  
بر کس ما میریند اس شوہراں  
تو یہ شوہر ہماری شہ سہلاہ پر گئے ہیں  
آفرینہا بر جنین شیر فرید  
ایسے کیسا شیر کو آفرین ہے

بحر اند قطره اش غرق شود  
میں کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے  
کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا  
کہ اس ذرہ میں جھلک نہاں ہو جائیں

لیکے از ایمان و صدق بائیزید  
لیکن بائیزید کے ایمان اور سہل سے  
ہچمو آں زن کو جماع خبر بدید  
اس عورت کی طرح جس نے مجھ سے کہتی تھی  
گر جماع این سبکاید از خراں  
اگر نہ تھی یہ ہے، جو مجھ سے کرتے ہیں  
داد جملہ داد ایمان بائیزید  
بائیزید نے ایمان کا پورا حق ادا کر لیا

قطرہ زایمانش در بحر آردود  
ان کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے  
ہچمو آتش ذرہ در بیشہ ہما  
جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جھلکوں میں



چوں خیالے در دل شہ با سپاہ  
 جیسا کہ ایک خیال شکر دالے بادشاہ کے دن یہ  
 ایک ستارہ در محمد زو نمود  
 ایک ستارہ ممتاز میں رونما ہوا  
 ایک ستارہ در محمد شہ سرب  
 ایک ستارہ ممتاز میں پھیلا  
 آنکہ ایسا یافت رفت اندر اہل  
 جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ اس میں بھی  
 کفر صرف اولیں بارے نہاند  
 اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ را  
 این بھیل آب روغن کر دینیت  
 یہ جو سیر سے پانی اتیل پانا ہے  
 ذرہ نبود جز ز چیز بنجم  
 ذرہ جو ہم بلے والی چیز کے قطعہ کہ نہیں ہے  
 گفتن ذرہ مراے داں خفی  
 ذرہ کہے کا مقصد ہر شہید سمجھو  
 آفتاب نیر ایمان شیخ  
 شیخ کے ایمان کا روشن سورہ  
 جملہ پستی گنج گیر دتاثرے  
 تمام پست حستہ ہائیں جس حقان خود بخائے  
 اویکے جاں دارد از نور منیر  
 وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جاں رکھتا ہے  
 اے عبا نیست اویا آل بگو  
 تعجب ہے! وہ ہے یا وہ ہے، بنا  
 گردے اینست ابراد چیت آں  
 اگر وہ ہے یا وہ ہے، وہ کیا ہے؟  
 دروئے آنست این بدن او دوست  
 ہر اگر وہ ہے تو اسے دوست ہے! یہ جان کیا ہے؟

میکند در جنگ خصماں راتباہ  
 جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے  
 تاخاستہ کفر ہر گروہ وجود  
 یہاں تک کہ ہر گروہ اور لشکر کا کفر فنا ہو گیا  
 تاخاستہ کفر حشر قی و غرب  
 یہاں تک کہ حشر قی و غرب کا سارا کفر فنا ہو گیا  
 کفر ہائے باقیان شد در گمان  
 بقیہ کا کفر شکوک ہو گیا  
 یا مسلمان و یا یمنی نہاند  
 یا مسلمان اور یا یمنی نہ تھا دیا  
 این شلہا کفو ذرہ نور نیست  
 یہ شلہا نور کے ذرے کی ہر نہیں ہیں  
 ذرہ بود شارق لا تقسیم  
 ذرہ روشن تقسیم ہونے والا نہیں ہوتا ہے  
 محرم دریا نہ این دم کفی  
 تو اس وقت دریا کا رازناں نہیں ہو کر رہا ہے  
 گر نماید رخ ز شرق جان شیخ  
 اگر شیخ کی جان کی مشرق سے نور نہا ہو جائے  
 جملہ بالا جلد گرد و اخضرے  
 تمام پانی مقدس سریز بخت بن جائے  
 اویکے تن دارد از خاک حقیر  
 وہ حقیر بنی ہو ایک جسم رکھتا ہے  
 کہ باندم در شکل و جہو  
 کیونکہ میں اس شکل اور جہو میں پڑ گیا ہوں  
 پر شدہ از نور او مفت آسمان  
 کہ جس کے ذرے ساتوں آسمان پر نہا ہیں  
 اے عجب نے بدن کد این سکتیت  
 اے تعجب! ان دونوں میں سے وہ کون بڑا ہے؟

سمند کو ڈوبے، تجوہاں  
 کے ایمان کا قطرہ سمند پر  
 طوطی عادی ہوتا ہے جس  
 طرح آگ کا ایک ذرہ جھلکا  
 پر عادی ہوتا ہے اور اسی  
 کو جلا کر آگ بنا دیتا ہے  
 جس طرح شاہ کا ایک صول  
 خیال دشمنوں میں جاتی ہے  
 دیتا ہے۔  
 لے ایک ستارہ اخضر وک  
 تاہر کے لئے خدائی تاہر کا  
 ایک ستارہ خدا ہوا جس  
 سے سب کافروں کا کفر فنا  
 ہو گیا، آخر سب کافروں کا  
 کفر اس طرح فنا ہوا کہ  
 تو مسلمان ہی ہوئے یا کفر  
 کے معاملہ میں مشکوک ہو گئے  
 اور خالص کفر اکلوت کیا  
 اگر مسلمان ہی نہ ہوئے تو حق  
 بن کر مسلمان نہ کا فر نہ گئے  
 اس بھیل ہونے یا نہ ہونے کے  
 جان کے ذرے کی خاصیت  
 دیکھیں، بعض عقلمند ہے  
 اور یہ ذرے کی سیر  
 شائیں نہیں ہیں، کتب روشن  
 کر دی، بیکر کر شش کر دے  
 لے حق شیخ کے نور کو دتہ  
 سے تغیر دیتی ہے بلکہ  
 ہی کہ تغیر مناسب نہیں ہے  
 بنجم جسم اختیار کر لیا تو کفر  
 روشن لا تقسیم صحت جو تقسیم  
 نہ ہوئے کفر تر جاگ ہے  
 حق روشن چوں زمین کایت  
 حق نوران بجائے اہل کلاہ  
 لے اے عجب! ایہ پڑا  
 ہیں کہ شیخ جسم کو کہیں باطن  
 کو ایت۔ شیخ انور جسم  
 ہے چیت آں۔ تو دروں کیا  
 ہے۔ آنست یعنی شیخ روح  
 ہے۔

حکایت آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گریب خورد  
 اس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت جی کھا گئی شوہر  
 شوہر گریب را بترازو بر کشید گریب نیم من برآمد گفت آ  
 نے جی کو ترازو میں رکھا، جی آدھا من نکلی شوہر نے اس سے  
 زن گوشت نیم من بود و افزوں اگر اس گوشت بست  
 کھائے بیوی گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو  
 گریب کو و اگر اس گریب بست گوشت کو  
 جی کہاں ہے اللہ اگر جی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بود مردے کد خدا اور اڑنے  
 ایک گھروالے مزدکی ایک بیوی تھی  
 ہر جہ آورے تلف کر دیش زن  
 وہ جو کچھ لاتا بیوی اسکو برباد کر دیتی  
 بہر مہاں گوشت آورد اخیل  
 وہ بال بچوں والا وہاں لے گئے گوشت لایا  
 زن بخوردش باشرایہ باکباب  
 بیوی نے اس کو شراب کباب کھاتہ کھایا  
 مرد گفتش گوشت کو مہاں سید  
 شوہر نے اس سے کہا گوشت کہاں ہی مہاں لایا  
 گفتن کہیں گونخورد اخیل گوشت  
 بیوی نے کہا جی وہ گوشت کھا گئی

گفت اے ایک ترازو را بنیاد  
 اس نے کہا، او فکر! ترازو  
 بر کشیدش بود گریب نیم من  
 اس نے اسکو تولا، جی آدھا من تھی  
 گوشت بدش اوقیہ افزوں از ہا  
 گوشت بجز اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا  
 گوشت نیمین بود و افزوں یک تیر  
 گوشت نصف من سے ایک استار بڑھا ہوا تھا  
 سخت طناز و پلید و زہنے  
 سخت مخمضے ادا اور نا پاک اور نیشری  
 مرد مضطر بود اندر تن دوان  
 شوہر چپ رہنے سے عاجز آگیا تھا  
 سوی خانہ باد و صد جہد طویل  
 گھر، دوسروں کی مشقوں کے ساتھ  
 مرد آمد گفت دفع ناصواب  
 شوہر آیا، اس نے اس کو غلط جواب دیا  
 پیش مہاں لوت می باید کشید  
 مہاں کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیے  
 گوشت دیگر خرگرت باید ترا  
 اگر تجھے چاہیے اور گوشت خرید لے

لے حکایت جس طرح شیخ  
 کے بارے میں چرائی ہے کہ اگر  
 وہ ہم سے توروں کو لکھا کہیں  
 اگر روح ہے تو جسم کو کیا  
 کہیں جس طرح اس شرم کو  
 جیانی تھی کہ ترازو میں جو تولا  
 ہے اگر وہ جی ہے تو گوشت  
 کہاں ہے اور اگر گوشت ہو  
 تو جی کہاں تھی۔  
 لے کہ خدا صاحب غلام  
 مرد میں شوہر چپ رہتے  
 رہتے عاجز آگیا تھا ناصواب  
 بال بچوں والے صد جہد ناصواب  
 غلط جواب دیا۔ عہد کھا۔  
 گفت زن بیوی نے شوہر کو  
 جواب دیا۔

لے ایک غلام سن، رو  
 وطن کا چرتا ہے وطن آدھیر  
 کہو تاپے تو من ایک بیوی  
 اور من آدھیر ہوا تھا  
 جیلاگر آدھیر۔ پالیس دسم  
 کا چرتا ہے اور ایک دسم  
 ساڑھے تین ماشے کا چرتا ہے۔  
 دیکھ آدھیر۔ تین آدھا من  
 شیر چلے مصرع کے تالیف  
 میں استار کے سن ہیں  
 استار ایک دسم دین کو  
 کہتے ہیں دوسرے مصرع ہیں  
 پرورشین کے سن ہیں۔

ایں اگر گریست پس اس گوشت کو  
 اگر یہ بتی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟  
 بایزید ایں بوداں روح چیت  
 بایزید اگر یہ ہے وہ روح کیا ہے؟  
 حیرت اندر حیرت لے یا مرن  
 لے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے  
 ہر دو او باشد ویک اے بیع و زرع  
 وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں  
 حکمت ایں ضد اربا ہم بے بست  
 مکتب (مذہب) نے ان دونوں کو باہمی باہد  
 روح بے قالب بتاند کار کرد  
 روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کر سکتی ہے  
 قالب کے جاں کم از خاکست دست  
 لے دست: بے روح جسم اتنے سے بھی کہے  
 قالب بے جاں نمی آید بکار  
 بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا  
 قالبیت پیدا و انجان پس نہاں  
 تیرا جسم ظاہر ہے اورو روح بہت پوشیدہ ہے  
 خاک را بر سر زنی سرفش کند  
 خاک کو سر پرارے گا دوسر کوڑے ل  
 گر تو میخوای کہ سر را بشکنی  
 اگر تو چاہتا ہے سر کو توڑ دے  
 چون شکستی سر رو آتش ہل  
 جب تو نے سر توڑ دیا اس کا پانی مل کیلے چلا جائے گا  
 حکمت کے بود حق را ز ازدواج  
 جی میں ہے اللہ اقلے کی جو حکمت جی  
 باشد آنکہ از دواجات دیگر  
 دواں دوسرے ملا ہوں گے

ورنہ دایں گوشت بنا کر رہ تو  
 اور اگر یہ گوشت ہے تو توفیق رکھ  
 ورنے اس دست این تصویریت  
 اگر وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟  
 ایں نہ کار تست نے ہم کار مرن  
 یہ نہ تسکرام ہے، نہ میرا کام ہے  
 دانہ باشد اصل اس کہت فرع  
 دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے  
 لے قصاب ایں گرد راں با گرد  
 لے قصاب! یہ مان کا گردہ گردن سے فات ہے  
 قالب بجاں فسر وہ بود و سر د  
 بے روح جسم، شمع اہوا اور عقدا ہوتے  
 روح چون مغرست قالب مجوس  
 روح گرمی کی طرح ہے اندر چمکے کیلے  
 سعی کن جانے بدست اے عیا  
 اے کمرے! کویشش ہے جان ماس کرے  
 راست قدزیں ہر و اسباب جہا  
 دنیا کے کام ان دونوں سے درست ہوتے ہیں  
 آب را بر بر زنی بر نش کند  
 تو پانی کو جسم پرارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا  
 آب را و خاک را بر تو مرن  
 پانی اور مٹی کو آپس میں ملائے  
 خاک سوی خاک آید و فصل  
 جسدان کے دن مٹی کی بجائے آجائے  
 گشت اصل از نیاز و از لجاج  
 وہ عاجزی اور سرکش سے حاصل ہوگئی  
 لا تسمع اذن ولا عین بصیر  
 جن کو زبان سے سنا نہ آئے دیکھا نہ  
 دیکھا نہ

۲۵ آیت: جو کہ قلم ہے  
 اگر بتی ہے تو گوشت کہاں  
 کیا اور اگر گوشت ہے تو بتی  
 کہاں مٹی اس لئے کہ تو  
 ایک چکر کا وزن ہے۔ آیت  
 اگر ہم باہر کے جسم کو تیار  
 دیں قلم کو کیا کہیں اور اگر  
 روح کو باہر کے کہیں تو جسم کو  
 کیا کہیں۔ تیرا جسم اولیٰ  
 کے مجبور کرنا ہے نہ کیسے  
 ترجمہ پیداوار، قاتلہ روح  
 بنزلہ مان کے اور جسم بنزلہ  
 بھوسے کے ہے  
 ۲۶ حکمت: اظہر قاطعہ  
 روح اور جسم کو باہمی مکت  
 کیلئے ملا دیے۔ قاتلہ  
 روح جسم کے بغیر بکار ہے  
 جسم روح کے بغیر مرن ہے  
 قالب جسم روح کا قالب ہے  
 روح مغرست ہے اندر جسم کا  
 چمکے ہے شمع کی۔ انسان کو  
 روح ماس کرنی چاہیے تاکہ  
 جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے  
 دونوں ہی سے دنیا کا نظام مل  
 لے خاک۔ آئینہ شمس سے  
 منعقد برآری ہوتی ہے شمس  
 خاک سر نہ پھوڑے گی اس  
 ہی پانی کی آئینہ شمس کے نیچے  
 بناو سر پھوڑ دی جڑ پھوڑ  
 سینہ میں۔ تیرے نفس میں  
 جسم روح جسم سے جدا ہوگی  
 تو ان پاک میں ہے۔ اظہر قاطعہ  
 افضل کائنات میں ہے  
 جلالی کا دن مغرست ہے۔ آیت  
 یعنی روح اور جسم کا باہمی جڑ  
 جو دنیا میں لگے ہے اسی حکمت  
 یہ ہے کہ دنیا دونوں اور مخلوق  
 کا امتیاز ہو جائے۔  
 ۲۷ بقدرہ اگر عالم کون  
 میں تمام جو جڑ کے کون نہ

کان لٹنا ہے نہ کھڑے  
 دیکھا ہے مگر ٹیکے لگے  
 کان اس کی حقیقت سننے  
 تو لہا ہوائے باغی قریب  
 بیاض ہوائی سے کہ گویا  
 کان اسی طرح فنا ہو جائے  
 جس طرح برف از بخار صوب  
 سے فنا ہو جاتا ہے۔ حرف  
 برائی ماکہ میں جائے میں  
 زخم ہوا سان سے گئی ہیں  
 ایک دہائی کے گاروں کی طرح  
 کی چیز ہے اس کی برف کچھ  
 اس ایک گاڑی پھر راز  
 کی طرح ہے اس کی برف کچھ  
 ہے حرف سنی کی لڑائی میں  
 ہیں۔ رقیب بار ہوا کی ہری  
 پانی کی طرح کر رہا ہے  
 از وہ کی طرح بنائی ہیں۔  
 گلہ پس شدہ برف اور  
 رخ سے بدوش بن جاتے ہیں  
 پانی سے بدوش بن جاتے ہیں  
 رخ سے سسری کی طرح زخم

گر شنیدے اذن کے ماند اذن  
 اگر کان سنا، کان کب رہتا؟  
 گر بدیدے برف تو خورشید را  
 اگر برف اور رخ، سورج کو دیکھ لیتا  
 آب گشتے بے عروق ویکہ  
 بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا  
 پس شدے دریاں جان ہر  
 پھر وہ ہر درخت کی جان کا طاق بن جاتا  
 وائے بفسرہ درخو ماندہ  
 بفسرے ہوئے مانوس رخ نے  
 لیس یا لیس لیس زلف جسمہ  
 اس کا جسم نہ جنت کرتا ہے نہ جنت کیا جاتا  
 نیست ضائع زوشونازہ جگر  
 نہ بجا رہیں ہے اس سے جگر اندہ ہوتا ہے

یا کجا کر دے دگر ضبط سخن  
 یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟  
 ازینچی برداشتی امید را  
 تیغ سخن نے امید ہٹا لیتا  
 کہ ز لطف از باد می گشت زہ  
 جو ہوا کی لطافت سے زہ (کی طرح) بجھا  
 ہر درخت از قد و ش نیکبخت  
 اس کی آمد سے ہر درخت نیکبخت ہوا  
 لا ماساے باد درختاں خواندہ  
 نہ چھو درختوں پر پڑا دیا ہے  
 لیس الاشخ نفیس قسمہ  
 اس کا حضور اس نفیس کے نکل کے کہ نہیں ہے  
 لیک بنو دیک سلطان خضر  
 لیکن وہ سنہری کے شہنشاہ کا نام نہیں ہے

کہتا ہے مجھے نہ جانتا ہیں۔ نہ صفات کا جو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ طعناں لگتا ہے۔ رخ بھل  
 یعنی برف اور رخ کو نام نہ نہیں پہنچتا ہے۔ نیست ضائع لیکن کوئی شخص برف اور رخ کو بیکار  
 ہے اس سے طعناں کر کے پانی بنا جائے تو جگر میں ناز کی پیدا ہوتی ہے۔ مختصر سنہری۔

## شرح

اد پر بیان تھا کہ ایاز کی غلامی پر احرار کو رشک ہوتا ہے۔ اب مولانا  
 اس مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور  
 کہتے ہیں کہ جس طرح ایاز حقیقی بندہ تھا۔ اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ احرار کو اس کی بندگی پر  
 رشک ہوتا تھا۔ اور وہ آزادی کو چھوڑ کر غلامی چاہتے تھے۔ یوں ہی مومن اور حق سبحانہ  
 کا عید حقیقی وہ ہے جس کی ہر بھی اور بری حالت میں یہ حالت ہو کہ کفار جو کہ حق سبحانہ کے  
 نافرمان بندہ ہیں ان کو بھی۔۔۔ ان کے ایمان اور ان کی بندگی پر رشک آئے اور ان کو اس کی  
 آرزو ہو۔ شاید تم کہو کہ ایسا کون ہو سکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ استبعاد صحیح

نہیں۔ کیونکہ یہ ایک واقعہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے زمانہ میں ایک کافر تھا اس کسی نیک بخت مسلمان نے کہا کہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم مسلمان ہو جاؤ اور اس ذریعہ سے تم نجات اُخروی اور شرف عند اللہ حاصل کرو۔ اس نے جواب دیا کہ جناب اگر ایمان اور اسلام اسے کہتے ہیں۔ جو بایزید کو حاصل ہے تو واقعی بات یہ ہے کہ اسلام ابھی چیز ہے اور مجھے مسلمان ہو جانا چاہیے لیکن میں اپنے اندر اس کی طاقت نہیں دیکھتا۔ کیونکہ وہ ہمارے مساعی سے بالاتر ہے۔ لہذا میں معذور ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ میں مسلمان نہیں لیکن مجھے ان کے ایمان کا اعتقاد ہے اور میں اس کی تصدیق رکھتا ہوں کہ اس زمانہ میں وہ سبے فائق ہے۔ اور نہایت پاکیزہ اور باروتی اور با شان و شوکت ہے۔ اور میں دل سے ان کے ایمان کی تصدیق کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ ان کا دین نہایت سچا ہے۔ گو تیرے منہ پر مضبوط مہر ہے اور میں زبان سے اس دین کی حقانیت کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور اگر ایمان یہ ہے جو تم کو حاصل ہے اور جس کو تم ایمان کہتے ہو۔ سو جناب مجھے اس ایمان کی خواہش ہے اور نہ اس کی طرف رغبت۔ آپ مجھے معاف رکھیے۔

سو صاحبو! ایمان اسے کہتے ہیں جس کو کافر بھی تسلیم کر لیں کہ یہ ایمان سچا اور اس کے آرزو مند ہوں نہ کہ تمہارا ایمان۔ تمہارے ایمان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو ایمان کی طرف بہت کچھ میلان ہو تو تمہارے ایمان کو دیکھ کر اس کا دل بھی جھجھ جائیگا۔ اس کی کو رغبت پیدا ہونا تو درکنار۔ کیونکہ وہ تمہارے اندر صورت ایمان نو پائے گا مگر حقیقت نہ پائے گا۔ لہذا وہ اس لفظ کو بے معنی اور برعکس نہند نام زندگی کافر کا مصداق سمجھے گا۔ اور ایسا پایگا جیسا کہ سیابان (مقام خالی عن فوز المرام) کو مفازہ (محل فوز) کہا جاتا ہے۔ لہذا جب وہ تمہارے ایمان پر نظر کرے گا۔ تو اس کی ایمان لانے کے شوق کا جوش فوراً ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اب ہم تمہیں اس کے مناسب ایک حکایت سناتے ہیں۔ تم اس کو سنو اور اس کی صورت کو چھوڑ کر معنی اور مقصود کو لے لو۔

ایک مؤذن کمریہ الصوت تھا وہ رات کو تمام رات چلاتا رہتا تھا۔ اس شخص لوگوں پر سونا حرام کر دیا تھا۔ اور اس کی آواز سے تمام لوگوں کے سر میں درد و ہنسنے لگا تھا۔ بچوں

کی یہ حالت تھی کہ رات کو بستر پر پڑے ہوئے ڈھلتے تھے اور مرد اور عورتیں سب اس  
 ہاتھوں مصیبت میں تھیں۔ آخر وہ لوگ چندہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ تاکہ اس زحمت اور بھاری  
 کو دور کیا جائے اور انہوں نے چندہ کر لیا۔ جب ایک معقول رقم اکٹھی ہو گئی تو انہوں نے  
 اس مؤذن کو بلایا اور اس کو وہ روپے دیدے اور کہا کہ جناب! آپ کی اذان سے ہم سیر  
 ہو گئے ہیں۔ آپ نے رات دن ہم پر بہت کرم کیا ہے۔ پس جبکہ آپ کی جانب سے  
 ہم سب کو یہ دولت ملی ہے کہ ہماری نیند جاتی رہی۔ تو اب گزارش ہے کہ آپ براہ مہربانی  
 کچھ دنوں کے لیے زبان کو بند رکھئے۔ تاکہ ہم کو کسی قدر راحت نصیب ہو۔ اور اس کے  
 عوض میں ہم سے یہ روپے لیجئے۔ اور ہمارے لیے یہ دعا کرتے رہئے۔ یہ سنکر اس نے  
 روپے لے لئے اور خاموش ہو رہا۔ اتفاقاً ایک قافلہ حج کے لیے کعبہ کو جا رہا تھا وہ  
 بھی اس قافلہ کے ہمراہ چل دیا۔ رات کے وقت اس قافلہ نے کافروں کے ایک شہر میں  
 قیام کیا۔ اس مؤذن نے جو کہ اپنی آواز کا عاشق تھا وہاں اذان دینی شروع کی لوگوں نے  
 اس سے بہت کچھ کہا کہ میاں یہاں اذان نہ کہو خواہ مخواہ جنگ بدل رہا ہو جائے گی اور طول  
 طویل دشمنی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہ سنکر وہ لڑنے لگا اور بے کھٹکے اذان کہہ  
 دی۔ لوگوں کو ڈر ہوا کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو لیکن شور و شر کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ ایک کافر  
 کپڑے وغیرہ لیے ہوئے آیا وہ شمع اور کچھ شیرینی اور کچھ عمدہ کپڑے ہدیہ کے طور پر  
 پلچھتا ہوا آیا کہ صاحبو ذرا یہ بتلا دو کہ وہ مؤذن کہاں ہے جس کی آواز سے ہمیں یہ  
 راحت پہنچی۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ جناب! اس بھدی آواز سے کون سی راحت ہو گی  
 جو اس بُت خانہ میں پہنچی ہو گی۔ یعنی نہ تو اس کی آواز ہی اچھی ہے جس سے کسی کو راحت  
 ہو اور نہ یہاں کے لوگ ہی ایسے ہیں جن کو اللہ کے نام سے راحت ہو۔ پھر وہ کیا راحت  
 ہے جو تم کو پہنچی اس کا جواب دیا کہ میرے ایک لڑکی ہے جو نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی  
 ہے۔ اس کو مسلمان ہونے کی خواہش تھی اور یہ خیال کسی طرح اس کے دل سے نکلتا  
 تھا۔ لوگ اس کو بہت کچھ سمجھاتے تھے مگر وہ کسی طرح نہ مانتی تھی کیونکہ اس کے دل میں  
 ایمان کی محبت پیدا ہو چکی تھی اس کا مجھے نہایت رنج تھا اور یہ غم گویا کہ میرے لیے



انگلیٹھی تھا اور میں اس کے لیے عود - پس میں بہت کچھ تکلیف اور مصیبت میں تھا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ اس خیالات میں یوگافیا ترقی ہوتی جاتی ہے اور مجھے اس کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ تاہم اس مؤذن نے اذان کہی اس کو اس لڑکی نے سنا۔ اور کہا کہ یہ مکروہ آواز کیسی ہے جس کی کچھ جھنک میرے کانوں میں پڑی ہے میں نے تو تمام عمر ایسی مکروہ آواز اپنے بت خانہ میں نہیں سنی اس کی بہن نے کہا کہ یہ اذان کی آواز مسلمانوں کے دین کا طریقہ ہے اور اس کے وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع کرتے ہیں اس کو اس کہنے کا یقین نہ آیا۔ اسلئے اس نے کسی اور سے پوچھا اس نے کہا میرے چاند! یہ بات بالکل ٹھیک ہے جب کہ اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد ہو گیا اور اسلام کی طرف سے اس کا دل سرد ہو گیا۔ اس طرح مجھے اس پریشانی اور تکلیف سے نجات ہوئی اور رات میں خوب چین سے سویا۔ یہ وہ راحت تھی جو مجھے اس کی آواز سے پہنچی اور اسلئے میں اس کے لیے ہدیہ لایا ہوں تم بتاؤ کہ وہ کہاں ہے آخر کار لوگوں نے اسے بتلا دیا ہے کہ وہ حضرت یہ ہیں۔

جب اس نے دیکھا تو کہا کہ جناب! یہ ہدیہ قبول فرمائیے کیونکہ آپ نے مجھے اس غم سے پناہ دی ہے اور اس مصیبت میں میری دستگیری فرمائی ہے آپ نے جو مجھ پر احسان اور مہربانی ساتھ سلوک کیا ہے اس میں ہمیشہ کے لیے آپ کا غلام ہو گیا ہوں۔ اگر میں مال اور ملک اور دولت میں یکتا ہوتا تو تمہارا منہ اشرفیوں سے بھر دیتا۔ مگر کیا کیجئے کہ غریب ہوں۔ اور اسلئے اس نے زیادہ خدمت نہیں کر سکتا۔ پس صاحبو! جس طرح اس مؤذن کی اذان اس لڑکی کے لئے راہزن ہو گئی تھی یوں ہی تمہارا ایمان بھی کفار کے لیے راہزن ہے کیونکہ وہ ایک دھوکا اور مجازاً ایمان ہے نہ کہ اصلی اور حقیقی۔

خیر تو اس کا فخر کہا کہ مجھے تمہارے ایمان کی طرف تو میلان نہیں ہے ہاں بایزیدؒ کے ایمان اور ان کی سچائی سے میرے دل و جان میں یہ آرزو ہے کہ ایسا ایمان مجھے حاصل ہو جائے اس کافر کا یہ کہنا اس عورت کے مقولہ کے

مشابہہ تھا جسٹس گدھے کو جماع کرتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا کہ ارے واہ کیا کہنا ہے اس یکتا نہ کا۔ اگر جماع یہ ہے جو گدھے کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ ہمارے مشوہر ہم سے جماع نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارے فرج پر گتے ہیں۔

الفصلہ میں کہتا ہوں کہ بایزید ایمان کا کما حقہ حق ادا کر دیا شاہ اش ہے اس یکتا شیر خدا کو۔ ان کے ایمان کا اگر ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر اس قطرہ میں فرق ہو جائے۔ جیسے کہ آگ کی ایک چنگاری بن میں جا پڑتی ہے تو سارا بن بھسم ہو جاتا ہے۔ یا جیسا کہ بادشاہ یا فوج کے دل میں ایک خیال آتا ہے۔ تو وہ خیل جگ میں دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

دیکھو! آفتاب ایمان کا ایک ستارہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر رونما ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام کفار کا کفر فنا ہو گیا۔

(فائدہ: اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ایمان نفوذ باللہ کامل نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدم کمال سے کیا مراد ہے آیا یہ کہ دوسری مخلوق انسان یا جنات یا ملائکہ سے کم تھا۔ تو یہ مضمون نہ اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ نہ واقع میں ایسا تھا۔ بلکہ آپ کا ایمان تمام مخلوق کے ایمان سے اکمل تھا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ گو آپ کا نور ایمان تمام مخلوق کے نور ایمان سے بڑھا ہوا تھا مگر وہ کل نور ایمان کا ایک قلیل حصہ تھا تو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ نور ایمان کے مراتب غیر متناہی ہیں۔ اور جو نور آپ کو حاصل تھا وہ اس کا ایک خاص مرتبہ تھا جس کے اوپر مراتب غیر متناہیہ ہیں۔

اور اس آفتاب کا ایک ستارہ جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں واقع ہوا تھا اتنا بڑھا تھا جس کے تمام مشرق اور مغرب کی ظلمت کفر فنا ہو گئی تھی کیونکہ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان کا کفر تو فنا ہی ہو گیا تھا اور وہ تو اس مامون ہی ہو گئے تھے رہ گئے اور لوگ سو ان کے کفر بھی تذبذب میں آ گئے

تھے کیونکہ کم سے کم حقیقت اسلام کا شبہ تو ہر ایک کو پیدا ہو ہی گیا تھا۔  
 الغرض: وہ پہلا کفر محض باقی نہ رہا تھا۔ بلکہ اس کی جگہ یا اسلام گیا  
 تھا یا یہ کھٹکا کہ شاید اسلام ہی حق ہو جائے گیر ہو گیا تھا۔ ہماری تشبیہات سے  
 کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ نور ایمان کی مثالیں ہیں۔ نہیں بلکہ تمثیلات اور تشبیہات  
 ہیں۔ اور محض تقریب فہم کے لیے یہ تکلف کیا گیا ہے اور کبھی اس کو آگ سے  
 تشبیہ دی گئی ہے۔ کبھی پانی سے اور کبھی خیال سے اور کبھی آفتاب اور ستارہ  
 یہ اشیاء نور ایمان کے تو کیا برابر ہوتیں۔ یہ تو اس کے ذرہ کے برابر بھی نہیں۔  
 اور ہم نے جو اس کے لیے ذرہ قرار دیا ہے یہ بھی محض تقریب فہم کے لیے  
 ہے ورنہ ذرہ تو جس کے لیے ہوتا ہے جو کہ قابل انقسام ہے۔ اور ناقابل انقسام  
 شے کے لیے ذرہ نہیں ہو سکتا۔ اور نور ایمان ناقابل انقسام ہے تو اس کے  
 لئے ذرہ نہیں ہو سکتا۔ پس ذرہ نور ایمان سے ہمارے مراد اس کا ایک  
 ضعیف اور مخفی مرتبہ ہے مگر تو پچھلیوں کی طرح بحر معرفت کا محرم راز نہیں  
 بلکہ اس کے لیے بمنزلہ خشن خاشاک کے ہے اس لئے ان تمثیلات کی ضرورت  
 پڑتی ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب ہم پھر حالت شیخ بایزید رحمۃ اللہ  
 علیہ کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا ایمان اتنا کامل ہے کہ اگر وہ آفتاب  
 روشن (ایمان شیخ) مشرق جان شیخ سے طالع ہوا اور عالم پر اپنا اثر ڈالے تو نام  
 عالم سفلی تحت الشریٰ تک گنج معرفت سے مملو ہو جائے اور تمام علوم علوی بشارت  
 کی ایک سرسبز جنت بن جائے۔ اس کے اندر دو چیزیں ہیں۔ ایک نور روشن کی  
 بنی ہوئی روح۔ اور ایک ناچیز مٹی کا بنا ہوا جسم۔

میں شیخ کی تعریف کرتا ہوں مگر میں حیران ہوں کہ بایزید کون ہے آیا روح  
 یا جسم! اور میں اس اشکال اور اس کے حل کی فکر میں پڑ گیا ہوں۔ اچھا تم بتلاؤ  
 کہ بایزید کون ہے اگر وہ جسم ہے تو پھر روح کیا چیز ہے جس کے نور نے

ہفت آسمان کو پُر کر دیا ہے اور اگر وہ روح ہے تو پھر جسم کیا ہے۔

غرض کہ میں حیران ہوں کہ ان دونوں میں سے بایزید کون ہے اور یہ میرا سوال ایسا ہے جیسا ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کی شادی ہو چکی تھی اور اسکی بیوی نہایت سخرہ باز اور گندی اور غارت گرہ تھی۔ چنانچہ وہ جو کچھ لاتا وہ اسے ضائع کر دیتی تھی اور وہ شخص مجبوراً خاں کھڑا ہو جاتا تھا۔ اتفاقاً وہ عمیلدار شخص ایک مہمان کے لیے بڑی کوشش سے گھر میں کھشت لایا اور کہا کہ اسے پکا دینا عورت نے اسے شراب کباب میں اڑا دیا جب مرد آیا اور گوشت مانگا تو اسٹیک ایک غلط جواب دیدیا۔ یعنی جب اسٹیک کہا کہ مہمان آگیا ہے لاؤ وہ گوشت کہاں ہے کیونکہ اب ضرورت ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا لے جایا جائے تو عورت نے ایک بلی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ گوشت تو یہ بلی کھا گئی اگر ضرورت ہو تو اور گوشت لے آؤ۔ اسٹیک غلام کو حکم دیا کہ ذرا ترازو لاتا۔ میں بلی کو تولوں وہ ترازو لے آیا اور بلی کو تولا۔ تو بلی آدھ سیر کی اُتری۔ اس پر اسٹیک کہا کہ لے مکار عورت اگر گوشت چھو اویسے بلکہ اسٹیک زیادہ تھا اور بلی صرف چھ اوقیہ ہے اور گوشت ایک استار اوپر آدھ سیر تھا۔ اور بلی صرف آدھ سیر ہے اب اگر یہ بلی ہے تو بتلا گوشت کہاں ہے اور اگر یہ گوشت ہے تو بلی دکھا کہاں ہے۔ پس میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر بایزید جسم ہے تو بتلاؤ روح کیا ہے اور اگر بایزید روح ہے تو یہ پیکر جسمانی کون ہے۔

غرض کہ یہ سخت حیرت کا مقام ہے اور اس عقدہ کو حل کرنا نہ تمہارا کام ہے نہ میرا کام۔ بلکہ یہ کام حق سبحانہ کا ہے جو کہ حقائق اشیاء کو جانتے ہیں پورے طور پر تو اسکو وہی حل کر سکتے ہیں مگر جس قدر بھی علم عطا کیا گیا ہے اسکی موافق میں بھی کچھ کہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بایزید دونوں کا مجموعہ ہے مگر فرق اتنا ہے کہ روح جُز و مقصود ہے اور جسم جُز و غیر مقصود۔ جیسا کہ پیلاوا اور کھیتی میں دانہ مقصود ہوتا ہے اور پھوسہ تابع۔ یہی بات کہ روح اور جسم اپنے صفات کے لحاظ سے متضاد ہیں تو انکو

یکجا کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اجتماع میں ایک خاص حکمت ہے اور وہ حکمت ان کے تعلق باہمی کو مقتضی ہوتی ہے۔

شرح اس حکمت کی یہ ہے کہ روح بدوں جسم کام نہیں کر سکتی اور جسم بے جان جماد محض ہے۔ پس ضرور ہوا کہ ان دونوں کو یکجا جمع کیا جائے تاکہ اعمال کا وجود ہو سکے اور امتحان متصور ہو۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ دیکھو! قالبِ جان مٹی سے بھی بدتر ہے اور روح اس کے لیے بمنزلہ مغز کے ہے اور بمنزلہ پوست کے۔ اور جس جسم میں جان نہ ہو وہ کسی کام کا ہی نہیں پس سے تم کو کشش کو کے جان حاصل کرو (فائدہ: مقصود یہ ہے کہ تمہاری جان غلبہ صفات جسمانیہ و نفسانیہ کے سبب حکم میں جسم کے ہو گئے ہے اسلئے اب تم بمنزلہ جسم کی جان کے ہو پس تم اوصاف جسمانیہ کو مغلوب کر کے صفات روحانیہ کو غالب کرو۔ تاکہ تم جاندار اور زندہ کہلا سکو۔

خیر یہ مضمون تو استطردی تھا۔ اب نوا کہ حق سبحانہ نے باقتضای حکمت تمہارے اندر روح اور جسم دونوں کو جمع کر دیا ہے اور جسم تمہارا ظاہر ہے مگر روح نہایت مخفی اس کے دین و دنیا کے کام درست ہو گئے اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر یہ کام نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ نہ ان کاموں کا سرانجام صرف روح سے ہو سکتا ہے نہ صرف جسم سے اسلئے روح اور جسم کی ایسی مثال ہے جیسے پانی اور مٹی کی۔ کہ اگر تم صرف خاک کو سر پر مارو۔ تو اس سر نہ چھوٹے گا اور اگر صرف پانی کو پہلو پر مارو تو اس پہلو نہ ٹوٹے گا۔ بلکہ اگر تم سر کو پھوڑنا چاہتے ہو تو پانی اور مٹی کو ملا لو۔ اس سر ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر تم چاہو کہ کام کرو۔ تو یہ نہ صرف روح سے ہو سکتا ہے نہ صرف جسم۔ بلکہ اس کے لیے ضرورت ہے دونوں کے ملائے کی۔ تاکہ اعمال متصور ہو سکیں اب سنو! کہ جب تم پانی اور مٹی کو ملا کر سر پھوڑ دو گے تو اس وقت اس کے اجزاء جدا ہو جائیں گے اور پانی اپنے کمرہ میں چلا جائے گا اور مٹی اپنے کمرہ میں پہنچ جائے گی۔ یوں ہی جب اعمال مقدرہ ختم ہو جائیں گے اس وقت روح اور جسم میں افتراق ہو جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے مسکن کی طرف لوٹ جائیگا

کیونکہ جو حکمت حق سبحانہ کے طاب میں تھی وہ حاصل ہو گئی ہیں اور جس کم طاعت اور معمولی منافع لوگوں کو پہنچتے ہیں اسلئے بیکار ان کا وجود بھی نہیں ہے۔



لے لے ایاز بہا سے  
ہر یاد کے قدر کی جانب  
رجوع کیا ہے برج، ستارے  
کا رخ، ترنم، ایاز میں نص  
نفاذی اور نفاذی ہم کلاں  
خا

نیت ہر برجے عبورش الپسند  
ہر برجے اس کے عبور کا پسند یہ نہیں ہے  
ہر صفرا کے گزینہ صفوت  
تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کر لے؟

لے لے ایاز ستارہ تو نس بلند  
اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے  
ہر و ف را کے پسند و تمت  
تیری بہت بردنا کو کب پسند کرتی ہے؟

**شرح** یہ اشعار حسرت آزادگان شدہ بندگی الخ سے مرتب ہیں جو کہ بذیل  
سُرخ فرمودن شاہ باایاز۔ بار دیگر الخ واقع ہے اور تمسک

تعریف محمود کا۔ اور حل اشعار یہ ہے کہ ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے جو  
اپنے عبور کے لیے ہر برج کو پسند نہیں کرتا یعنی تو اور لوگوں سے بہت ممتاز ہے  
اور تیرا طالع ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ نہیں ہے جو اوروں کے لیے طالع  
ہیں بلکہ وہ ان سے بہت اونچا ہے اور وہ ایسے ویسے برجوں میں گزرنا بھی پسند  
نہیں۔ بلکہ اس کے عبور کے لیے کوئی اور بھی برج ہیں جو برج متعارفہ سے  
جداگانہ ہے (خلاصہ یہ ہے کہ تو اپنے اوصاف خلیفہ و خلیفہ میں دوسرے لوگوں  
سے نہایت ممتاز ہے اسلئے کہ گویا کہ تیرا طالع ولادت ہی کچھ اور ہے اور وہ نہیں  
جو اوروں کا ہوتا ہے۔) تیری ہمت عالی ہر و ف را کو کب پسند کرتی ہے اور تیرا  
انتخاب ہر صفا کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لیے خاص وفا اور خاص صفا کی...  
ضرورت ہے اور تیری مثال ایسی ہے جیسے اس زاہد کی جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ  
السلام کے زمانہ میں تھا۔ جس میں شراب حلال تھی۔ لیکن وہ باوجود حکمت کے  
شراب خواری کو پسند نہ کرتا تھا۔ قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔



حکایت ایں امیر کے غلام راگفت مے بیار غلام رفت بگو  
 ایں امیر کی حکایت جس نے عامے کا شراب ہے غم میں اور شراب  
 مے آورد در راه زاهدے بود امیر معروف کرد اشکے بزد و بگو  
 کی نیلا لاد ادا راتیں ایک زاهد خاص نے سہانہ لکھ کر اپنا پتھر ملا  
 را بشکست امیر بشنید قصد ہلاک و گوشمال زاهد کرد ز زاهد  
 اور خلیہ کر توڑ دیا، امیر نے سنا نہاد کر کہل کر لے اور سزا دینے کا ارادہ کیا  
 گر سخت ایں قضیہ در عہد عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز  
 زاهد ہلاک تھا، یہ سنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اس وقت تک  
 مے حرام نشدہ بود لیکن زاهد تقدیرے میکرو وازلذت  
 شرب حرام نہ ہونے کی وجہ سے لایم جین کرنا تھا اور مرنے کے لئے اور  
 و تنعم منع می کرد  
 میں اس پرستی سے روکتا تھا

حکایت جس طرح بازار  
 غلام اور دانا عام غلام اور  
 دلفے برتر خاص حکایت  
 یہ جانا ہے کہ غلام ہر حال  
 کی برتری ہو گی جس میں بظاہر  
 ہے۔  
 لے نقد گناہاں  
 حکم میں پرستی ہے بارہ۔  
 شراب کو مرہب رکھے والا  
 کتبہ غلام وادارہ  
 سن شاد وراں بیاد۔  
 لے راہ دان راستہ کا  
 اور پستی حضرت میں مسیح کا  
 دہر پلید محبت کا ناز تھا  
 جم میں وہی اس طرح کا  
 امیر اور مذہبی تھا یہ کہیں  
 تھا۔

لے بارہ۔ وہ نوک دیدار  
 تھے اور شراب استعمال کرتے  
 تھے چونکہ حضرت میں نے  
 وہ میں شراب حال میں۔  
 مالک میں کما جانت مال  
 ہو محتاج۔ شراب۔ آداب۔  
 لغزانی ہمارے گناہوں نے خا  
 رک کر کے ہر جا کو جنت  
 کر لی ہوں یہاں میں کی جنت  
 ہے غلام میں اور وہ  
 غلام کی خدمت نہ فرمے

بود امیرے خوشدے مے بارہ  
 ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا  
 مشفقے مسکین لوالے عادلے  
 ہرمان، غریب پرورد، منصف تھا  
 شاہ مردان و امیر المومنین  
 بہادوں کا شاہ، غمزدوں کا امیر تھا  
 دور عیسیٰ بود و ایام مسیح  
 حضرت عیسیٰ کا دور تھا اور حضرت مسیح کا زمانہ تھا  
 آمدش مہاں بنا گاہاں شے  
 ایک رات پہانک میں کے پس مہان آیا

بادۂ بیباست شاں در نظم حال  
 اُن کو حالت کی بھانگ کے لئے شرب مکار تھی  
 بادۂ شاں کم بود و گفتاے غلام  
 اُن کی شرب کم تھی اور اس نے کہا اے غلام  
 از فلان راہب کہ دار و جگر خاص  
 فلان راہب کے پاس سے کیونکہ میں نے شرب کم تھا

بارہ بود آنوقت مازون و حلال  
 میں وقت شراب مازون اور حلال تھی  
 روستہ پر گن بم آور ملام  
 جاشلیہ بھر، ہمارے پاس شراب ہے آ  
 تاز خاص و عام یا بد جان خاص  
 تاکہ عام و خاص سے جان کو جنت کا حاصل ہو

حورو۔ ایک گھڑی لہجہ۔  
 چلیا۔ اندھا۔ اس نامک  
 خولہ میں ایک مٹھی سواہ ہو  
 جس طرح مایہ سلطانہ  
 ہوتی ہے۔  
 لہجہ تہن۔ غار کی گوی  
 کو خفا سے نہ دیکھا جائے  
 غار کی گوی میں سلطانہ  
 ہوتی ہے جو خفا میں بھی  
 لیب نہیں ہے۔ کہتے  
 سونے کو اور سے لانا کہ  
 ہا ہے تاکہ لکھ کر نہ  
 چلائے۔ مرقہ لکھ کر  
 چائے کے لئے سونے کا لکھ  
 سے لانا کہ ہا ہے۔ چل  
 سل کو بھی دھری سے آگے  
 کر دیا جائے۔ گنج حوت  
 آدم کی روح جو جسم کی  
 جتنی بھی رہتی ہے سلطانہ  
 کی آئینہ پر رہتی ہے۔  
 لہجہ آواز سلطانہ کی نظر  
 مرنے میں تیرتی ہے۔ ملک۔  
 تیرتی ہے گرجا گھر اور باد  
 افریقہ سے جو جسم کی  
 خریدی ملک دارستان  
 میں سے ملتا ہے۔ آواز  
 جب جس کی طرف سے  
 لہجہ نقبا۔ خرب شدہ شر  
 پیدا کرتی ہے اور آواز  
 کا تھانہ شادی ہے۔ خرب  
 خرب کی انسان میں ہوتا  
 بن جاتا ہے۔ خرب۔ یعنی  
 خرب۔ خرب یعنی پراس  
 خرب۔ وقت ہیشیا۔ چوٹی  
 کے وقت آدمیوں میں ایسا  
 ہوتا ہے جیساکہ تیل اور  
 پانی میں اور خرب کے وقت  
 سب ایک جہاں ہوجاتے  
 ہیں۔ خرب۔ خرب کی طرح  
 کھانا ہے جس میں خرب

جرمندان جام راہب آں کند  
 اندراں مے مایہ نہانی ست  
 ہر صرب میں ایک سواہ ہر شیدہ ہے  
 تو بدلقی پارہ پارہ کم ہنگر  
 تو پش بران گدوی کو نہ دیکھ  
 از برای چشم بد مرد و رشک  
 بد نظری کی وجہ سے وہ ناپسند ہوتا ہے  
 گنج و گوہر کے میان خانہ است  
 خزانہ اور گوہر گدوی میں کہاں ہے !  
 گنج آدم چون بویراں بد فین  
 رحمت آدم کا خون نہ گدوی میں دھن تھا  
 او نظر میکرد طین مست است  
 وہ دیکھ کر حفا سے دیکھتا تھا  
 دو سبوست غلام و خوش دود  
 غلام نے دو شیاں میں ادنیسہ دوڑا  
 زر بداد و بادہ چوں زر خرید  
 سونا دیا اور سونے میں خرب خریدی  
 بادہ کاں بر سر شاہاں جہد  
 نہ شرب جہاں شاہوں کے سر میں افر کرتی ہے  
 فتنہا و شور با نگینہ ست  
 لہجے اور شور برا گینہ کر دیتی ہے  
 استخوانہار فتنہ جملہ جاں شدہ  
 بیاں خرم ہوجاتی ہیں سب کجیاں ہوتا ہے  
 وقت ہیشیاری جو آب روں اند  
 انسان ہر ش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہی  
 چوں ہر لہجہ لحم و گندم غرق ہم  
 جیساکہ ہر لہجہ بر خورشت اور ہمیں باہی فرق ہی

کہ ہزاراں مجترہ و خمدان کند  
 گنجناں کا ندر عبا سلطانی ست  
 جس طرح چوہ میں فتنہا ہی ہے  
 کہ سید کردند از بیرون زر  
 کیونکہ اگر سے سونے کو لاکر دیا ہے  
 دز برون آں لعل دود او دوشد  
 اور باہر سے وہ لعل دھری سے آگے ہے  
 گنجناں پیوستہ در ویرانہ است  
 خزانہ دیرالوں سے وابستہ ہیں  
 گشت طینش چشم بند آں میں  
 اس کی مٹھی میں لیب کی آئینہ کا ہر دو ہیں گئی  
 جاں ہی گفتش کہ طین مست است  
 وہ اس سے کہتی تھی کہ میری مٹھی جری رہے گی  
 دوزماں در ویرانہاں رسید  
 لڑنا راہوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا  
 سنگ داد و در عوض گوہر خرید  
 پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا  
 تاج زر بر تارک ساقی نہد  
 ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے  
 بندگان و خسرواں اینختہ  
 غلاموں اور سلاطین کو بلا دیتی ہے  
 تخت و تختہ آں کہاں یکساں شد  
 اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہوجاتے ہیں  
 وقت مستی ہوجاں اندر تانند  
 مستی کے وقت ہمیں جہاں کی طرح ہیں  
 ہر سبقتے لئے در ایشاں فرق ہم  
 انہیں کوئی ڈر نہیں، نہ انہیں باہی فرق ہے

چوں ہر لہ گشت آنجا فرق نیست

جب ہر لہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے  
 ایں چنین بادہ می برداں غلام  
 وہ غلام اس طرح کی شراب لے مارا تھا  
 پیش آمد زائدے غم دیدہ  
 ایک نموں کا مارا زائدے سامنے آ گیا  
 تن ز آتشہای دل بگداختہ  
 جسم ہول کی آگ سے پھس گیا تھا  
 گوشتش مال محنت بے زینہا  
 بے پناہ مشقت کی کوشاں کی وجہ سے  
 دیدہ ہر ساعت خلش و اجتہاد  
 وہ ہر وقت مجاہدے میں تھک رہا تھا  
 سال و مرد و خاک و خون آمیختہ  
 سالوں اور مہینوں کا کہ اور خون میں آمیختا تھا  
 دید و در شب یک غلام نیک پے  
 اس نے ایک نیک عملت غلام کو رات ہی دیکھا  
 گفت اہد در ہوا چہیست آن  
 راہ نے کہا بشلیروں میں کیا ہے؟

گفت ایں آن فلاں میرا ہل  
 اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی لکیت ہے  
 طالب ہزاں دانگ و عیش و نوش  
 اند کا طلبگار اور میرے پیش اور پس  
 ہوش تو بے عین چہیں پر مردہ است  
 تیرا ہوش بے شراب کے ایسا نہ تھا جیسا ہے  
 تا چہ باشد ہوش تو نہنگام سکر  
 بھر نفع کے وقت تھے ہوش کہاں ہوگا؟

نیست فرقی کا نہ آنجا فرق نیست

کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں فرق نہ ہو گیا ہو  
 سہو قصر آں امیر نیک نام  
 نیک نام امیر کے محل کی جانب  
 خشک مغزے در بلا پیچیدہ  
 جس کا داغ خشک ہو گیا تھا محبت میں پھنسا ہوا تھا  
 خانہ از غیب خدا پر داختہ  
 اس نے دل کو خدا کے ہوا سے نکالی کر یا تھا  
 داغہا برداغہا چنیں ہزار  
 ماہوں پر داغ کئی مہزار تھے  
 روز و شب حفسد اور اجتہاد  
 وہ دن رات مجاہدے سے چٹا رہا تھا  
 صبر و حلمش نیم شب بگرنے لگتا  
 اس کا صبر اور بردباری آدھی رات کو جاگ بگرنے لگتی  
 در شب اش اوز میں میگردے  
 وہ اپنی جلدی میں زمیں لے کر گرا رہا تھا  
 گفت بادہ گفت کن کیست کن  
 اس نے کہا شراب، اس نے کہا کس کی ہے؟

گفت طالب اچیں باشد گل  
 اس نے کہا طلبگار کا یہ کام جوتا ہے؟  
 بادہ شیطان و انگہ تیز ہوش  
 شیطان شراب اور پھر ہوش کی تیز ہے؟  
 ہوشہا باید ہراں ہوش قہرست  
 تیرے ہوش سے بہت ہے ہوش ہراں کی ہوش  
 لے جو مرغے کشیدہ نام سکر  
 لے وہ؟ چرندہ کی طرح نفع کے چال میں ہے



گیمبل کا زلیہ ہوتا ہے جب  
 ہر لہ تیار ہوتا ہے تو کشت  
 اور زلیہ میں اقیانوس نیست  
 فرق جب دونوں کا فرق نہ پاتا  
 ہوتا ہے۔

گفت آج نہیں۔ وہ غلام ابن  
 اور صاف کی شراب امیر کے  
 محل کی طرف لے کر بلا پیچیدہ  
 بیوی میں پریشان کی کیفیت  
 طاری تھی خشک مغزہ جا رہا  
 کی کثرت سے اس کا داغ  
 خشک ہو گیا تھا۔ اس  
 زائدہ کا جسم ملن کی آگ سے  
 پھس گیا تھا اور اس کے دل  
 میں مرفق قاتل کا خیال  
 تھا۔

گفت کوشاں۔ مجاہدوں کی  
 بے پناہ مشقت نے اس کے  
 دل پر ہزاروں داغ ڈال دیے  
 تھے۔ یہ کہ وہ اس کا شغل  
 شب روز مجاہد تھا۔ قہرست  
 بیوی اس کو نہ جلا اور اس میں  
 صبر و حلم کی طاقت نہ رہی تھی  
 قہرست اس نے دیکھا غلام جس کا

لے گفت امیر۔ غلام نے  
 زائدہ کے مجاہد کہا کہ یہ  
 طلب امیر کا حکم ہے جیسا کہ  
 لے کہا کہ طالب حق کے نام  
 ہوتے ہیں اس کو تو زلیہ  
 سے پہچاننا ہے شیطان کی طرح  
 لے کر ہوش کہاں رہتا ہے۔  
 ہوش انسان بے شراب کے  
 ہی قابل ہے جگہ لے کر  
 ہوش و نگار ہی تو ہوش نہیں  
 کیا ہوش نہ سکرانے لگے ہیں  
 تو ایسا ہی پھنسا ہے جو طرح  
 بندہ مال میں۔

حکایت ضیائے بلخ کہ دراز بالا بود و برادرش شیخ الاسلام  
 ضیا، بلخ کا تھ جو راز تھے اور ان کے بھائی شیخ الاسلام  
 تاج بلخ بغایت کوتاہ بالا بود و اس شیخ الاسلام از  
 تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور شیخ الاسلام اپنے  
 برادرش تنگ داشت رونے ضیا در آمد بدرس او و ہمہ  
 بھائی سے زلت محسوس کرتے تھے ایک دفع ضیا ان کے درس میں پہنچ گئے  
 صد و بیس بلخ حاضر ہوئے بدرس او ضیا خدمتے کرد و بکثرت  
 تصدیق کے تمام صمد ان کے درس میں حاضر تھے، چنانچہ ماضی دی اور جلدی  
 شیخ الاسلام نیم قیام کرد و سرسری ضیا گفت آ رہے  
 شیخ الاسلام معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ضیا نے کہا بیشک آپ  
 سخت درازی پارہ در دراز خود  
 بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک متر بچا رہا

۱۰ حکایت - یہ بتایا کہ  
 ابن عربی رحمہ اللہ ہوش ہے  
 خوب ہی کہ قرآن مجید  
 اس حکایت سے بھی یوں بتایا  
 ہے کہ شیخ الاسلام کا عہد  
 چوں تھا نیم قد کوٹے پرلے  
 برادر چڑھا ہو گیا۔  
 ۱۱ غرض اہل علم غفلت  
 مزاج حادہ برادر قائم  
 عزت و مالک حادہ  
 فرج پر نہ کا پڑا۔

آں ضیائی بلخ خوش اہلہام بود  
 ضیا ابن خوش طبع تھے  
 از برای علم خلقے پیش او  
 بلکہ دوسرے لوگ ان کے سامنے  
 تاج شیخ اسلام دارالملک بلخ  
 داراملا بلخ کے شیخ الاسلام تاج  
 گرچہ فاضل بود و عمل و ذوق فزون  
 اگرچہ فاضل تھے اور کثرت اور فزون دلی  
 اولے کوتہ ضیا بے حد دراز  
 وہ بہت لمبے تھے اور ضیا بہت لمبے  
 زیں برادر عار و ننگش آمدے  
 ان بھائی سے، ان کو مارا در وقت آن  
 روز محفل اندر آمد آں ضیا  
 مجلس کے دن ضیا اندر آئے  
 کہ و شیخ اسلام از کبر تمام  
 شیخ الاسلام نے پورے غور سے کہا  
 پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش  
 جب ضیا نے ان کے سر میں غور دیکھا  
 وادراں تاج شیخ اسلام بود  
 تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے  
 گشتہ دائم در لازم درس جو  
 ہمیشہ رہتے تھے صحبت میں در کتب  
 بود کوتہ قد و کوچک مجموع فرخ  
 بہت قد اور چھوٹے کمر پر تھے  
 ایں ضیا اندر ظرافت بد فزون  
 یہ ضیا مذاق میں بڑے ہنسے تھے  
 بود شیخ اسلام را صد کبر و ناز  
 شیخ الاسلام میں سینکڑوں کبر اور ناز تھے  
 آں ضیا ہم واعظے بد باہرے  
 وہ ضیا بھی باجائیت واعظ تھے  
 بارگہ پیر قاضیان و اصفیا  
 دربار قاضیوں اور منتخب دین سے ہوا کرتا تھا  
 ایں برادر را چہیں نصف القیام  
 اس بھائی کے لئے، یہی آدھا قیام  
 انفعالے وادعالے در خوش  
 ان کے صاحب کوزا ان کو شہ نہ کیا

۱۲ کہ تاج شیخ الاسلام  
 اگرچہ بڑے صاحب علم تھے  
 لیکن ضیا خوش طبع میں  
 ان سے بڑے ہنسے تھے۔  
 ان ضیا ضیا باجائیت ہنسے  
 واعظ تھے شیخ اسلام کا  
 ان کی بھائی بڑی سے زلت  
 محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔  
 اختیار برگزیدہ۔  
 ۱۳ گفت القیام بہت نیم  
 کے لئے آدھے کوٹے ہوئے۔  
 پس ضیا چونکہ نیکو محسوس ہوا  
 کہ مبالغہ میں نہ ہے اس نے  
 نوزائ کو شہ نہ کیا۔

گفت اکے بس درازی بہر ہرگز  
انہوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مگر ان کی

اند کے زان قد سرت ہم بدزد  
ہے سر دے تھے ہی ہڈی سا بچا اب

## رجوع بحکایت زباید با غلام امیر

امیر کے قلم کے ساتھ کمال حکایت کی طرف راہیں

پست ترا خود ہوش کو و عقل کو  
بہر حقے مد ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے؟  
رُوت بس نیب است نیل ہم بخش  
تیرا چہرہ بہت نہیں ہے، نیل ہی نالے  
دُر تو نورے کے دُر آمدے غوی  
اسے گراہ: تیرے اندر فرہم کی کیا ہے؟  
سایہ در روزت جستن قاعدہ  
سایہ بخش کر لے کا قاعدہ، دن میں ہے  
گر حلال آمدے قوت عوام  
اگر وہ ہزار ہا عوام کی غمراہ کیے حال ہے

تا خوری مے لے تو دانش را عدو  
تا کہ تر شراب پیئے، اے عقل کے دشمن!  
خفقہ باشد نیل بر روی جش  
جش کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے  
تا تو مے نوشی و ظلمت جو خوشی  
کہ تر شراب پیئے اور ظلمت کا طالب ہی جانے  
در شب ابرے تو سایہ جو خورشیدہ  
تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنانے  
طالبان دوست را آمد حرام  
دوست کے طلبکاروں کے لئے حرام ہے

عاشقان را بادہ عول دل بود  
ماحقوں کی شراب، عول دل ہوتا ہے  
در جنیں راہ و سیا بان مخوف  
اپنے سامنے اور غمناک جگہ میں  
خاک در چشم قلا و دوزاں زنی  
تو را ہٹاؤں کی آگہ میں، محل جودکتا ہے  
نان جو حقا حرام ست فوس  
تو کی روٹی، بھی حرام اور باغی، باغوس ہے  
دشمن راہ خدا را خوار وار  
اشرافانے، کے سامنے کے دشمن کو نہیں کر  
دُز در تو دست بریدن پسند  
تو جس کے ہاتھ کاٹ لے لے کہ پسند کر  
گر نہ بندی دست او دست تو  
اگر تو اسے ہاتھ دے دے تو میرے ہاتھ نہ تو

چشم شاں بر راہ ویر منسل بود  
اُن کی نگاہ، راہ اور منسل پر رہتی ہے  
لے قلا و دوز خرد با صد کسوف  
اے دل کے رشتہ ساز، صد کسوف میں  
کارواں را مالک و گمرہ کنی  
کاند کر تباہ اور گمراہ کرنا ہے  
نفس را در پیش نہ نان بسوس  
نفس کے سامنے، بسوس کی روٹی رکھ  
دُز در این بر منہ بردار وار  
چور کے لئے منبر منہ، بردار وار  
از بریدن عاجزی و تش بہ بند  
اگر تو کاٹے ہے عاجزی، اُنکے ہاتھ کاٹ دے  
گر تو پایش نشکنی پایش گشت  
اگر تو اس کی باتوں، در تھے تو بدتر ان کی باتوں

زور دینی دلوں کو مستعد بنانے  
نمنا دھول کر لے گئے۔  
چہرہ بہت غمناک۔  
نیل ہی نالے، زان کے اندر کی  
دُر تو نورے کے دُر آمدے غوی۔  
سایہ در روزت جستن قاعدہ۔  
سایہ بخش کر لے کا قاعدہ، دن میں ہے۔  
گر حلال آمدے قوت عوام۔  
اگر وہ ہزار ہا عوام کی غمراہ کیے حال ہے۔  
عاشقان را بادہ عول دل بود۔  
ماحقوں کی شراب، عول دل ہوتا ہے۔  
در جنیں راہ و سیا بان مخوف۔  
اپنے سامنے اور غمناک جگہ میں۔  
خاک در چشم قلا و دوزاں زنی۔  
تو را ہٹاؤں کی آگہ میں، محل جودکتا ہے۔  
نان جو حقا حرام ست فوس۔  
تو کی روٹی، بھی حرام اور باغی، باغوس ہے۔  
دشمن راہ خدا را خوار وار۔  
اشرافانے، کے سامنے کے دشمن کو نہیں کر۔  
دُز در تو دست بریدن پسند۔  
تو جس کے ہاتھ کاٹ لے لے کہ پسند کر۔  
گر نہ بندی دست او دست تو۔  
اگر تو اسے ہاتھ دے دے تو میرے ہاتھ نہ تو۔  
چشم شاں بر راہ ویر منسل بود۔  
اُن کی نگاہ، راہ اور منسل پر رہتی ہے۔  
لے قلا و دوز خرد با صد کسوف۔  
اے دل کے رشتہ ساز، صد کسوف میں۔  
کارواں را مالک و گمرہ کنی۔  
کاند کر تباہ اور گمراہ کرنا ہے۔  
نفس را در پیش نہ نان بسوس۔  
نفس کے سامنے، بسوس کی روٹی رکھ۔  
دُز در این بر منہ بردار وار۔  
چور کے لئے منبر منہ، بردار وار۔  
از بریدن عاجزی و تش بہ بند۔  
اگر تو کاٹے ہے عاجزی، اُنکے ہاتھ کاٹ دے۔  
گر تو پایش نشکنی پایش گشت۔  
اگر تو اس کی باتوں، در تھے تو بدتر ان کی باتوں۔

زہرِ کُودا کہ نہ دیکھتے ہیں  
گر تہجدی۔ اگر تہجدی چور کر  
آواز چھوڑا تو تہجدی چھوڑا  
کر دے گا۔ جڑے۔ اس کر  
راحت سے کیوں رکھتا ہے  
تہجدی۔ لاہور کر غرت آن کا  
میں نے شرب کی نصیب بہر

ارا

تو عذرائے دی ویشکر

نوشی کر شرب اللہ کثرتا ہے

زور غیرت بربونگ شکست

انے غیرت سے شلیا بہر ارا اند نوز دیا

بہرچ گوزہر نوشن خاک خور

کولے بہر دے زہر چنے اند خاک چاکے

اوسواند اخت از لہد بخت

اس نظام نے دوسری نصیب بیکدی را داس نامے

ساکر علی

## شرح

ایک امیر تھا جو کہ خوش دل۔ اور شراب دوست اور

مستوں اور عاجزوں کی جائے پناہ اور مشفق اور غریب نواز

اور منصف اور صاحبِ کرم اور لوگوں کو مال دینے والا اور دریا دل اور بڑا مرد

اور مسلمانوں کا حاکم اور راہنما اور واقف اسرار اور دُور بین تھا اور علی

علیہ السلام کا زمانہ تھا جو کہ مخلوق کی دل داری کر لے والا اور کسی کو دکھ نہ دینے

والے اور پسندیدہ شخص تھے۔

اتفاق سے ایک رات اس کی یہاں ایک صاحبِ مہمان ہوئے جو کہ امیر اور اس کے

ہم جنس اور اچھے مسلک کے آدمی تھے۔ ان صاحبوں کو درستی حالت کے لیے شراب

سُجھانہ کرنی تھی وہ طاعت کر چکا ہے اور جس کو مخالفت کرنی تھی وہ مخالفت کر چکا

غرض کہ یہ ترکیب تو ختم ہوئی۔ اس کے بعد روح کو عقوبت اور انعامات الہیہ

کے ساتھ اور بہت سے اتصال ہونگے جن کو نہ کسی کان والے نے سنا ہے اور نہ کسی آنکھ

والے نے دیکھا ہے جبکہ وہ ہنسوز کہتم غیب میں مستور ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال کرتے ہیں اور

کہتے ہیں کہ اگر کوئی کان والا یعنی غافل ان کو یوں سن لیتا۔ جیسا کہ سننے کا حق ہے تو وہ

کان والا یعنی غافل ہی نہ رہتا۔ مگر اس وقت وہ فرط اشتغال

آخرت کے سبب کوئی لایعنی بات ہی نہ سن سکتا۔ اس لیے کہ ان امور کی ایسی مثال ہے

جیسے خورشید اور کان والے یعنی غافل کی ایسی مثال ہے جیسے برف۔ پس اگر یہ برف

دکان والا کھاتا ہے (احوالِ اخویر) کا مشاہدہ کر لیتا تو اس کو اپنی برفیت اور غفلت سے



امید کو منقطع کر دینا پڑتا۔ اور وہ خالص مساء کی مانند ہو جاتا جو کہ لطف ہوا سے بل کھا کر  
 زرہ کی مانند ہو جاتا۔ یعنی اس وقت وہ میطیع محض ہوتا محض سبحانہ کے حکم پر چلتا اور  
 خودی میں مجبوس نہ رہتا۔ اور اسکی بعد وہ آب حیات بن جاتا اور درختوں یعنی طالبوں  
 کے جان کی دوا ہو جاتا۔ اور ہر درخت (طالب) اس کی آمد سے خوش قیمت ہو جاتا  
 وہ خود کامل اور دوسروں کے لیے مکمل ہو جاتا۔ اسے وہ لوگ جو ٹھٹھڑے ہوئے برف  
 کی مانند اور احوال آخرت سے متحیر ہیں انکی یہ حالت ہے کہ وہ خودی میں مجبوس  
 ہیں اور درختوں کے ساتھ میل نہیں کھاتے یعنی دوسروں کو ان سے فائدہ نہیں پہنچاتا۔  
 اور نہ تو وہ خود کسی سے میل کھاتے ہیں اور نہ ان سے کوئی میل کھاتا ہے۔ بلکہ ان کے  
 حصہ میں بخل آگیا ہے کہ وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ لیکن تاہم وہ بیکار  
 نہیں ہیں۔ بلکہ جس طرح برف سے کچھ ٹھنڈا ہوتا ہے یوں ہی ان سے بھی کچھ کچھ  
 فائدہ دوسروں کو ضرور ہوتا ہے۔ مگر وہ سبزہ کے بادشاہ یعنی حق سبحانہ کا قاصد  
 نہیں بن سکتے اور حق سبحانہ کے فیوض کو سبزہ تک نہیں پہنچا سکتے۔ یعنی وہ شیخ بن  
 کر طالبین کی تربیت روحانی نہیں کر سکتے جو کہ صفت ہے کاملین کی۔ ہاں ان سے  
 درکار تھی۔ کیونکہ اس زمانہ میں شراب حلال تھی۔ اسکی پاس شراب نہ تھی اسلئے  
 آقا نے کہا کہ اے غلام جا۔ اور فلاں راہب کے پاس جو کہ خاص شراب رکھتا ہے  
 گھر اچھر کے ہمارے لیے شراب لے آ۔ تاکہ خاص عام کے خیالات سے ہماری جان  
 کو نجات ہو جائے اور ہم اسکو پی کر مست اور بے خود ہو جائیں۔  
 یہاں سے مولانا شراب معروف سے شراب عشق الہی کی طرف انتقال فرماتے  
 ہیں اور کہتے ہیں کہ تارک الدنیا لوگوں کی جام محبت کا ایک گھونٹ وہ کام کرتا ہے  
 جو کہ ہزاروں گھڑے اور غم کرتے ہیں۔ اور ان کے اندر وہ شراب یونہی باطنی  
 دولت ہے جیسے کبیل میں سلطنت ہو تم ان کی ظاہری حستگی اور اسکی پھیٹی ٹوٹی  
 گڈری کو نہ دیکھنا۔ اسلئے کہ یہ ان کے کمال باطنی کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ قاعدہ

ہے کہ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا کرتے ہیں تاکہ چوروں اور ڈکیتوں سے محفوظ رہے اور نظر بد سے حفاظت کے لیے وہ بظاہر قابل رد ہوتا ہے اور صرف باہر سے وہ ہمیشہ قیمت مال دوداؤد ہوتا ہے اور اندر سے نہایت عمدہ ہوتا ہے۔  
 سین خزانہ اور جواہرات لوگ گھروں میں نہیں رکھتے۔ بلکہ دیرانوں میں رکھتے ہیں۔ جہاں کسی کو ان کے وجود کا شبہ بھی نہ ہو۔ یونہی دولت باطنی بھی حستہ حلوں کو دی جاتی ہے تاکہ بیگانوں کی نظر بد سے محفوظ رہے۔

چنانچہ آدم علیہ السلام کی دولت باطنی دیرانہ یعنی ان کے جسم خاکی میں ستور ہتی اسلئے ان کی مٹی نے ابلیس ملعون کی آنکھ بند کر دی اور وہ اس دولت کو نہ دیکھ سکا۔ اور مٹی پر حقارت سے نظر کرتا تھا۔ مگر ان کی جان بزبان حال کہہ رہی تھی کہ یہ میری مٹی میرے لیے اس خزانہ تک پہنچنے سے مانع ہے اور تو اپنی محرومی و شقاوت کے سبب اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

خیں یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو! غلام نے آقا کا حکم سنکر دو گھڑے لیے اور تیز رفتاری کے ساتھ گیا اور راہبوں کے دیر میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اسٹل رو بہ اُن کے حوالہ کیا اور سونے کی شلی روشن شراب شراب خرید لی اور اس طرح اسے گویا کہ پتھر دے کر موتی خرید لیے یعنی شرابے لی جس کی یہ شان ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چڑھتی اور ساتی کے سر پر تاج زرکھتی ہے۔ اور جو کہ بہت سے فتنہ اور شور و شغب پیدا کرتی اور غلاموں اور بادشاہوں کو یک رنگ کر دیتی ہے۔ اور جس ان کی پڑیاں نکال کر ان کی جانیں ایک ہو جاتی ہیں یعنی ان کے امتیازات مٹ کر اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جس تحت اور تختہ دونوں یکساں ہو جاتے ہیں اور جو لوگ بھلے تیل اور پانی کی طرح آپس میں نکلنے والے تھے ان کی حالت مستی میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جان کی جسم میں اور جس طرح ہر سہ میں گیہوں اور گوشت ایک دوسرے میں فنا ہو جاتے ہیں یوں ہی ۵

سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی تفوق اور فرق باقی نہیں رہتا۔  
 کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب گوشت اور گیہوں ہر ایسے بن جاتے ہیں تو پھر گیہوں  
 اور گوشت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اور اس وقت کوئی امتیاز ایسا نہیں رہتا جو کہ  
 مٹ نہ گیا ہو۔ غرض کہ وہ غلام ایسی شراب اس امیر کی دولت سرا کی طرف  
 لئے جاتا تھا۔ اتفاق سے رستہ میں ایک زاہد مل گیا جو کہ محزون اور خشک مغز۔ اور  
 مصیبت عشق میں مبتلا تھا اس کا جسم دل کی آگ سے گھل گیا تھا اور اس کا خانہ دل  
 غیر خدا کی محبت سے خالی ہو چکا تھا۔ عشق کی بے پناہ مصیبت اس کی گوشمالی کر رہی تھی  
 اور اس کی دل پر اوپر تلے ہزاروں داغ تھے۔ وہ مجاہدہ دریا صنت میں ہر وقت اپنے  
 اندر محبت کی ایک نئی خلش پاتا تھا۔ اور رات دن ریاضت کو لپٹا ہوا تھا۔ تمام  
 سال اور تمام مہینہ خون میں لتھڑا ہوا تھا اور آدھی رات کے وقت تو اس کا صبر اور  
 تحمل بالکل ہی فنا ہو جاتا تھا کیونکہ وہ وقت بالکل یکسوئی کا ہوتا ہے اور اس  
 وقت خیال یا رپوری طور پر اپنا کام کرتا ہے اسلئے رات کے وقت ایک غلام کو  
 دیکھا کہ وہ اپنی جلدی میں زمین کو طے کرتا تھا یعنی تیز جا رہا تھا اس پر زاہد نے اسے  
 ٹوکا اور کہا کہ گھڑوں میں کیا ہے اسلئے جواب دیا کہ شراب! اس پر اس نے پوچھا کہ  
 کس کی ہے اسلئے کہا کہ فلاں صاحب کی ہے جو کہ بڑے عالی رتبہ امیر ہیں اس پر  
 اس زاہد نے کہا کہ کیا طالب خدا کا یہ کام ہوتا ہے؟ طالب خدا ہو کر تعیش و شراب لے؟  
 اور شیطان کی شراب پی کر عقل تیز ہو؟ ناممکن ہے۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے جانور  
 کی طرح نشہ کے حال میں گرفتار جبکہ شراب کے بغیر تیری عقل اس قدر پرمردہ ہے کہ..  
 اس میں اور بہت سی عقلوں کے ملانے کی ضرورت ہے۔ تو نشہ کے وقت تیری  
 عقل کی کیا حالت ہوگی پس سے تھے ہرگز زیبا نہیں ہے کہ تو شراب کا شغل کرے  
 اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آگئی وہ یہ ہے

کہ ضیائے بلخ نہایت خوش الہام شخص تھے اور ان کے سائے تاج  
 شیخ الاسلام تحصیل علم کے لیے بہت سے لوگ ان کے یہاں حاضر خدمت رہتے تھے

اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے ملازمین خدمت سے ہمیشہ سبق کے طالب رہتے تھے یعنی ہر وقت تعلیم میں مصروف رہتے تھے یہ تاج دار السلطنت بلخ کے شیخ الاسلام بہت کوتاہ قد اور صغیر الجثہ تھے اور اگرچہ وہ بہت بڑے فاضل اور متمیز اور صاحب علوم کثیرہ تھے اور ان کے سائے ضیا علم میں ان کے مرتبہ کے نہ تھے۔ مگر وہ ظرافت میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے سنیں وہ بہت چھوٹے تھے اور ضیا بہت لمبی۔ اور شیخ الاسلام کو بہت کچھ غرور اور ناز تھا اس لئے انکو اپنے ان سائے سے بہت عار اور ننگ تھی۔ حالانکہ یہ بھی کچھ معمولی آدمی نہ تھے بلکہ بڑے صاحب ہدایت و اعظمت ایک روز اتفاق سے ضیا ان کی مجلس میں پہنچ گئے اس وقت ان کی ہار گاہ قاضیوں اور منتخب لوگوں سے پُر تھی ایسی حالت میں نہ انکو پوری تعظیم ہی کرتے ہیں اور نہ انہوں نے بالکل ترک تعظیم کو مناسب سمجھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنے سائے کی تعظیم کے لئے آؤ حاقیام کیا پس جبکہ ضیا نے ان کے اندر اتنا تکبر دیکھا تو ان کو فوراً ایک بھلی کہہ کر شرمندہ کیا جسکے وہ مستحق تھے اور انہوں نے ان پر ایک پھینکتی کہی یعنی انہوں نے کہا کہ جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں۔۔۔۔۔۔ ذرا اپنے سرو کی مانند لمبے قد میں سے کچھ اور بھی کم کر لیجئے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ ایک تو ماشا اللہ آپ کا قد ہی ایسا ہے کہ آپ کا قیام بھی مثل اوروں کے قعود کے ہے اس پر آپ نے یہ کیا کہ

نصف قیام کیا جس وہ قیام اور بھی کا عدم ہو گیا۔ بس اس قد کے ساتھ اتنا قیام نامناسب تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اسے عقل کے دشمن التجے ہوش اور عقل ہی کہاں ہے کہ تو شراب پیئے۔ تیرا منہ خوب صورت بھی تو بہت ہے اس پر کالا۔۔۔۔۔۔ پٹکا بھی لگائے۔ تیری یہ حرکت نہایت نازیبا ہے کیونکہ جلسیوں کے چہرہ پر کالا پٹکا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ موجب تمسخر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بے عقل ہو کر شراب پینا ہرگز مناسب نہیں پس تجھے شراب خواری ترک کرنی چاہیئے کیونکہ اگر تو شراب پیئے گا اور اس طرح ظلمت کا طالب

ہوگا تو تیرے اندر نور پیدا نہیں ہو سکتا۔ خیر اگر عقل وافر ہو اور ایسی حالت میں شراب پی لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ دن کے وقت سایہ تلاش کرتے ہیں مگر تو بے عقلی کی حالت میں شراب پیتا اور گویا کہ شب ابر میں سایہ ڈھونڈتا ہے۔ کس قدر حماقت کی بات ہے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ شراب حرام ہے نہیں بلکہ وہ حلال ہے لیکن اگر عوام کے لیے حلال ہو تو طابان خدا کے لیے حرام ہی ہوگی۔ (فائدہ: اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت نے اس کی تفصیل کی ہے کہ عوام کے لیے حلال اور خاص کے لیے حرام ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گو شریعت نے اسے مطلقاً حلال کیا ہے مگر خواص کو چاہیے کہ باوجود اعتقاد حلت کے اس کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو حرام کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور اس کو نہایت سختی اور انتہام کے ساتھ ترک کریں کیونکہ وہ عقل کو کھو کر حق سبحانہ سے غافل کرنے والی چیز ہے) عاشقوں کی شراب تو خون دل ہوتا ہے اور ان کی نظر تو بجائے ساغ کے راہ اور منزل محبوب پر ہوتی ہے ایسے رستہ اور اس قدر خوف ناک سامان یعنی راہ آخرت میں اور ایسی ناقص عقل رہنا اور اس پر طرہ یہ کہ تو اس ناقص رہنمائی آنکھ میں اور خاک جھونکتا ہے اور قافلہ کو بالکل ہی تباہ اور اس کو مارا و لا ست سے گمراہ کرنا ہے۔ یہ امر نہایت ہی نازیبا ہے اسے شراب تو بڑی چیز ہے۔ میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کی روٹی کھانا حرام اور

قابل افسوس ہے نفکے سامنے تو مجھ سے کی روٹی رکھنی چاہیے اور اس دشمن راہ خدا کو خوب ذلیل کرنا چاہیے کیونکہ چور کے لیے منبر مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کو تو سولی پر چڑھانا چاہیے اور چور کا تو ہاتھ کاٹنا پسند ہونا چاہیے اور اس کو کاٹنا چاہیے لیکن اگر تو اس کا ہاتھ نہ کاٹ سکے تو حم از کم اس کے ہاتھ باندھ دینے چاہئیں کیونکہ اگر تو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا تو وہ تیرے ہاتھ باندھ دیگا اور اگر تو اس کے پاؤں نہ توڑے گا تو وہ تیرے پاؤں توڑ دے گا پس اپنے ہاتھ پاؤں

بچانے کے لیے اسکے ماتھ باندھنا اور پاؤں توڑنا لازم قرار پایا۔  
 بھلے مانس! تو دشمن کو شراب پلاتا اور گنے کھلاتا ہے یہ کیوں! ارے اس  
 کہہ کہہ کیسے شراب اور کیسے گنے۔ زہر پی اور خاک کھا۔ یہ کہہ کر اس نے جوش غیت  
 سے گھرے میں پتھر مارا۔ اور وہ ٹوٹ گیا اس پر غلام گھڑا پھینک کر بھاگ گیا۔ اور  
 اس طرح زاہد کے قبضہ سے نکل گیا۔

### زفتن امیر ختم آلودہ برای گوشمال زاہد

ایسے وقت میں ہمارے زاہد کو سزا دینے کے لئے آیا

زفتن شیش میر و گفتش بادہ کو  
 (غلام) ایک ہاتھ پہنا اور دوسرا ہاتھ بکارت پر رکھا  
 میر حوالہ کش شد و بر جست راست  
 امیر آگ بیجا ہو گیا اور سیدھا آٹھا  
 تابا بدیں گز ز گراں کو بزم سرش  
 تاکیں اس بھاری گزشت اس کا سر تھوڑا  
 اجزا را گفت یک یک پیش او  
 اس نے ایک ایک کر کے ٹکے ساتھ ساتھ نقد کر دیا  
 گفت شما خاندان زاہد کجاست  
 برو دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟  
 آں سر بے دانش مادر غرض  
 وہ سر جو بے عقل، مادر غلط کا ہے

اوجہ داند امیر معروف از سگی  
 وہ بھائی کا حکم کرنا کیا مانے؟ لگتے ہیں سے  
 تابا بدیں سا کوس خود را جا کند  
 تاکہ اس کو سے اپنی جگہ بنائے  
 کو ندارد خود ہنر الا ہماں  
 وہ خود ہنر نہیں دیکھتا ہے، ہنر اس کے  
 او اگر دیوانہ است و فتنہ کاؤ  
 وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز  
 تا کہ شیطان از سرش بیرون رود  
 تاکہ اس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے  
 میر بیرون جست و دیو سے بدست  
 ایسے باہر نکلا، اور گرد ہاتھ میں تھا  
 طالب معروفی ست و شہسری  
 نام گوری اور شہسرت کا طالب ہے  
 تا بجز نے خوش تن پیدا کند  
 تاکہ کسی عیب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے  
 کہ سلسلے میں کند یا این و آن  
 کہ ہمارے سلسلے سے ملنا ہی کرنا ہے  
 دار و دیو دیوانہ باشد کیر کاؤ  
 دیوانہ کی دعا، میں کا آواز تاس ہے  
 بے لبت خرمند گاں خروں کو  
 گمراہ کلاموں کی مار کے بغیر کب ہوتا ہے؟  
 نیم شب آمد بزا ہدیم مت  
 زاہد کے پاس آدھی رات کو دھڑکی جی میں

زفتن۔ غلام ہمارے  
 امیر کے پاس پہنچا اور اس نے  
 اس کو ساتھ ساتھ نقد کر دیا  
 تانہاں۔

اچھے آدمی نے نقد سے  
 کہا وہ زاہد خود گناہ ہے اس  
 کو آخر بالمدد سے کیا  
 واسطہ اور معصیت کا  
 طالب ہے۔ جاگتہ رہتا ہے  
 اس کو ہنر صرف دیکھنے  
 کو کہتا ہے۔ نقد کا فتنہ  
 کرنے والا ہے۔ جو دیو  
 فتنہ سے کہ اس کا فتنہ بنا  
 یا جاتا تھا۔ بے لبت گویا  
 لائق کے بغیر کہ ہوتا ہے۔  
 لے تیر امیر فتنہ میں  
 ہنر کا تھا۔ تو اس۔ تانہاں۔



خواست گشتن مرد زادر از چشم  
مست سے راجہ کو ارغاسا پا  
مرد زاد ہی مشنود از میراں  
راجہ اب ان ایسے دہشہ دوتا  
گفت درو گفتن ز شتی مرد  
دوہا ان کی بڑاں منہ درنہ  
روی باید آئینہ وار آہنیں  
آئینہ جیسا رہے کائنات ہاچے

مرد زاد گشتن نہاں زیر شمش  
راجہ انان اُن کے بچے چنب می  
زیر شمش اُن زن تاباں نہاں  
زنی بچے ہاں کی اُن کے بچے مہیا ہوا  
آئینہ تانکہ درو اسخت کرد  
آئینہ کر سکتا ہے جس نے منہ کو سخت کر لیا ہے  
تات گوید روی زشت خود ہیں  
تاکہ تجھ سے بچے گا ایسا جتنا بچہ دیکھ

حکایت مات کردن و لقا سید شاہ ترند را  
ایک سفر سے کی تید شاہ ترند کسات دینے کی حکایت

شاہ باو لقا می شطرنج خت  
بادشاہ نے سفر سے کہا شطرنج کی بازی لگاؤ  
گفت شہ شہ واں شہ کبر آورش  
اُس نے فرمایا کہا اور وہ شہ کبر بادشاہ

مات کردن زود چشم شہ تباخت  
لئے اُس شاہ کو مات دیں بادشاہ کا غصہ پیدا ہو گیا  
یک ایک اں شطرنج میز بر شمش  
شطرنج کا ایک ایک میز اُس کے سر پر لگاتا تھا

گمگیر اینک شہت اے قلباں  
کراسے دقت اے یہ جبری شہ ہے  
دست دیگر بافتن فرمود میر  
امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا  
باخت دست دیگر و شہ مات شد  
دش نے دوسری بازی لگی اور بادشاہ کو تباخت  
بر جمید اں دلقک در گنج رفت  
وہ مسخرا کرنا اور گورنہ میں چلا گیا  
زیر بالشہاد زیر شمش مند  
نیکوں کے بچے اللہ بچے نندوں کے بچے  
گفت شہ ہے چہ کردی ہیست  
بادشاہ نے کہا بائیں ہیں تم نے کیا کیا یہ کیا ہے  
کے تو اں حق گفت مجز زیر لقا  
حق دات امان کے نیچے کے ملادہ کب بھی بائیں

صبر کراں دلقک گفت اللال  
اُس سفر نے صبر کیا اور پہنا ہوا  
اوجناں لکڑاں کہ عور از ز مہر پر  
وہ اس طرح کا نسا ہے کہ شاہانہ سے  
وقت شہ شہ گفتن و میقات شد  
شہ شہ کہنے کو دست اور جگہ آگئی  
شش ندر خود و فلند از ہم گفت  
لورنا عورت سے ہندہ سے اپنے اور بڑاں لے  
خفت نہاں تاز ز فجم شہ زہد  
چمپ کرین می تاکہ بادشاہ کی مارے نہات پکا  
گفت شہ شہ شہ اے شاہ گزیر  
ہوا اے منتجب شاہ اے شہ شہ شہ  
باچو خوشم اور آتش سما  
آپ بچے فیصلے آگ کے اندر دے کے مانتے

زیر شمش زاد ہماگ کر اُن  
کی تیس ہائے ہاں کی ہاں  
میں چمپ گیا اور ہاں میں  
کی تیس ہاں میں ہاں ستار ہا  
گفت لہا لے اپنے دل  
میں کہا کہ کسی کے منہ پر تکی  
کرنے کے آئینہ کا مارو  
ہاچو جہا چلے تاکہ اُن  
کے آئینہ رو ہے بتاتا تھا  
لہا حکایت اس حکایت  
میں یہ بتایا ہے کہ سفر سے  
نے نندوں میں ہاں کر لقا  
کر لقا ہا تاکہ ہاٹ سے  
ہا کے دلقک مسخرا  
مات کردن مسخرا لقا  
کو ہوا دلقک مسخرا  
ہا کے کی حق کہنے کے لقا  
شہ کبر بادشاہ کی  
شطرنج میں شطرنج کے تباخت  
لہا گمگیر بادشاہ سفر کے  
سفر شطرنج کے تباخت  
تھا اور کہتا تھا کہ اے تیری  
شہ ہے لقا تباخت  
دست دیگر دوسری بازی  
خود لقا وقت شہ  
سفر کے لقا کہنے کا  
وقت لقا ہا جہا سفر  
ہماگ کہ ایک گزیر میں ہند  
نندے اپنے اور ہماگ کر  
لہا گیا  
لہا گفت شہ بادشاہ نے  
دراخت کیا یہ حکایت ہے  
گفت سفر سے کہ شہ  
کہنے کے لقا میں ہا  
گیا ہوں کے تو اں مسخرا  
آوی سے حق بات ہا  
میں گزیر میں ہا ہا  
درو ز فجم ہاٹ کرنے  
ہا ہے

اے تو مات و من ز زخم شاه ت  
آپ ارے اوریں شاہ کی ارے ارا  
میز خرم شہ ز زخم ز رختہات  
میں پڑوں کے بچے سے کچھ شہ کہتا ہوں

آدن امیر بدرخانہ زاهد و بہ لکد کو فتن در  
امیر کا زاهد کے دروازے پر آکا اور لاقوں سے دعا لے کر پیشا

وز لکد برد زردن و زوار و گیر  
دروانی پر او تیں مانے سے اور پور و کدے  
کالے مقدم وقت عفو ست و رضا  
کسے پیشو! سانی اور دینی چوہا کا وقت  
کمترست از عقل و فہم کو دکا  
بچوں کی عقل اور سب سے کم ہے  
واندراں زہدش کشائے ناشر  
اور اس زہد میں اس کو ربط حاصل نہ ہوا

کار ہا کردہ ندیدہ مزد کار  
لام کے، کام کی مزدوری نہ دیکھو  
یا نیامد وقت پاکش از قدر  
یا قدر (خداوندی سے جملے کا وقت نہیں آیا)  
یا جزا وابستہ میقات بود  
یا بدلہ، وقت متوازن سے وابستہ تھا  
کاندیں فادی پر خون کیست  
کہ وہ اس خزانہ کا مادی میں یکس چہ  
زودترش کردہ فرو افکنده نج  
نقد بنائے ہوتے ہے ہرٹ نکائے ہوتے ہے  
نیش عقل کو کھلے پے برد  
نہیں عقل ہے، کہ وہ شرک کا ش کرے  
کار در کوکست تانیکو شدن  
معاذ شیک ہوتے تک نہ دم میں ہے  
کہ نہادش مغیر سراز عشق بہت  
کیونکہ عقل کے عشق سے انکے سر میں گواہیں ہا

چو ش محلہ پرستان زیبا ہی  
جب امیر کی اہر سے متد ہر یک  
خلق میں جست از چپ و راست  
دائیں اور بائیں سے دیکھ باہر اعلیٰ آئے  
مغیر او شکست و غفلت میں زہا  
اس کا داغ خشک ہو گیا ہے احباب کی عقل  
زہد و پیری ضعیف بر ضعیف آمدہ  
زہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آگئی

رنگ دیدہ گنج نادیدہ زیار  
انہ کے مختلف برداشت کی ایک خواہش نہ دیکھ  
یا نبوداں کار او را خود گہر  
یا تو اس کے کام میں خود جوہر نہ تھا  
یا کہ بوداں سخی چوں سخی جہود  
یا اس کی کوشش، جہود کی کوشش کیوں تھی  
مرو را در دو مصیبت میں است  
پیش کے ہے ۷ درد اور مصیبت کا نوحہ  
چشم پر درد و نوشتہ او بہ نج  
آنکہ درد سے پہلے وہاں گوشہ نہیں ہے  
نے یکے کمال کو را غم خورد  
ذکوئی آنکہ اس کا دل پر کوشش کی فکر کرے  
اجتہاد سے میکند با دم فلن  
دہم ادگان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے  
زناں ترش دوست تادیدار دوست  
اسی نے دوست کے چنانہ کا دست انکے لئے تھکا

تھ چن متد۔ امیر کے  
خود فرما اور زہاد کے  
کاروں پر باتیں اچھے  
متد کے آدھان ہر گئے۔  
نقد میں پیشو متد کو ناہکا  
داغ خشک ہو گیا ہے ایک  
قرعہ پا پر زہد میں لے  
ہم کو مزہ کر دے اور پھر  
نہر کا دل میں بند کی گئی  
کاری نہیں ہوئی ہے۔  
لے تاج۔ زابہ کے عجیبی  
آٹھائیں اور ایک کھ کے پیش  
دیا ہے صحت کی ہے اور  
اسی تک کوئی خود روی نہیں  
لی ہے خود کریم ہی اس کی  
جلالت میں خاص تھا۔۔۔  
یا تباد۔ اہمادت کو متقبل  
ہوئی ہے اور ہر کا وقت نہیں  
آپ کے لیے خود جہود کی  
معاذت بیکار ہے ترقی۔  
اس زہاد کو تو ہی کیا مصیبتیں  
کالی ہیں آپ اور کمال صحت  
میں ہاتھ ہیں۔ تو یہی غفلت  
راہ مشق۔  
۵۵ چشم۔ وہ اس کی تک  
میں گوشہ نہیں ہے تھی پڑ  
کمال صحت چشم۔ تک۔  
بزد کو پوسکا ہے کہ =  
کسی سلسلے تک کی گئی  
میں کہا گیا ہے۔ نقد پر کر  
اور اس کا ہاتھ ہستی سے  
عشق ہے اس نے شاہد  
کی منزل میں سے دور ہے۔



تھے بہت ہی خاصہ بہ  
 جب تک مزہ مشاہدہ کا  
 نہ ہوتا تھا اور اگر مخصوص  
 حبیب میں سے نہ ہوتے ہیں  
 کیفیت میں ہی بہتر ترست  
 انسان دنیا کی صحبت کی  
 سے اپنے آپ کو ہٹا کر  
 رہے تین کی کیفیت تمام  
 مصائب کی جڑ ہے۔ انکار  
 اختیار اور بزرگ جہاد میں  
 خدا ہوتے ہیں ان کی ہر  
 کو قربت ہے ہر سالاک ہر  
 انسان اس سیرت پر جان  
 دیتا ہے جس کی ہے۔  
 لے لے نکسار و حق میں  
 ہر ماں کا ہر ماں کا ہے  
 راجح جس کے سر اور ہر  
 ہر قربان ہر ماں کا ہے۔  
 مروت حق اس راستہ پر قربان  
 ہر سے کیوں نہ لگایں  
 حاصل ہوتی ہیں مشرق میں  
 حق تسلط۔ یہاں دنیا میں  
 پر غرض کسی دیکھ کر نہ پڑا  
 فریضہ ہوتا ہے جس میں مروت  
 مروت کو قربت ہے اور اپنے آپ  
 کو نہ کر دیتا ہے ہر سیرت  
 ہے کہ انسان ہے آپ کو قربان  
 میں ہر حق میں نہ کر دے  
 دوسری نہ کر دے دوسری  
 نہ کر دے تو نہ ہر مشق ہوتی  
 ہے نہ مشرق میں راجح ہوتی  
 مشرق کی کیفیت سے ہوتی  
 دیکھ کر قربت حق ان کی  
 فریضہ میں ہر مشرق میں  
 واجب مشاہدہ۔  
 تھے حق ہوتی ہر سیرت کرنے  
 دے مشق حق ہر مشق پر  
 سیرت طاری رہتی ہے اور  
 نہ ہر ماں ہر ماں ہر ماں  
 حق میں ہر ماں ہر ماں

باز خود پیدا شد کے اس جبریل  
 بہرہ جبریل خود ردنا ہوتے  
 ہمچنین می بود تا کشف حجب  
 پردہ کھلنے تک ہیں ہر زار ہوتا  
 بہر ہر محنت جو خود را می کشند  
 جبکہ ہر محنت کی وجہ سے اپنے آپ کو زار لے ہیں  
 از فدائی مردمان را حیرت  
 قربان ہوتے ہر لوگوں کو حیرت ہے  
 لے خنک نکو فدا کرد دست حق  
 رد قابل ہر کربا ہے جس نے ہر قربان کر دیا  
 مرد حق باے فدای ایں نیست  
 بہر حال مروت اس میں ہر قربان ہے  
 عاشق و معشوق و عشق یزوم  
 عاشق اور معشوق اور اس عاشق ہمیشہ  
 در جہاں ہر کس فدای آں نیست  
 دنیا میں ہر شخص اس میں ہر قربان ہے  
 کشتنی اندر غریبی یا مشرق  
 غریبی یا مشرق میں مروت (ہا ہے)  
 یا کز ایں از موات اهل الهوی  
 لے میرے ہر ماں! اہل مشق ہر رسم کر دے  
 عفو کن لے میرے سختی او  
 لے امیر! ان کی مشق کو صاف کر دے  
 تا از جرمت ہم خدا عفوے کند  
 تا کہ خدا میری عطا ہی صاف کر دے  
 تو غفلت بس بگویش کشت  
 تیرے غفلت سے بہت سی تخلیق توڑی ہیں  
 عفو کن تا عفو یابی در جزا  
 صاف کر تا کہ مجھے میں تو صافی حاصل کرے

کہ ممکن ایں لے تو شاہی بربیل  
 کہ لے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجے  
 تا یابیدگان گہر را و از حجب  
 یہاں تک کہ انھوں نے حبیب سے ہر قربان ہوا  
 اصل محنت ہاں اس خوش کشند  
 یہ محنت کی جڑ ہے انکو کیے بربیل کر دے  
 ہر کیے از فدا لے سیرت  
 (صاف کر) ہم سے ہر ایک ایک محنت پر قربان  
 بہر آں کار زرد فدای آں شدن  
 اس کام پر ہر قربان ہر محنت کے ہوتے ہیں  
 کا نہ روضہ زندگی در کشتن است  
 جس میں نہ ہر جانے ہیں سبکدوش نہ ہر  
 در دو عالم بہرہ مند و نیک نام  
 در دنیا جہاں میں نصیب در اور نیک نام  
 کا نہ راں زہ صرف عمر و کشتن است  
 کہ میں را میں مروت ہر ماں ہر ماں  
 کہ نہ شائق ماند آنچہ نے مشوق  
 کہ نہ دواں نہ مشاق رہتا ہے نہ مشوق  
 شاکھ و مرقہ التوی بعد التوی  
 انہی حالت پاکت کے بعد پاکت کے گناہ پاکت  
 در نگر در درد و بدبختی او  
 جس کے درد اور بدبختی پر نصیر  
 زلت را مغفرت در آگند  
 قریب لغزش کو صاف کر دے ہر  
 ہر امید عفو دل در بستہ  
 صاف کر تا کہ امید دے دل وابستہ کیا ہے  
 می شگافد موقدر اندر سزا  
 تقدیر (خداوندی) سزا میں مروت کر دے

[illegible]

قطب تک اسے لے گا۔ درنگ  
 نہ کرے۔ ہر لمحہ میں جتنے کام  
 اور کام سزاوارتھے یا زبردست۔  
 صحت و شریف سے (دعا خواہ  
 فی ارضی یومکرم من فی ارضی  
 ارمینہ) ہاں پر دم کر رہی  
 ہوں۔ ہر دم کر رہی ہوں  
 اے درخشاں میں رونے  
 کی فطرت ہے بہت سے  
 قصہ کہے ہیں۔ جی لگا رہی  
 لیکن یہ مشکل ذرا غم آفرین

**شرح** وہ غلام زاہد کے پاس سے بھاگ کر امیر کے پاس پہنچا۔ امیر نے کہا کہ شراب کہاں ہے اسٹل الف سے نیکوئی؟ تم سارا قصہ مفصل کہہ دیا یہ واقعہ سنکر امیر غصے سے آگ ہو گیا اور بے تابانہ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ چل بتا اس زاہد کا مکان کہاں ہے۔ تاکہ میں اس سارے گمراہ سے اس کا سر یعنی وہ سر کوٹوں جو عقل سے خالی اور بدمعاش ہے (مادر غرایگ لکھنے اور غیر زن فاحشہ کو کہتے ہیں) وہ اپنے کتے پن کے سبب امر بالمعروف کیا جاتے اور وہ کسی کی اصلاح کیا کرے گا وہ تو خود قابل اصلاح ہے کیونکہ ریاکار اور طالب شہرت نام ہے اور مقصود اس کا یہ ہے کہ اس فریب گلوگوں کے دلوں میں گھر کر لے اور لوگوں پر ظاہر کر دے کہ میں کچھ ہوں حالانکہ واقعہ میں اس میں کوئی خوبی بھی نہیں۔ مجھ سے اسکل کہ وہ لوگوں سے دھوکہ بازی اور بناوٹ کرتا ہے وہ اگر دیوانہ ہو گیا ہے اور خواہ مخواہ فتنہ اٹھاتا ہے۔ تو میں اس کا کیر گاؤں سے علاج کروں گا کیونکہ دیوانوں کا علاج کیر گاؤں ہی سے ہوتا ہے (فاٹک: کیر گاؤں سے مراد بیل کا عضو تناسل ہے جو کہ بجائے کوڑے اور ہنٹر کے استعمال کیا جاتا تھا) تاکہ شیطان اس کے سر سے بالکل نکل جائے۔ وہ بدوں سزا کے ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ گدھے بدوں گدھے والوں کی لاتوں کے نہیں چلتے۔

الغرض وہ امیر باہر نکلا۔ گزر اسکا ہاتھ میں تھا اور آدھی رات کے وقت شراب کے کسی قدر مخمور زادہ کے مکان پر آیا۔ اور چاہا کہ مرد زادہ کو مارے غصہ کے مار ڈالے لیکن وہ خوف سے اُون کے نیچے چھپ گیا اور رستی بٹنے والوں کی اُون کے تلے چھپا ہوا امیر کی گفتگو سن رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ آدمی کی بُرائی کو اس کے منہ پر کہہ دینا آئینہ کا کام ہے جو نہایت بیباک اور دلیر ہے اور آئینہ کی طرح لوہے کے منہ کی ضرورت ہے کہ تجھ سے کہے کہ اپنا برا منہ دیکھ یعنی اس کام کے لیے بے ہاکی اور جرأت کی ضرورت ہے اور مجھ میں یہ بات ہے نہیں۔ اسلئے میں معذور ہوں۔

اب مولانا اسکل مناسب ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس زادہ کی ایسی مثال تھی جیسے دلقک کی اور قصہ اس کا یہ ہے کہ بادشاہ دلقک کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا۔ دلقک نے بادشاہ کو مات کر دی اسکل بادشاہ کو غصہ آگیا۔ دلقک نے حسب عادت شطرنج بازوں شہ شہ کہنی شروع کی۔ یسٹنکر معزور بادشاہ نے شطرنج کے مہرہ لے کر ایک ایک کو مہرہ ان کے سر میں ٹھونکنا شروع کیا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لے یہ ہے تیری شہ۔

دلقک نے اس مصیبت پر صبر کیا اور کہا کہ حضور مجھے امان دیں۔ خیر یہ قصہ ختم ہو گیا اور بادشاہ کا غصہ جاتا رہا۔ اسکل بعد بادشاہ نے کہا کہ اچھا اب مجھے پھر کھیلو۔ وہ یسٹنکر لیں کانپنے لگا جیسے سخت جاڑے میں ننگا آدمی کانپتا ہے لیکن مجبوراً اُسے کھیلنا پڑا اور بادشاہ کو پھر مات ہو گئی اور شہ شہ کہنے کا وقت آیا اس وقت وہ اچھل کر ایک کونہ میں گیا اور دھاڑیں مار کر خوف سے اسکل اپنے اوپر چھ مہرے ڈال لیے اور وہ بادشاہ کی مار سے چھپنے کے لیے چھ مہرہ کے فرشوں کے نیچے چھپ رہا۔ بادشاہ نے کہا کہ ارے یہ کیا حرکت! اسکل کہا کہ حضور والا شہ شہ شہ شہ۔ جناب اصل بات یہ ہے کہ آپ کے غصہ وراور آتش لباس شخص کے سامنے حق بدوں لحاف کے نہیں کہا جاسکتا۔ پس چونکہ میں نے آپ کو بات کی ہے



اور آپکے مار سے مجھے اسلئے میں آپکو۔ فروش کے نیچے سے شہ شہ کرتا ہوں۔  
[خاندانہ: محشین نے شہ شہ کو بضم شین منضبط کہا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک  
یہ لفظ بفتح شین بمعنی مات ہے۔]

خیں یہ قصہ تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ جب امیر نے بہت کچھ شور و شغب کیا  
تو اسکی شور و شغب سے لوگ اکٹھے ہو گئے اور حملہ لوگوں سے بھر گیا۔ اور انہوں نے خوشام  
گرفنی شروع کی اور کہا کہ حضور یہ موقع معافی اور رضامندی کا ہے آپ اسے معاف کر دیجئے  
کیونکہ اسکی دماغ میں خشکی آگئی ہے اور اس زمانہ میں اسکو اتنی بھی سمجھ نہیں ہے  
جتنی کہ بچوں کو ہوتی ہے اسلئے کہ اول تو وہ زائد ہے اور دوسرے بٹھا ہے ایسے اس  
میں دو نا صنف آگیا ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زہد میں اسکو بسط نہیں ہوا ہے  
بلکہ ہنوز قبض میں مبتلا ہے کیونکہ تکلیف تو اسکی اٹھائی مگر دولت وصال کے  
ہنوز میسر نہیں ہوئی اور اسکی کام تو کیا مگر صلہ اسے نہیں ملا خواہ اسکی وجہ یہ ہو  
کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہے اور یا یہ وجہ ہو کہ ابھی ثمرہ مرتب ہونے کا وقت نہیں آیا  
بنامیس یا تو اسکی سعی کوشش کفار کی طرح بے سود ہے یا بے سود تو نہیں مگر  
اسکی جزا ایک وقت خاص سے متعلق ہے خیر کچھ بھی ہو وہ اس وقت تک کام  
مزدور ہے اور یہ تکلیف اور یہ مصیبت ہی اسکی لیے کافی ہے کہ وہ اس داوی پر  
خون میں بیکس ہے۔ اور اسکی آنکھیں درد سے پڑ ہیں۔ اور وہ ایک گوشہ میں  
بیٹھا ہوا ہے اور غصہ سے منہ چڑھائے ہوئے اور ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے اور نہ  
کوئی اسکی آنکھوں میں سرمہ بصیرت لگانے والا ہے کہ اسکی اسکی باطنی آنکھیں کھلیں  
اور نہ اسے اتنی عقل ہے کہ وہ خود کوئی سرمہ معلوم کرے۔ غرض کہ وہ محض دہم اور ظن  
کی بنا پر مجاہدات کر رہا ہے اور جب تک اسکی حالت درست نہ ہو جائے اس وقت  
تک وہ بیت و لعل میں گرفتار ہے اور اسلئے ہنوز اسکی لیے حصول وصال کی کوئی توقع  
ہی نہیں ہے کہ عشق پرست (راحت و لذت میں ان کا مغز سرختم ہو گیا ہے کیونکہ کبھی  
تو وہ خدا سے شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بس ہمارے حصہ میں تو آپکے یہاں سے

صرف رنج آئی ہے اور خوشی ہماری قسمت ہی میں نہیں ہے اور کبھی اپنی قسمت سے لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ تو عودج کر رہے ہیں اور ہم لاچار اور مجبور ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبِ دوا جو شخص بُورنگ (راحت و لذت) میں

گرفتار ہوتا ہے خواہ وہ زائد ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ پریشان رہتا ہے اور جب تک وہ اس تنگ مقام سے باہر نہیں نکلتا۔ اس وقت تک وہ خوش خلق اور عالیٰ حوصلہ نہیں ہوتا۔ اسی لیے ضرورت ہے کہ حل مشکل اور حصول مقصود سے پہلے زائدوں کو تلوار یا استرہ کچھ نہ دیا جائے کیونکہ وہ دل تنگی اور پریشانی کے سبب اور اپنی ناکامیوں کے رنج و غم میں اپنا پیٹ پھاڑ لگا لگائے گا اپنی ناکامی کا سخت صدمہ پہنچو حتیٰ کہ اپنی جان بھریا ہوتا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ آخری ناکامی ضرور رنج کے قابل ہے مگر بشرطیکہ واقعی ہو اور مثل عدم حصول کشف وغیرہ امور غیر مقصودہ خیالی نہ ہو۔ لیکن دنیاوی ناکامیاں اور رنج بری چیز نہیں ہیں بلکہ وہ اچھی ہیں۔ کیونکہ ان سے تذلل اور تسکن اور افتقار کی شان پیدا ہوتی ہے اور جو کوئی کامیاب ہوتا ہے۔ وہ تندخو اور سرکش ہو جاتا ہے۔

[فائدہ: یہ بھی ممکن ہے کہ بے مراد ہلے ایں دنیا سے عدم حصول کشف وغیرہ مراد ہو۔ اور مقصود یہ ہو کہ ان امور غیر مطلوبہ کا حاصل نہ ہونا ہی اچھا ہے کیونکہ ان ناپائیدار نیک منافع و دعویٰ اور غرور پیدا ہو جاتا ہے و یوئید ہذا الاحتمال قولہ ہرکے محبوس است اندر بودنگ۔ گرچہ ورز ہر دست باشد خوش بہ تنگ۔ تا بروں ناپید ازیں کے شود خویش خوش و صدمہ رنج فراخ

خیبر ایہ جملہ تو معترضہ تھا۔ اب ہم زائدوں کے دل تنگی اور ان کی جان سے بیزاری کی تائید ایک واقعہ سے کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ جب صدمہ فراق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے جاتا۔ تو آپ وہاں پہنچ کر اپنے کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کی تسکین فرماتے اور کہتے تھے کہ آپ ایسا نہ کریں۔ آپ کو بحکم خداوندی بہت سی دولتیں ملنے والی ہیں مگر ہنوز ان کا وقت نہیں ہے آپ گھبراہٹیں نہیں اور صبر فرمائیں۔ اس تسکین

سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو گرانے سے رُک جاتے تھے۔ پھر بحر یوریش کو تاقھا تو پھر آپ رنج و غم سے اپنے کو گرانے کا ارادہ کرتے تھے لیکن پھر جبریل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور فرماتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے ایسا نہ کیجئے۔

غرض کہ جب تک حسب دل خواہ کشف حجاب نہیں ہو گیا۔ اور گو ہر مقصود جیب قلب سے نہیں پایا۔ اس وقت تک آپ کی یہ حالت رہی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ جب آدمی عام مصیبتوں کے سبب اپنے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ تو مصیبت فراق حق سبحانہ، تو تمام مصائب سے بڑھ کر ہے اسکو وہ کیونکر جھیل سکتے ہیں۔ لوگوں کو حیرت ہے کہ زابد لوگ کیونکر اپنی جان دیدیتے ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ ان کو یہ حیرت کیوں ہے اسلئے کہ ہر ایک کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی نہ کسی بات پر جان دے رہا ہے اور کسی کو مال مطلوب ہے وہ مال کے لیے جان دے رہا ہے اور کسی کو جاہ مطلوب ہے وہ جاہ کے لیے جان دے رہا ہے۔ لہذا پھر زاہدوں کے جان دینے پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی مقصود کے لیے جان دے رہا ہے۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جو اپنے جسم کو ایسے مقصود کے لیے فنا کر دے جو خدا کرنے کے قابل ہے اور وہ اہل اللہ ہیں جو کہ ایسے مقصود کے لیے فنا کرتے ہیں جس کے لیے جان دینے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں۔

اور یہ عشاق اور ان کا معشوق اور ان کا عشق سب کے سب باقی ہیں اور یہ لوگ دین اور دنیا دونوں میں نیک نام ہیں۔ رہے اہل دنیا سو ان کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے ہر شخص ایک مقصود پر قربان ہے جس کی راہ میں عمر کھونا اور جان دینا ہے اور یہ جان دنیا غروب آفتاب یا شروق آفتاب کے اندر ہے جہاں کہ نہ مطلوب رہے گا اور نہ طالب (مطلب) ہے کہ ان کے عشق کا تعلق عالم ناسوت سے ہے جو عمل طلوع و غروب آفتاب اور فانی ہے اور اسلئے خود وہ بھی فانی ہیں اور ان کے معشوق بھی اور ان کا عشق بھی (واللہ اعلم) خلاصہ یہ ہے کہ عشق بُری بلا ہے اور عشاق کا کام پیہم بلاتیوں میں پڑنا ہے لہذا

ان کی حالت قابلِ رحم ہے پس لوگو! تم ان پر رحم کرو۔

اب مولانا بنا بر استحضار واقعہ امیر کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں اے امیر آپ بھی اس کی مصیبت پر رحم کریں اور اس کی تکلیف اور بد قسمتی پر نظر کریں تاکہ حق سبحانہ آپ کے قصور بھی معاف فرمائیں اور آپ کی لغزش کو مغفرت سے بھریں آپ نے بھی اپنی غفلت کے سبب امر حق کے بہت سے گھڑے توڑے ہیں اور تاہم آپ عفو الہی کی توقع رکھتے ہیں پس آپ بھی اس کا قصور معاف کر دیجئے تاکہ اس کے معاوضہ میں حق سبحانہ آپ کے قصور کو معاف کر دیں کیونکہ جس طرح آپ اس غریب کے مقابلہ میں بال کی کھال نکالتے ہیں یوں ہی حکم الہی آپ کے مقابلہ میں بھی بال کی کھال نکالے گا۔ پس آپ موشگافانِ تقدیر کو نظر انداز نہ کیجئے اور ان کا لحاظ رکھئے اور ہماری نصیحت کو خوب اچھی طرح سن لیجئے!

اس گفتگو کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا! اب پھر اس امیر کا قصہ سنو کہ اسٹیشن انہیں کیا جواب دیا۔ تاکہ اس واقعہ کی تم کو بخوبی اطلاع ہو جائے۔

(فائدہ: واضح ہو کہ ہم نے عفو کن اے میرے سختی اور الخ کو خود مولانا کی سفارش قرار دیتا ہے اور اس کے تین قرینہ ہیں قرینہ اول سفارش عام ہے جو مولانا نے یا کرامی ارعما اہل النوی الخ سے فرمائی ہے اور قرینہ دوم اختلاف طرز سفارش ہے کہ لوگوں کی سفارش میں خوشامد کا رنگ ہے۔ اور اس سفارش میں شان ارشاد غالب ہے اور تیسرا قرینہ مولانا کا قول باز بشنو قصہ میراں دگر الخ سے جس معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک گفتگو خود مولانا کی تھی واللہ اعلم)

جواب گفتن امیر مرآں شفیعیان ز اہدرا کہ گستاخی چرا کردو  
 امیر کا آن نام کے سفارشید کو جواب دینا کہ اس نے گستاخی کیوں کی؟  
 شہسوی مارا چرا بشکست من ویریں باب شفاعت قبول  
 اور ہمارے غصہ کیا کیوں نرؤی؟ میں کس بیٹے میں سفارش قبول  
 نخواہم کرد کہ سو گند خورده ام کہ سزای او بدہم  
 بدوں کہ میں نے قسم کھان ہے کہ اس کو سزا دوں گا

میر گفت اکل کیست تانگے زند  
 امیر نے کہا کہ کن بڑا ہے کہ پتھر اسے  
 چوں گند سازد ز کویم شیر ز  
 جب حجرے کو بے ز سرخیز گندا ہے  
 بلکہ بگذازد ز ہیبت پنجر را  
 بلکہ خوف سے پنجر کو چھڑ کر مالت ہے  
 بندہ مارا چسرا آژرد دل  
 اس نے ہمارے تمام دل کیوں دکھایا؟  
 شہرت کاں بز خون اکسنت  
 وہ شراب و اس کے خوف سے بہتر تھی من کی باری  
 یک جل از دست من او کے زرد  
 لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بھاگے گا؟  
 تیر قہر خویش بر پزیش زخم  
 میرا اپنے قہر کا تیرا اس کے ہنسا پر اداں گا  
 و رشود چوں مایہ اندا آبہ  
 اگر وہ چوں کہ طرح بان مائے منس جائے  
 جان نخواہد برد از خمیر من  
 وہ میرا خواہے جان نہ بھاگے گا  
 گر زود در رنگ سخت از گوشم  
 اگر میری گوش سے نکال کر سخت پتھر ہاتھ  
 من برانم برتن او ضربتے  
 میں اس کے جسم پر ایسی ضرب دوں گا  
 کہ بؤو مرد بگراں راعبہ تے  
 جو مردوں کے لئے راعبہ، عبرت ہوگی

لے تیر گنت سفارشید کے  
 جوابی امیر نے کہا کہ اس  
 لہذا کہ میرے بہت ہوتی کہ  
 میری کئی ہندو میری کار  
 دشیر ہی کہ ہے توڑتا  
 ہوا گند تپے بکوفہ ہے  
 اپنے پنجے چھڑا ہوا ہے  
 میرے سامنے اندھا ہو گیا  
 میں نے کہا کہ جہاں اس نے  
 میرے قدم کو تاپا لیا ہے  
 کے سامنے خرمندہ کیا۔  
 لے عکرت مایہ منس  
 شراب بہاں جڑا کے غوی  
 سے میں نہاں قسمت کی تھی  
 ادب بندہ کر عکرت کی تھی  
 مگر کس کی بیکت تھی  
 میرے ہاتھ سے ہی میکہ  
 اگر یہ بدہم ہی کر لے گا تو  
 ہی تیرے کہ کہ کہ کہ کہ  
 و رشود ان کی ہی کہانی  
 گئے میرا قہر وہاں ہی  
 کو دہا کرے گا۔  
 لے جان خرمندہ وہ عہ  
 کوئی میرے کہے کہ میرے ہی  
 نہ ہائے کہ کہ کہ کہ کہ  
 پتھر کے زلزلے گئے ہیں  
 ہی کہان سے ہی صل  
 لے خرمندہ۔ ار کہ کہ کہ  
 اس کا چنا کہ کہ کہ کہ کہ  
 مہرت حاصل کر ہی ہے اور  
 ان کو ایسی گستاخی کی جرات  
 نہ ہوگی کہ کہ کہ کہ کہ  
 ہم تیری اندھا بنی ہے

اور۔ مگر یہ اس نے اپنے غیور  
کا تاش کیا ہے سب سے تو  
مگر اتنا تھا مجھ سے جس نے  
مغری زرق اب اس کو اور  
اس سے یہ سیکڑوں کو سزا دینا  
تھیں اس ابیر کو اس قدر  
آرام تھا کہ اس کے منہ سے آگ  
کے نکلنے لگی تھی۔

کارا و سالوس و زرق و جلیست  
اس کو کام کر اور فریب اور جلد ہے  
باہم سالوس و باہامیہ ہم  
سب کے ساتھ کر اور ہمارے ساتھ ہی  
برسرش چنداں زخم گرز گراں  
بھاری گرز اس کے سر پر اتنے آدرش  
خشم خونخوارش قدہ بد سرکش  
اس دیکر کا خونخوار غصہ ہے تابور دیکھا

ایک مقصودش بیان شہریت  
لیکن اس کا مقصد شہرت کا ہر کرنا ہے  
راوا و صد جو او اس دم دم  
ہیں اس کا اور اس جیسے سیکڑوں کا ابی اضافہ  
کو شمشیروں زود جان زرواں  
کوش کے ہم سے روح ادا مان باہر نہیں ہے  
ازدہاںش می برآمد آتش  
اس کے منہ سے آگ نکلی رہی تھی

## ش

امیں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے گھر کے کو پتھر مار کر توڑ دینے والا  
کون ہوتا تھا اور اس کیوں توڑا۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ جب  
ہمارے کوچہ شیر زگزرتا ہے تو وہ بھی بہت ڈرتا ڈرتا گزرتا ہے۔ بلکہ ہمیت سے  
اپنا پنجہ ہمارے کوچہ میں چھوڑ جاتا ہے یا یوں کہو کہ اپنا زور اور سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور اٹھا  
ہمارے قہر کے سامنے چوٹی ہو جاتا ہے اور باوجود اس کی اس کی میری گستاخی کی پس  
وہ ضرور قابل سزا ہے آخر اس کی ہمارے غلام کو کیوں ستایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو  
اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ ہم اسے ضرور سزا دیں گے اس کی وہ شراب  
گرائی جو کہ اس کی خون سے بہہ رہی تھی۔ پھر اس کا خون کیوں نہ بہایا جائے اس کی گستاخی  
کی۔ مگر اب عورتوں کی طرح ہمارے سامنے سے بھاگ گیا لیکن وہ اس تدبیر سے  
بچ نہیں سکتا۔ وہ اگر پرندہ بن کر ہوا میں اڑ جائے گا تب بھی ہم سے جانبر نہ ہوگا  
ہم اپنے قہر کا تیرا کس پر کر ماریں گے اور اس کی ذلیل بہ و بازو توڑ ڈالیں گے اور اگر  
وہ پھل بن کر پانی میں چلا جائے گا تب بھی وہ نجات نہ پائے گا کیوں کہ میرے خوف  
وہاں بھی وہ برباد ہو جائے گا۔

الغرض! وہ میری تلوار سے نجات نہیں پاسکتا خواہ وہ سیکڑوں تدبیریں  
کر لے اگر وہ پتھر میں بھی گھس جائے گا۔ تب بھی میں اپنی کوشش سے اسے پتھر میں



سے نکال لوں گا اور اسکی جسم پر ایسی کاری ضرب لگاؤں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ اس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ برا ہو۔ مگر بایں ہمہ اس کا مقصد یہی نیکنامی کا ظہور ہے غیباوروں کے ساتھ تو وہ مکر کرتا ہی تھا۔ ہم سے بھی فریب کرتا ہے پس میں اس کی اور ایسے سینکڑوں کی بھی گت بناؤں گا اور اسکی سر پر اتنے گرز ماروں گا کہ اسکی جسم سے جان نکل جائے۔ الغرض اس کا خونخوار غصہ سرکش ہو گیا تھا جو کہ کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا اور اسکی منہ سے آگ نکل رہی تھی۔

### دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لایہ کردن

اِس بابہ کے پندھیوں اور سفارشوں کا میر کے ہاتھ پاؤں کو دبا دبا کر

### شفیعان ہمسایگان اہل

دینا اور خوشامد کرنا

۱۵ آن شفیعاں سفارش

نے دوبارہ اس امیر کے ہاتھ پاؤں کو دبا دبا کر دیا۔ میر نے کہا اگر آپ کی ضرب ضارح ہوئی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ آپ بغیر شراب کے ہوں تو بے ہوش ہوں۔ شراب تم آپ کے سرور سے نفعیاب ہے اور پاؤں کی باکڑی آپ کی باکڑی کے سامنے بیٹھ ہے۔ ۱۵ ہر شراب ہے۔ آپ کا وہ اور خضار بغیر شراب کے نہیں اور جو بصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہو کرست اس پر حد کرتے ہیں۔ بیچے آپ کو رنگ خود گلگون ہے آپ کو گلگون کرنا کی اور گلان کی کیا ضرورت ہے۔ ۱۵ قہ۔ جبکہ آپ کا رنگ خود سبز ہے اور گلان آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو کیا کہ شراب دیکر ہے نہ گلان۔

چند بوسیدند پای او

اِس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

گر بُد بادہ تو بے بادہ خوشی

اگر شراب ہاں رہی تھا بغیر شراب کے بچہ نہیں

لطف آب از لطف تو خمر خور

پانی کا لطف آپ کے لطف سے مرست کرتا ہے

اے کریم ابن الکریم ابن الکریم

اے دانا دانا کے چنے، دانا کے پوتے

جملہ مستان را بود بر تو خند

تمام مستوں کو آپ پر خند ہے

ترک کن گلگون تو گلگون

تو غول کو چھوڑ، تو خود گلگون ہے

لے گدای رنگ تو گلگونہا

گلان تیرے رنگ کے بھاری ہیں

اَل شفیعاں ز دم دیہای او

اُن سفارشوں نے لکھو در دماغ، دم کے دہے

کالے امیر از تو شاید کیں کشی

کہ اسے امیر بد لیا آپ کے مناسب نہیں ہو

بادہ سرمایہ ز لطف تو برد

شراب آپ کے سرور سے سہا۔ باس کر لے

بادشاہی کن بخشش اے حمیم

لے دم کرنا ہے! بادشاہی کو لکھو بخش لے

ہر شرابے بندہ اِس قد و قد

ہر شراب اس قد اور زمار کا قد ہے

بیج محتاج مے گلگون نہ

تو کسی گلان شراب کا محتاج نہیں ہم

اے رخ جو زہرہات شمس اٹھا

تیرا زہرہات رخ دن چڑھے کا سہ ہے

بادہ خوب میں جو مشروب ہے  
 وہ آپ کے جگر کے کھنڈ  
 کی وجہ سے ہے۔ آتے ہیں  
 سمندر کو قطرے کی مانند  
 ہے۔ آتے ہیں بہت دور  
 ہیں زیادہ سردی کے کیا  
 کر گئے۔ خوشی سے آپ خود  
 بہت خوشی میں مشروب سے  
 خوشی حاصل کیے کیا کر گئے۔  
 ۱۵۔ تاج کو تاج کی حالت  
 پر انسانی تعلیم کے  
 بیان میں تو ان پاک ہیں  
 و لکن کو تاج کی تاج آدم  
 ۱۰۔ اور اللہ ہم نے آدم کی طاعت  
 کو فرشتہ بنایا ہے۔ تو آپ پاک  
 میں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ  
 ۱۱۔ بیشک ہم نے آپ کو کرامت  
 کی ہے اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کی  
 نعمت ہے۔ لیکن یہ تعلیم  
 آسمانی کو انسانی اس ہونے کی  
 جو سے حاصل ہونے ہے۔  
 جو عین باطن جو بہت ہے۔  
 انسان کو ہر دور میں کہے اور  
 تمام کا نفع ہو اور ان کے  
 ہے تو آپ پاک میں ہے خیر  
 لکھنا کافی اور ان کی تعلیم  
 جو کہ نہیں ہے وہ کہے  
 لے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ  
 جبکہ ان کے یہ انسان ہیں  
 تو ان کے آپ کہہ سکتا ہے۔  
 کرنا ہے۔  
 ۱۵۔ قدرت کی حالت  
 انسان کی قدرت ہے۔ تم  
 لے آتے۔ انسان کی  
 ہے اور ان کی حالت ہے  
 تمہارے۔ شاہ خود ایک  
 ہے۔ جان۔ روح ہر دور  
 کہ اور کہنے سے تیرے  
 تھے۔ دور میں میں کیا کر  
 صورت میں میں آتا ہے۔

بادہ کا اندر خم بھی خوش نہاں  
 بھی ہوئی شراب جو لکے میں خوشی اور بھی  
 اے ہمہ دوریا چہ خواہی کرواں  
 لے مجھ دریا۔ فرستہ ہم کیا کرے  
 اے میرا ہاں چہ خواہی گرد گرد  
 اے ہلکار چاند تو گرد کیا کرے  
 تو خوشی و خوب و کان ہر خوشی  
 تو ہلکار چاند اور بصورت اور ہر ہلکار کی حالت  
 تاج کو تاج کی حالت  
 تیرے سر پر۔ ہم نے کرم بنایا۔ ۱۵۔  
 جو ہر ست انسان چرخ اور ان  
 انساں جو ہر ہے اور آسمان اس کا عرض ہے  
 لے غلامت عقل بندیرات ہوش  
 لے نہ کو عقل اور دیر میں اللہ ہوش تیرے علم میں  
 خدشت بر جملہ ہستی منقرض  
 نام موجودات پر تیری قدرت فرق ہے  
 علم جوئی از کتبہ لے نفوس  
 اے انوسن تو کیا ہوں ہم ممل کر  
 بحر علمی در نہمے پہاں شدہ  
 قطرے میں پہاں ہمارے کا سمندر ہے  
 مے چہ باشد یا جماع و یا بملع  
 شراب! جماع! بملع! کیا ہوتا ہے؟  
 آفتاب از دزدہ کے شد و ام خواہ  
 سورج اللہ سے عرض لکھنے والا کیا ہے؟  
 جان بے کیف شدہ محبوس کیف  
 بے کیف جانی، کیف میں محبوس ہو گئی

زاشتیاں روی تو جوش نہاں  
 تیرے جگر کے عشق میں اور جوش نہاں  
 فے ہمہ ہستی چہ می جوی عدم  
 لے ہمہ ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟  
 لے کہ خود ریش روی تو کرد  
 لے وہ کہ تیرے جگر کے ملنے میں کیا ہو گیا  
 تو چرا خود منت بادہ کشی  
 تو کیوں شراب کا اسان لیتا ہے؟  
 طوق اعطیناک آدمیز برت  
 ہم نے آپ کو دیسا اور تیرے بیٹے کا دیسا ہے  
 جملہ فرع و سایہ اندو او غرض  
 سب سایہ اور فرع ہیں اللہ اور غرض ہے  
 چوں چنین خویش را از دلاں فروش  
 تیرے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے؟  
 جو ہرے چوں نمر و خواہ از غرض  
 جو ہر، غرض سے کیسے مزدور ہلا ہے؟  
 ذوق جوئی تو ز حلوائی سبوس  
 تو سبوس کے حلوائی ممل کر لے  
 درہ گزقن عالمے حیراں شدہ  
 تیرے گزقن عالم میں ہاں ممل کر لے  
 تاج کوئی زونشاد و ارتفاع  
 کہ تو سے نشا طالع اندی ہاں ہوتا ہے۔  
 زہرہ از جمرہ کے شدہ کام خواہ  
 زہرہ! لکھنے سے کہ ہر قسم کا خواہ ہے؟  
 آفتابے جس عقدہ این جیف  
 سورج عقدہ میں ہنس گیا ہے انوسن ہے

انسان کو ہم کوئی ممل کرنا ہے۔ ممل کرنا ہے۔ ممل کرنا ہے۔ ممل کرنا ہے۔ ممل کرنا ہے۔  
 ہم میں ہر ایک مذہب ہاں ہے۔ ہم مذہب۔ ہم مذہب۔ ہم مذہب۔ ہم مذہب۔ ہم مذہب۔  
 تو میں تانی۔ اختلاف۔ لغو حاصل کرنا۔

# شرح

ان سفارشی لوگوں نے اس کی گفتگو اور شور و شغب کے سبب بہت کچھ اسکے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا کہ اے امیر آپ کو اس انتقام لینا مناسب نہیں کیونکہ اگر شراب جاتی رہی تو اسکی جانے سے آپکے اندر کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ اور اسکی آپکے کمال میں فرق نہیں آیا۔ بلکہ آپ تو بدوں اس کے بھی اسی طرح اچھے ہیں جیسے پہلے تھے تو جبکہ اس کے جانے سے آپ کا کچھ ضرر نہیں ہوا تو آپ انتقام کی فکر کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے خوبی کی تو یہ حالت ہے کہ خود شراب اسکی خوبی حاصل کرتی ہے اور آپ کی پاکیزگی کی تو یہ حالت ہے کہ اس پر پانی کی پاکیزگی کو حسرت ہوتی ہے۔ پس اے رحیم اور کریم کے بیٹے اور کریم کے پوتے آپ بادشاہی کو کام فرمائیے اور اس کا قصور معاف کیجئے۔ صاحب شراب کی تو یہ حالت ہے کہ وہ آپکے قد اور رخسار کی لوٹھی ہے اور تمام مشنوں کو آپ پر رشک ہوتا ہے کہ آپ ایسی شراب رکھتے ہیں جس کی شراب معروف لوٹھی ہے یعنی شراب جسے پس آئے کو بادہ گلگوں کی اصلاً ضرورت نہیں ہے آپ اسکی جانے کا افسوس نہ کریں۔ اے امیر آپ کا زہرہ کی مانند چہرہ خود آفتاب چاشت کی مانند ہے اور گلگوں نہ آپکے رنگ کے گدا ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اسکو بالکل ترک فرمادیں کیونکہ آپ تو خود گلگوں ہیں۔ آپ کو شراب پی کر چہرہ کو گلگوں بنانے کی کیا حاجت ہے۔

شراب جو خم میں جوش کھاتی ہے تو یہ اس کا اس طرح جوش کھانا آپکے چہرہ کے اشتیاق میں ہے۔ اچی آپ تو سرا سر دریا تے خوبی ہیں پس آپ تم یعنی اس معمولی خوبی کو کیا کریں گے جو کہ شراب سے حاصل ہوتی ہے۔ اور آپ تو سرا پا ہستی کمال ہیں۔ آپ کمال شراب کو کیوں طلب کرتے ہیں جو کہ آپکے کمال کی مقابلہ میں بمنزہ دم کے ہے اور آپ عقل کے لحاظ سے ماؤ تا باں ہیں۔ آپ شراب کو کیا کریں گے جو کہ اسکی لئے بمنزلہ گود کے ہے اور آپ کی تو یہ حالت ہے کہ آپ گئے حسن کے مقابلہ میں آفتاب شرمندہ ہے۔ اور آپ تو سرا پا خوبی۔ اور سرا سر خوب اور ہر خوبی کی کان ہیں آپ شراب کا احسان کیوں لیتے ہیں۔ آپکے سر پر گڑھنا کا تاج ہے اور اعطینا لاکھوٹر

کا طوق آپ کے سینہ پر لگتا ہے یعنی معظم و مکرم ہیں اور خدا نے آپ کو بہت کچھ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ پھر آپ اپنے کو ایک ذلیل اور خیس شے شراب کا محتاج کیوں سمجھتے ہیں۔ یہ باتیں آپ کے شایاں نہیں ہیں آپ شراب کا خیال چھوڑیں اور زاہد کو معافی فرمادیں آگے مولانا مطلق انسان کی حالت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اہل کہتے ہیں کہ انسان متبوع ہے اور آسمان وجود میں اس کا تابع اس لئے وہ بمنزلہ جوہر کے ہے اور آسمان بمنزلہ عرض کے۔ اور آسمان ہی کی تخصیص نہیں۔ بلکہ تمام ممکنات خلقت میں اس کے تابع ہیں اور وہ مقصود بالخلقت پس ہم اس کے کہتے ہیں کہ اسے وہ شخص جو کہ اس قدر عالیٰ مرتبہ ہے کہ عقول و تدبیرات اور ہوش تیرے خادم ہیں۔ تو نے اپنے کو اس قدر معمولی قیمت میں بیچ بیچ رکھا ہے کہ ادنیٰ اور معمولی لذت کے لیے ہر خیس شے کا غلام بنا ہوا ہے اسے تیری خدمت تو تمام کائنات پر لازم ہے پھر تو اپنے غلاموں کا غلام کیوں بنا ہوا ہے اور ان سے اپنے خدمتوں کا صلہ کیوں چاہتا ہے بھلا کہیں جوہر بھی اعراض سے خدمت کرتا۔ اور ان سے کوئی منفعت چاہتا ہے ہرگز نہیں۔ پس تو کیوں چاہتا ہے۔

ہائے افسوس تو کتابوں سے علم چاہتا ہے اور بھوسے کے حلوے سے لذت چاہتا ہے کس قدر غضب کی بات ہے۔ ارے تیرا مقصود اصلی تو صرف علم لدنی اور لذت وصال حق سبحانہ ہونا چاہیے۔ اور کتب اور حلوے اسبوس وغیرہ کو خدمتگاروں کے درجہ میں رکھنا چاہیے اور ان سے یوں کام لینا چاہیے جیسا کہ خدمتگاروں سے لیتے ہیں مگر تو نے خود ان کو مقصود اصلی بنا لیا ہے اور ان کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ لیا ہے تو تو علم حقیقی کا ایک سمندر ہے جو کہ تیری یعنی علم ظاہری میں مستور ہو گیا ہے اور گو تیرا قدیم گز کا ہے مگر تیری جامعیت کمالات میں جو کہ درجہ استعلا میں تیرے لیے حاصل ہے۔ ایک عالم حیران پس جبکہ تیری حالت یہ ہے تو شراب یا جماع یا راک بلبے کیا چیز ہیں کہ تو ان سے نفع اور نفع کا طالب ہو۔ تو تو ایسا ہے جیسا آفتاب! اور دیگر اشیاء ایسی ہیں جیسے ذرہ! بھلا کہیں آفتاب بھی ذرہ سے کمال کا طالب ہوتا ہے ہرگز نہیں تو پھر تو ان سے کیوں طالب ہوتا ہے نین تیری ایسی مثال ہے جیسے زہرہ اور دوسری اشیاء کی ایسی

مثال ہے جیسے چنگاری۔ پھر کہیں زہرہ بھی چنگاری سے کوئی مقصود حاصل کرتا ہے جبکہ نہیں کرتے تو تو کیوں کرتا ہے۔ افسوس کہ تیری روح جو خود بے کیف اور عالم ناسوتی سے خارج تھی۔ کیف یعنی عالم ناسوت میں گرفتار ہو گئی ہے اور اس طرح اس کے کمالات مخفی ہو گئے ہیں اور اس لیے یوں کہا جاسکتا ہے کہ آفتاب گرہ میں آکر گہن میں پڑ گیا ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے (فائدہ: علم ہدیت میں یہ امر مقرر ہے کہ جب آفتاب اور مانتاب عقدہ داس یا ذنب پر مجتمع ہوتے ہیں تو سورج گہن ہوتا ہے پس آفتاب جس عقدہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے اور جس عقدہ کو کھتا ہے کسوف آفتاب ہے۔)

گفت۔ امیر نے کہا میں شراب کا درست نہیں ہوں بلکہ میں شراب محض کا دوست ہوں۔ بیدار ہوں اور نہ ہوں پانچ نہیں ہے ہر طرف کو بھرتا ہے  
 لے سنا چناں میں ہر طرح سے آلود ہوں۔ آگے جس کو سنو شراب حاصل ہو گئی وہ اس شراب سے مستی کر لے عجل کر کے آجیا آجیا کو سنو شراب حاصل ہے ان کی نظرت میں اسطے صحت نہ کرنا ہے۔

## باز جواب گفتن امیر مرثعیہاں را

امیر کا سفارشیں کر پھر جواب دینا

گفت نے من حریفانِ مہم  
 اس نے کہا نہیں نہیں میں اس شراب کا دوست ہوں  
 وار ہیدہ از ہم خوفِ اُمید  
 میں سب خوفوں اور امیدوں کی بات کرتا ہوں  
 من چنناں خواہم کہ بخوں یا میں  
 میں ایسا چاہتا ہوں کہ با میں کی طرح  
 بچم خوشام بید گرداں بچ ورا  
 بچم اور داناں بنانے کی طرح بچ رہتا ہوں  
 من بدوق این خوشی قانعِ نیم  
 میں اس خوشی کے دلق پر قانع نہیں ہوں  
 کثر ہی گردم بہر شوخ و بید  
 بید کی طرح ہر جانب کو بھرتا ہوں  
 کثر شوم گا بہر چنناں گاہے چکیں  
 جنسوں کی بھی یوں کہیں یوں  
 کہ ز بادش گوندہ گوندہ ز فضا ہات  
 جس کے ہوا کے تھوڑے طرح کے فضا میں

## شرح

امیر نے جواب دیا کہ ہم ان باتوں کو نہیں سنتے ہم کو شراب کے تعلق سے جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر امید و ہم سے جدا ہو کہ ہر طرف بید کی طرح بھوینے۔ اور ہم کو تو بس یہ مطلوب ہے کہ یا ہمیں کی طرح کبھی ادھر جھک جائیں اور کبھی اُدھر۔ اور اس شاخ بید کی طرح جو کہ ہوا کے سبب طرح طرح رقص کرتی ہے۔ ہم بھی کبھی بائیں جانب حرکت کریں اور کبھی انیں جانب۔ اور یہ بات سوائے شراب کے اور شے میں نہیں ہے لہذا ہم کو شراب کے سوا کوئی چیز مطلوب نہیں ہے

آنکہ خوشی کو دست با شادی نہ  
 جس شہد سرت کی خوشی کی حالت مثال نہ ہو  
 انبیاء ازل میں خوشی میں شہد  
 انبیاء میں خوشی سے اس نے ہمیں ہو گئے  
 ناکہ جاں شاں آں خوشی اویز  
 کہ کہانی کی جان نے اس خوشی کو رکھا ہے  
 ہر کہ را نور حقیت فی روضہ  
 جس کے لئے حقیقی نور خدا ہو گیا ہو  
 وانکہ در جوع او طعام اللہ خورد  
 اور جو غصہ ہو کہ میں خدا کا کسا آکھا ہے  
 وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں  
 اور جو غصہ گلستاں میں سرا ہوا ہو

اللہ آن خوشی اللہ کی خوشی  
 اپنی خوشی کا عالم ہی خوشیاں  
 ہر کہ حقیقی نور کے بالمشابہ  
 ہر چیز تاریک ہے۔ تاکہ  
 صریح شریف ہے۔ انوار  
 قطار اللہ بیرون پس  
 اللہ اللہ جنت۔ ہر کہ اللہ  
 کا ہے جس کے اندر جنت  
 کوئی چیز ہے۔ حقیقی۔  
 اللہ کی خوشی حقیقی خوشی  
 کا ہی خوشی۔

اللہ جنت میں مسرت  
 استقامت کا مریض ہونے سے  
 سیر نہیں ہوتا اس قدر ہر کہ  
 سے کا کہ کش میں ہر کہ  
 مال نور حقیقی کے عاشق کا  
 ہے۔

اللہ اجبت زور میں عالم  
 آفت کا عاشق۔ مردہ میں  
 دنیا کا بھل۔ تقدیر  
 اس وقت میں عالم آفت  
 کی زندگی اور دنیا کی زندگی  
 بتاتی ہے۔

اس خوشی کے پسند خواجہ کے  
 اس خوشی کو کہ ہمہ کرتا ہے لئے صاحب  
 کہ سرشتہ در خوشی حق بدند  
 کیونکہ اللہ اللہ کی خوشی میں گندے جنت  
 اس خوشی با پیش شاں بازی ہو  
 یہ خوشیاں آپ کے لئے کیں نظر آتی ہیں  
 کے شود قانع بت ساری کی و دود  
 وہ اچھے اسے ہی ہر کہ تمام کرتا ہے؟  
 کے زنان و شور با حسرت برد  
 وہ دونی اور خدا کے لئے تنگ کرتا ہے؟  
 میل گلشن کے کند چوں باہر  
 وہ یہ قزوں کی طرح یعنی کی خوشی کہ ہو؟

چوں کند مخمور و زوری از شراب  
 شرابی، شراب سے کیسے دور ہو؟  
 صبر کنند ہیچ رخوار از طیب  
 کوئی بیمار، طیب سے صبر نہیں کرتا ہے  
 مردہ راجوں در کشد اندر کنار  
 وہ مردے سے جنت گیر کہ ہوگا؟  
 کوئندارد در جہاں از دل خبر  
 جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلتے

چوں کند مستفی از آب اجتناب  
 استقامت کا مریض پانی سے کیسے پرہیز کرے؟  
 سیر نور ہیچ عاشق از حبیب  
 عاشق، معشوق سے کسی سیر نہیں ہوتا ہے  
 با بخت زندہ کسے چوں گشت یا  
 جو شخص زندہ معشوق کا دست ہو گیا ہو  
 مردہ را کس در کنار آرد مگر  
 اس مردے کو وہ جنت میں لے گا

تفسیر اس آیت کہ وَلَئِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَیْوَانِ لَوْ کَانَ فَاِتْلَمَعْنَ  
 اس آیت کی تفسیر کہ اور یہ ملک آخرت کا گھر ہی زندہ ہے کاش نہ جان لیتے،  
 کہ در دیوار و عرصہ آں عالم و آب کو زہ و میوہ و درخت  
 کیونکہ اس عالم کے در دیوار اور عرصہ اور پانی اور پھل اور درخت  
 ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو بہت آں فرمودہ مصطفیٰ  
 سب زندہ ہی اور بخت کر کے ماننے اور بات سننے والے، اسی لئے حضرت مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کہ اَلدُّنْيَا حِیْفَةٌ وَطَالِبُهَا کَلَابُ  
 من اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا تڑپار ہے اور اس کے طلبکار کلاب ہیں

اگر آخرت راجیات نہ ہو دے آخرت ہم جیفہ بُودے حیفہ  
 اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوئی آخرت ہی مُردار ہوئی مُردار کو  
 را از میرائے مُرد گیش جیفہ گویند نہ برائے بُوی وشت  
 اس کے تڑپ ہونے کی وجہ سے مُردار کہتے ہیں، نہ کہ بُدو کی وجہ سے

اُس جہاں چوں ذرہ ذرہ زندہ ماند  
 جسک اُس جہاں کا ذرہ ذرہ زندہ ہے  
 در جہاں مُردہ شان کی رام نیست  
 مُردہ جہاں میں اُن کی کرامت نہیں ہے  
 ہر کرا بخش بُود بزم و وطن  
 جس شخص کی مجلس اور وطن بھی ہو  
 جای رُوح پاک عیسیٰ بُود  
 پاک روح کا مقام عیسیٰ میں ہے  
 جای بلبل گلبن و سرس بُود  
 بلبل کا مقام، بڑا اور سرس ہے  
 بہر مخمور خدا جام طہور  
 خدا کے منت کے لئے مشروب، جامِ طہور  
 ہر کرا عدل عمرہ نمود دست  
 جس کے لئے عمرہ کا انسان مُردار نہ ہو  
 دختر اں را لببت مُردہ دہند  
 لڑکیوں کو مُرنے لگا دیں دیتے ہیں  
 چوں ندر انداز فتوت زور دست  
 جسک جوان کی توجہ باز نہیں رکھتے  
 کافر اں قانع بہ نقش انبیا  
 کافر انہیں یا کہ تصویروں پر قانع ہیں  
 وائ جہاں مارچور در شئے مست  
 وہ جہاں ہوائیے نے روشن رہن کی طرح ہے  
 وائ یکے نقش نشستہ در جہاں  
 اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے  
 ایں دہش نکلتہ گویاں با مجلس  
 اُن کا ہنسنے، ہنسنے کے لئے نکلتا ہے  
 نکلتہ داند سخن گویندہ اند  
 وہ نکلتے کہنے والے اند بات کرتے ہیں  
 کایں علف جز لائق انعام نیست  
 کیونکہ یہ چارہ بھادوں ہی کے لائق ہے  
 کے خورد او بادہ اندر گو سخن  
 وہ ہنسی میں شہاب کب پہنچے ہو؟  
 جای رُوح ہر بخش سجیں بُود  
 ہر پاک روح کا مقام سچ میں ہے  
 کرم باشد کش وطن سرگین بُود  
 کیرا ہوتا ہے، جس کا وطن سرگین ہوتا ہے  
 بہر ایں مُرفان کو ریاں لب شور  
 ان اندھے پرندوں کے لئے گاری ہوتی ہے  
 پیش او حجاج خونی عادلست  
 اُس کے لئے عربی حجاج، مصطفیٰ ہے  
 کہ ز لب زندگان بے آگہند  
 کیونکہ وہ زندوں کے کہیں سے واقف نہیں ہیں  
 کو دکاں را تن جو میں بہترست  
 بچوں کے لئے گویا کی تولا بہتر ہے  
 کہ نگاریدہ ست اندر دیرا  
 جو کہ انھوں نے گریبا گھروں میں بنا رکھی ہیں  
 بیچ مال پر دای نقش مای نیست  
 ہیں تصویر اور سایہ کی کچھ ہوا نہیں ہے  
 وائ در نقش جو در آسمان  
 اور اُن کا دوسرا نقش مائے کبریا آسمان پر ہے  
 وائ در با حق بگفتار وائیں  
 اور وہ دوسرا خطہ (قلیٰ) کا حکم اعلیٰ دست ہے

۱۰۰ چیتھ۔ مُردار۔ شان۔  
 یعنی میرا آخرت۔ علف چیتھ  
 چارہ یا کھانہ۔ چر جائے۔  
 حرمین۔ پیش۔

۱۰۱ ملے ملتیں۔ جنت کا اصل  
 مقام ہے۔ جنتیں جہنم کا بُرا  
 مقام ہے۔ کرم۔ بیکار۔ سرگین  
 گریز۔ جزر غاصابی خدا  
 ہیں وہ مشرب طہور ہیں۔  
 مُرفان۔ کر۔ دنیا دار۔ جنت۔  
 یعنی یہی نقش کا بیٹا کہتے  
 کھانا گویا۔ کتب زندگان۔  
 میں خدایا۔ غفلت۔  
 جہاں نقش یعنی بت تصویر  
 ۱۰۲ مال جہاں۔ چو کہ  
 ہمارے لئے عالم آخرت۔  
 رزق و دین کی طرح ہے ہذا  
 ہیں تصاویر کی کوئی پُریدا  
 نہیں ہے۔ نقش دسایہ۔  
 تصویر نقش میں اس کے سرے  
 بتی ہے۔ کے نقش انبیا  
 کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے  
 اعلیٰ ایک نقش مائے کبریا آسمان پر  
 ایں تہاں۔ ظاہری نقش کے  
 اعضا دنیا کے کاروں میں جوتے  
 ہیں اور دوسرے اعضا حق  
 حق کے ساتھ معرفت رہتے  
 ہیں۔



تھے گرفتار ظاہر ظاہری ہاں  
السنوں کی باہمی ستا ہے  
ہائیں ہاں ادا قہمانے کے ہزار  
ستار ہے چشم ظاہرین ظاہر  
انھوں سے السنوں کے پتے  
دیکھتے ہیں آواز آواز ہندو  
کے ہاں میں ہے کہ اگلے آگے  
لے نہ بھی برقی اور درستی کی  
بلکہ سمجھ دیکھا ہی اور بدشاہ  
خیر حیران رہتے ہیں۔

لے صفات ہفت ہندی  
کر نیلے تابی میں جسم  
ظاہری ہاں و مکان کا پتہ  
ہے۔ ماک میں جسم غریب  
اور کان سے پاک ہے۔ تیکہ  
میں جسم غریب۔ اگلے موت  
قرن۔ قرین ماحول میں جسم  
غریب اور اسانہ ہے  
لے ہے جسم غریب  
کے لہجہ میں جسم غریب  
ہیں اور ہیں۔ وہاں وہاں  
وہاں اور آخرت کے مسافت  
کا مال۔ تاکہ چلتے ہیں  
بیت اور اس بیت القوس  
کا نام غزلت۔ اب اس کو  
دستمال کی ضرورت ہے نہ  
چو کہ کسی کی ضرورت میں ادا  
توان کے ساتھ ہے خاص  
کے لیے حجاب نہیں ہوا  
شب بگڑا۔ یہی جس کے  
لے ہر وقت دن ہے وقت  
کا تاریکی اس کے لیے حجاب  
نہیں ہے۔

تھے بلت۔ میں نہ اس  
میں مرض ہے نہ ہرگز کی  
ضرورت ہے۔ ہرگز مرض  
کی شدت ہے۔ وہاں  
اور بیت۔ گفت۔ وہ اپنے  
اور صاف لہجہ سے برہنہ  
ہو کر بارگاہ خداداد میں پہنچا

گوش ظاہر ضبط طایں افسانہ کن  
ظاہر کان اس افسانے کو سننے والا ہے  
چشم ظاہر ضابطہ علیہ بشر  
ظاہر آنکھ انسان کے لیے کو مقرر کئے والے  
دست ظاہر می کنند داد و دستد  
ظاہر ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے

پای ظاہر در صف مسجد صوف  
ظاہر پاؤں مسجد کے صف میں صفائے داں  
جز و جزوش را تو بشمر چمن  
قوس کے جز و جزو کو اسی طرح جی لے  
اینکہ در وقت باشد تا اہل  
یہ جو وقت میں ہے حرکت تک ہے  
ہست یک نامش ولی الدلتین  
اس کا ایک نام "دولتوں کا دل" ہے

خلوت و طہ برو لازم نہ اند  
تہاں اور چٹائی، اس کے لیے ضروری نہ رہی  
قرص خورشید ست خلوت آتش  
اس کا تہاں کا گھر، سورج کا گھر ہے  
علت و پرہیز شد بخراں نہ اند  
بیاری اور پرہیز ختم ہو گیا، بخراں دریا

چول الف از استقامت پیش  
آلف کی طرح راستی سے رو پیش میں پہنچ گیا  
گشت فردا ز کسوت خولائے خوش  
رواں ہماروں کے لباس سے برہنہ ہو گیا  
چوں برہنہ رفت پیش شاہ فرد  
جب یک شاہ کے پاس "ننگ" پہنچا  
خلعت پوشید از اوصاف شاہ  
اس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا

ہذا اس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ اس میں  
حق میں آجاتی ہے۔

گوش چش جاذب اسرار کن  
اگل جان کا کان کن کے داند کو جذبہ کن  
چشم بر حیران مآزاع البصر  
باطنی آنکھ "الازاع البصر" میں حیران ہے  
دست باطن بر در فرد صمد  
باطنی ہاتھ، یکتا ہے نیاز کے قدر ہے

پای معنی فوقی گروں در طواف  
باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے  
ایں راون وقت آں حیرن میں  
یہ زمانہ کے اند ہے اور وقت سے دور ہے  
واں دیگر یار ابدتین ازل  
اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھ ہے  
واں دیگر نامش امام قبلتین  
اور اس کا دوسرا نام "مولوں کا امام" ہے

ہیج غیمے مرو را غام نہ اند  
کوئی غبر اس پر چھانے والا نہ رہا  
کے حجاب آرد شب بیکادش  
ایسی رات اس کے لیے کب پروردگار کی ہے  
کفر او ایمان شد کفران نہ اند  
اس کا کفر ایمان بن گیا، ہشکری نہ رہی

اوند را هیچ از اوصاف خوش  
اس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا  
شد برہنہ جاں بجا لغوی خوش  
غل جان کیساتھ باقی جان بھائی لے گیا، ہشکری نہ رہا  
شاہش از اوصاف قدسی جاہز  
شاہ نے اس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنایا  
بر پرید از چاہ تا ایوان جاہ  
کتری سے توجہ کے محل پر او کو چلا گیا

جہاں اس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ اس میں  
حق میں آجاتی ہے۔

انچیں باشد چو درو صاف گشت  
بہر جزا ہے جب پھٹ صاف ہر جالی زر

از بن طشت آمد اوبالے طشت  
طشت کی ٹی سے طشت کے اہر آجاتی ہے

درو بن طشت ارچہ بود اور دناک  
طشت کی ٹی میں دروست کیوں تھی ؟  
یار ناخوش پڑو باش بستہ بود  
بستہ دوست نے اس کے ہر بال پرانہ دینے کو  
چوں عتاب اھبطوا انکھتند  
جب انھوں نے نیچے اترے وہاں سے کیا  
بوداروت از ملائک میمالاں  
داروت یعنی فرشتوں میں سے تھا  
سزنگون زان شد کہ از سر دور ماند  
وہ اندھا حواس لے ہوا کیونکہ وہ اس سے گھٹ گیا

شومی آیمز شس احوای خاک  
خاک کے اجود کی آیمز کی بدینگی اکی جہ سے  
ورنہ اور دراصل بس بر خستہ بود  
ورنہ اصل میں بہت تیز تھی  
ہچو ہار خوش نگوں او فکند  
اس کو اہدیت کی طرح اویٹھا دیا  
از عتابے شد معلق پھنیاں  
وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح بھاڑ گیا  
خوش را ستر ساخت تنہایش لاند  
اس نے اپنے آپ کو ستر بنا لیا تنہا آگے بڑھا  
اس نے اپنے آپ کو ستر بنا لیا تنہا آگے بڑھا

آں سبد خود را چو پرا ز آب دید  
ٹوکی نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا  
در حمرچوں قطره آبش نمائد  
جب اس کے ہمرچوں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا  
رحمت بے علتے بے خدمتے  
بغیر سبب بغیر تحیف کے رحمت  
اللہ اللہ گرد دریا باز گرد  
خدا کے لئے دریا کی جانب واپس ہو  
تا کہ آید لطف بخشایش گری  
حق کی بخشش کی سہرا آتی ہے  
زردی زو بہترین رنگہاست  
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے  
لیک شرمخی بڑے کا لامعت  
لیکن اس چہرے پر شرمخی جو چمکدار ہے

گرد استغنا و از دریا بڑید  
اس نے بے غنا ہی بڑی اور دیسے تھا ہو گئی  
بھر رحمت کرد اورا باز خواند  
سند نے رحم کیا اس کو واپس بوجیا  
آید از دریا مبارک ملے  
دریا سے مبارک رحمت میں آئی ہے  
گرچہ باشند اہل دریا بار زرد  
اگرچہ دریا والے زرد ہوں  
شرخ گرد زوی زرد از گوہری  
جو ہر قسم سے زرد چہرہ شرخ ہوتا ہے  
زانکہ اندر انتظار آں بقاست  
کیونکہ اس وقت کے انتظار میں ہے  
بہر آں آمد کہ جانش قانعست  
اس لئے آئی ہے کہ اس کی جان قانع ہے

جو غم نامہ سے زرد ہے اس میں جو ہر چیز اہو جائے گا اور نہ شرمخو ہوجائے گا نہ زردی اہو جائے  
کا چہرہ لکڑی کی روایت کے انھوں کی رو سے ہوتا ہے ایک شرمخی جو ایک مقام پر ہو کر شرمخی  
جاکہ اس کا چہرہ شرمخی ہوتا ہے۔

رحمت جن قلم نے اپنے  
دوران کا ہر لمحہ کبھی نہ سنا دیا  
اب وہ نہائی آفتاب چھوٹے  
فلکے جب چہرہ صاف  
خداوند کی سے شرف ہے  
لے آتی طشت کی ٹی میں  
اس وقت تک ہے جب  
تک کہ اس میں خاک کی آیمز  
ہے۔ درجہ صاف حال میں  
سجھاک ہوتا ہے علم والا  
میں کھینچا ہوا ہے۔ آواز خوش  
جس کی طاق نے اس میں  
کر دیا۔ لکڑی اور دھڑلہ  
میں ہوا کہ ہے چل چلا  
رحمت آدم کو پہنچے اترے گا  
مکرم گندم کھانے کی وجہ سے  
پلا اسی نے درجہ کر دیا کہ  
کوئی میں تو ملاں کر دیا  
طے آواز رحمت۔ رحمت  
لکڑی سے خدا اور طے  
کی آیمز کی وجہ سے کہیں  
میں لکڑی دیکھیں۔ وہ  
اس نے شرمخوں کو اس  
نے شرمخی کی اور اس سے  
دور چلا آفتاب۔ لکڑی و  
دیا میں ہے اپنے پانی پر گھٹ  
کر کے دیا ہے اور چلتی تو  
پانی سے خالی ہو گئی اس پر  
سند نے رحم کیا اور اس  
کو دیا ہوا گیا۔ درجہ صاف  
زلف افکار جدید ہم میں  
ہوئی اور شرمخی ہر قسم ہوا تو  
بغیر سبب اور بغیر رحمت کے  
دیا نے رحمت کی رحمت  
کو اپنی انوارش کو دیا کہ بوجیا  
طے آواز۔ انسان کو  
قرب انہی کی تیر کر کے  
انہی دیا یعنی دل افاد۔ آواز  
کھرت کے ہے جس میں  
دیکھا۔ درجہ صاف۔ شرمخی



کی طرح کوڑی کی طرف مائل ہوگا؟ بھلا مستحق پانی سے کیسے پرہیز کر سکتا ہے اور شرابی شراب کیونکر دور رہ سکتا ہے اور کوئی عاشق اپنے معشوق سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی بیمار طبیب کے بغیر صبر نہیں کر سکتا اور جب کوئی کسی زندہ معشوق کا ندیم ہو جائے تو پھر وہ مردہ کو بغل میں کیسے لے سکتا ہے۔ مردہ کو تو وہ ہی بغل میں لے گا جس کو عالم میں دل کی خبر نہ ہو۔ پس انبیاء جو کہ بھوک میں طعام اللہ کھاتے تھے اور نور حقیقی کو دیکھتے تھے اور گلزار روحانی میں آرام کر رہے تھے اور عشق الہی سے انکو وہی نسبت تھی جو مستحق کو پانی سے۔ اور شراب عشق اُن کے لیے ایسے تھی جیسے تنہا کے لیے شراب معروف اور حق سبحانہ سے انکو وہ تعلق تھا جو کہ عاشق کو معشوق سے اور بیمار کو طبیب سے اور وہ حق سبحانہ کے ندیم تھے۔ ایسی حالت میں وہ اشیائے مادیہ کی طرف کیسے مائل ہو سکتے تھے۔ اور لذاتِ روحانیہ کو کیسے چھوڑ سکتے تھے چونکہ عقبی زندہ ہے اور اسکی ہر چیز میں حیات ہے اور وہ نکتہ داں اور سخن گو ہے ایسے ان کو اسی سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اس مُردار دنیا میں اسلئے ان کو آرام نہ ملتا تھا کہ اس کی اشیاء تو جانوروں کا چارہ ہیں اور آدمیوں کی غذا نہیں ہیں۔

پس انکو اس میں کیسے آرام حاصل ہو سکتا تھا پس وہ دنیا میں مصروف تنعم اسلئے نہ ہوتے تھے کہ عقبی جو کہ اپنی خوبی میں بمنزلہ باغ کے ہے اور جس مقابلہ میں دنیا بمنزلہ کوڑی کے ہے۔ ان کا وطن اور ان کی محفل تھی۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا وطن اور جس کی بزم باغ ہو وہ کوڑی پر مصروف تنعم نہیں ہو سکتا لہذا ضروری تھا کہ وہ بھی دنیا میں مصروف تنعم نہ ہوں۔ اس میں مصروف تنعم ہونا اہل دنیا کا کام ہے نہ کہ اہل اللہ کا۔ کیونکہ ان کا وطن عقبی ہے اور ان کا وطن دنیا۔ اور ہر کوئی اپنے وطن میں مصروف تنعم ہوتا ہے اور اسکو ایسے تنعم میں مزہ آتا ہے جو اسکی وطن میں ہو ہم نے یہ کیوں کہا کہ ان کا وطن عقبی ہے اور اہل دنیا کا وطن دنیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کا وطن اسکی مناسب ہوتا ہے مثلاً ارجح پاک کا وطن عیالین ہے اور ارجح خبیثہ کا وطن سبجین۔ اور بلبل کا وطن گل اور نسرین وغیرہ ہیں۔ اور جبل کا وطن سرگین۔ اور چونکہ

اہل اللہ مستی عشق الہی میں چور ہیں اسلئے ان کے حصہ میں شراب طہور عقبی ہے اور اہل دنیا  
مثل اندھے جانوروں کے ہیں اسلئے ان کے حصہ میں آب شور دنیا ہے مگر وہ اسلئے  
خوش ہیں کہ انہوں نے اس شراب طہور کو نہیں پیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی اعلیٰ  
سے ناواقف ہوتا ہے تو وہ ادنیٰ ہی کو اعلیٰ سمجھتا ہے۔

چنانچہ جس عدل عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا وہ حجاج خونیں ہی کو عادل سمجھ  
گا۔ اور لڑکیوں کو بے جاں گڑیا اسلئے دیتے ہیں کہ وہ زندوں کے کھیل سے ناواقف  
ہوتی ہیں سین چوکنہ بچوں میں مردانگی کا زور بازو نہیں ہوتا اسلئے اُن کے لیے  
مکڑی کی تلوار ہی اچھی ہوتی ہے۔ سین کفار چونکہ عقبی سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے  
وہ انبیاء کی صرف ان تصاویر پر فتاعت کرتے ہیں جو کہ ان کے معبودوں میں نقوش  
ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہم کو عقبی کا علم ہے اور پھر عقبی روز روشن کی طرح ظاہر ہے  
اسلئے ہم ان نقوش کی پرواہ نہیں رکھتے۔

پس ان واقعات کی بنا پر ضروری ہے کہ وہ آپ شور دنیا ہی کو نعمت عظمیٰ سمجھیں  
اگر کوئی کہے کہ اہل دنیا ہی کی کیا تخصیص ہے اہل اللہ بھی تولدات دنیائے متمتع ہوتے  
ہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ صحیح ہے لیکن دونوں کے تمتع میں فرق ہے اہل دنیا نے ان کو  
مقصود سمجھ رکھا ہے اور وہ عقبی سے غافل ہیں مگر اہل اللہ نے ان کو مقصود نہیں سمجھا اور  
وہ عقبی سے غافل ہیں۔ بلکہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کی ایک تصویر (جسم) دنیا میں  
اور دوسری تصویر (روح) چاند کی طرح آسمان پر ہے۔ اور ان کا جسمانی ذہن اپنے  
ہم نشین سے نکات بیان کر رہا ہے اور روحانی و قلبی منہ حق تعالیٰ سے ہم کلام اور اس کا  
انیسج اور ان کا جسمانی کان عام گفتگو میں من رہا ہے۔ اور گوش قلب اسرار خداوندی  
کھینچ رہا ہے اور ان کی ظاہری آنکھ آدمیوں کی صورتیں دیکھ رہی ہے اور چشم باطن مشاہد  
حق میں مصروف و دو تگ ہے اور اسلئے جھٹتی نہیں ہے اور ان کا ظاہری ہاتھ لیلین  
دین کرتا ہے لیکن ان کا باطنی ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا ہوا ہے اور ان کے ظاہری  
پاؤں مسجد میں صف بستہ ہیں مگر ان کے باطنی پاؤں عالم بالا کا پتھر لگا رہے ہیں

غرض کہ تم ان کے ایک ایک جزو کو یوں ہی گن جاؤ۔ اور سمجھو کہ ان کا ایک جزو زمانہ میں مجبوس ہے، اور دوسرا زمانہ سے خارج لیکن جو جز ان کا زمانہ میں مجبوس ہے، وہ ان کا اصلی جز نہیں ہے بلکہ وہ تو اس کے ساتھ صرف موت تک ہے۔ رہا دوسرا جز جو زمانہ سے خارج ہے وہ ان کا اصلی جز اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ ہے منہ والا ہے۔ اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہے ان کا نام ولی اللہ و لستین اور امام القبلتین ہے۔ کیونکہ وہ دولت دینی و دنیوی دونوں سے بہرہ مند ہیں اور دین دنیا دونوں کے بادشاہ ہیں اور جب آدمی اس مرتبہ پہنچ جاتا ہے تو پھر اس پر خلوت اور چلہ لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کی غرض یہ ہے کہ ان امور سے انقطاع ہو جو کہ توجہ الی الحق سے مانع ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لیے کوئی چیز مانع نہیں رہتی اور کوئی امیر دنیاوی آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتا اور قرص خورشید (روز روشن) ان کا خلوت خانہ ہے۔ یعنی ان کو دن کے وقت خلوت میں بھی بات حاصل ہے جو کہ رات کے وقت خلوت میں اور اغیار جو کہ ستر آفتاب حقیقی میں بمنزلہ شب کے ہیں۔ آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتے بس انکو خلوت اور چلہ کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی مرض اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور بحران یعنی روح اور نفس شیطان کی جنگ کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اس میں روح کو کامل فتح حاصل ہو چکی ہے۔ اور ان کا کھر مہمل بہ ایمان حقیقی ہو گیا ہے اور کھر ان کا نام تک باقی نہیں رہا ہے اور خلوت و چلہ کی ضرورت مرض اور پرہیز اور تحصیل ایمان کے لیے تھی تو جب مرض جاتا رہا اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا اور ایمان حقیقی حاصل ہو گیا تو اب ان کی ضرورت نہ رہی۔

(فائدہ: واضح ہو کہ مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ اشخاص مذکورہ پر خلوت اور چلہ لازم نہیں رہتا۔ اور ان کا تکلیف احکام شرعیہ کے احاطہ سے خارج ہو جانا اور غیر مکلف بن جانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کا لزوم عارضی تھا نہ کہ اصلی۔ پس وہ تو زوال عارض سے ساقط ہو سکتے ہیں لیکن عبادات اصلیہ جو کہ کسی



عارضی پر مبنی نہ تھیں اسلئے وہ کسی وقت میں ساقط نہیں ہو سکتیں اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

بعض لوگ ایسے مضامین یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ کاطین پر نہ کوئی طاعت لازم ہے اور نہ انکو کوئی معصیت مضر ہے۔ یہ خیال بالکل اسلام کے خلاف اور سرسراہر الحاد ہے (اعاذنا اللہ منہ)

(فائدہ ۲) کفر اور ایمان شد الخ میں کفر سے مراد عدم ایمان کامل ہے جو شامل ہے۔ کفر محض اور نقص ایمان دونوں کو۔ اور معنی یہ ہیں کہ پہلے جو اسکو کمال ایمان حاصل نہ تھا۔ اب وہ بات نہ رہی۔ بلکہ اب وہ مومن کامل ہو گیا۔ اور اب نہ اس میں کفر حقیقی رہا اور نہ کفر مجازی یعنی نقص ایمان واللہ اعلم) وہ درست اور سیدھا ہو کر الف خالی کی طرح حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے اور اپنے اوصاف میں سے کچھ بھی اپنے اندر نہیں رکھتا یعنی وہ خودی کو بالکل ہٹا چکا ہے اور اپنے خصائل کا لباس بالکل اتار چکا ہے اور اپنے جان افزا محبوب کے پاس اس لباس بالکل تنگا ہو کر گیا ہے پس جبکہ وہ اپنے لباس تنگا ہو کر حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے۔ تو حق سبحانہ نے اسکو اپنے اوصاف قدسیہ کا لباس پہنایا ہے اور اسکی اوصاف خداوندی کی خلعت زیب تن کر لی ہے۔ یعنی وہ متعلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے۔ اور اس طرح وہ چاہے ناسوت سے نکل کر دیوان تقرب من اللہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ تلچٹ کے اجزاء بطریق جس وقت اجزاء ارضیہ سے جدا ہو جائیں تو پھر وہ طشت کی تہ میں نہیں رہتے بلکہ اوپر آ جاتے ہیں۔

پھر اب اسکی درجہ سمجھو کہ وہ وردی کی طرح غیر مصفا شخص طشت ناسوت کی تہ میں کیوں تھا۔ اسکی وجہ اجزاء ارضیہ یعنی جسم ناسوتی کی خوسر تھی اور ناپسندیدہ ساتھی نے اسکی پردہ بال بائدہ رکھے تھے یعنی ناسوتی جسم نے اس کے قوای عروج روحانی کو معطل کر رکھا تھا۔ اور اس کو عروج روحانی نہ کرنے دیتے تھے



ورنہ وہ اپنی ذات سے نہایت متقی کرنے والا۔ اور بلند پر داز تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس وقت قضا و قدر نے معاہدہ حکم اہبطو کیا۔ یعنی اس کو تسفل ... کا حکم دیا۔ تو وہ جاہ ناسوت میں باروت کی طرح سے اٹا اٹکا .... دیا گیا یعنی اس کا رخ تعلق سے تسفل کی طرف کر دیا گیا۔ باروت کی طرح ہم نے اسے کہا کہ وہ بھی اصل میں فرشتہ اور تعلق طلب تھا۔ مگر عتاب خداوندی سے یوں ہی اٹکا دیا گیا۔ جیسا کہ شخص مذکور اٹکا دیا گیا۔ اچھا اب یہ سنو اس پر عتاب کیوں ہوا۔ اور وہ اٹا کیوں ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے سرور (حق سبحانہ) سے دُور رہ گیا۔ اور اس کی خدا اپنے کو سرور بنالیا اور تنہا روئی اختیار کی۔ اور جب اس کو کوری کی طرح مُشَبَّک اور سوراخ دار یعنی فی نفسہ معارن اکمال شخص نے اپنے آپ کو اب کمال مثل قدرت و احتیاء و علم و روح و غیرہ سے پُر دیکھا۔ تو اس نے اپنے کو دریائے حقیقی (حق سبحانہ) سے مستغنی سمجھا اور اس قطع تعلق کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا کمال روحانی سب جاتا رہا اور وہ خالی رہ گیا لیکن جبکہ پھر اُسے پوش آیا اور وہ منفعل رہا۔ اور رتے رتے اس کے جگر میں قطرہ اشک باقی نہ رہا تو پھر دریائے حقیقی نے رحم کیا اور اس کو واپس بلا لیا۔ اس قسم یہ نہ سمجھنا کہ اس کی رحمت پابند ہے رُنے دھونے کے۔ نہیں۔ بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی نیک ساعت میں اس کی رحمت بلا کسی سبب اور بلا کسی خدمت کے متوجہ ہو جاتی ہے۔ عجب کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اسے کھینچ لیتی ہے۔

(خلاصہ اس کا یہ ہے) کہ روح اپنی ذات سے متوجہ الی الحق تھی۔ مگر جبکہ اس کا تعلق جسم سے ہو گیا تو وہ حق سبحانہ سے غافل ہو کر لذات جسمانیہ میں مصروف ہو گئی۔ گو یا کہ اس نے اپنے کمال کو ذاتی سمجھا۔ اس نے اپنے کو مشتعل خیال کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معتبوب ہوئی۔ اور معتبوب ہو کر سرنگوں ہو گئی اور بجائے اوپر کی طرف جانے کے نیچے کی طرف چلے گئے اور روز بروز اس کی حالت دُدی ہوئی گئی اور اس کا تسفل بڑھتا گیا لیکن جب کہ اس کو ندامت ہوئی اور وہ خوب رُنے دھونے اور اشتغال بالجسم کو چھوڑا اور خصال ذمیرہ جو اس اندر اشتغال

بالجسم سے پیدا ہو گئی تھی ان کو دور کیا۔ تو حق سبحانہ نے اس پر پھر رحم کیا اور اس کو اپنے قرب سے سرفراز فرمایا۔ پس اس کو عروج سے رکنے والے اور ناسوت کی رہتہ میں مقید کرنے والے اجزاء عرضیہ تھے۔

ہاں لے مخاطب! گو یہ ضرور ہے کہ ساحل کے رہنے والوں کا رنگ زرد ہوتا ہے اسلئے اگر تو دریائے حقیقی سے قرب حاصل کر گیا تو ریاضات و مجاہدات کے سبب تیری رنگت بھی زرد ہو جائے گی۔ مگر تو اسی کی پرواہ نہ کر۔ اور قرب دریائے حقیقی ضرور حاصل کر۔ تاکہ ایسا کرنے سے کسی نہ کسی وقت اس جواد و حکیم کی ہتھ پر نظر عنایت ہو جائے اور تجھے دولت وصال میسر ہو جائے جس کی خوشی سے تیری زردی رنگ سرخی سے بدل جائے۔ اور اگر بالفرض اگر یہ رنگ نہ بھی بدلے تب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ خود یہ زردی رنگ بھی تمام رنگوں سے بہتر ہے کیونکہ اس کا سبب دیدار حق سبحانہ کا انتظار ہے رہی سہی جو کہ کسی تمنا تے ہوئے چہرہ پر ہے۔ سو اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی جان کے اندر طلب حق سبحانہ نہیں ہے اور وہ اس کے فراق پر قناعت کئے ہوئے ہے کیونکہ اس کو طلب ہوتی تو سرخی رنگ ناممکن تھی اسلئے کہ طلب کا خاصہ ہے کہ وہ ڈبلا اور زرد اور سبکین طبیعت بنا دیتی ہے اور وہ کسی بیماری اور تکلیف سے بیمار نہیں ہوتا کہ زردی رنگ اس بیماری اور تکلیف کے سبب ہو۔ بلکہ یہ صرف اس طلب اور انتظار کا اثر ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر جالینوس بھی اس کا بدن مگر صحن کے زرد چہرہ دیکھ لے تو اس کی عقل بھی دنگ ہو جائے اور کہے کہ یہ شخص بیمار تو ہے نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کا چہرہ زرد ہے۔

القصہ! تم کو زردی رنگ سے خوف نہ کرنا چاہیئے (کیونکہ اول تو وہ عارضی ہے اور وصال کے بعد سرخی سے بدل جائے پھر اگر نہ بھی بدلے تو وہ زردی جو انتظار دیدار حق سبحانہ نہیں ہو۔ اس سرخی سے بہتر ہے جو استغناء

عن الحق کے سبب ہو) اور طلب حق سبحانہ میں مصروف ہونا چاہیے۔  
 دیکھو! جب تم انوار حق سبحانہ کے طالب ہو گے تو تمہاری سرکشی فانی رہے گی۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دل میں طمع اور جس قدر تمہاری طلب بڑھے گی اسی قدر تمہاری سرکشی فنا ہوگی اور جس قدر تمہاری سرکشی فنا ہوگی اسی قدر صفائی باطن حاصل ہوگی۔ پس تم کو طلب کامل حاصل کرنی چاہیے۔ تاکہ تم کو صفائی کامل حاصل ہو۔ اور حجابات تمام مرتفع ہو جائیں اور نور بے سایہ تم کو حاصل ہو۔ اور تم بلا حجاب دیدار حق سبحانہ سے مشرف ہو۔ کیونکہ جس نور میں سایہ کی آمیزش نہ ہو وہ نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ رہا شبک یعنی نور تاریکی آمیختہ۔ سو وہ چھلنی کا سایہ ہوتا ہے سو وہ ایسا اچھا نہیں ہے جیسا کہ وہ نور جس میں سایہ کی بالکل آمیزش نہ ہو پس تم طلب ناقص اور تصفیہ ناقص پر اکتفا نہ کرو۔ بلکہ اسکو کامل کرو۔ نور بے سایہ اور مشاہدہ بلا حجاب کی قدرا بل اللہ جلتے ہیں عوام اسکی قدر نہیں جان سکتے کیونکہ عشاق چاہتے ہیں کراں کا اور ان کے محبوب کا جسم بالکل ننگا ہو اور ان کے اور ان کے محبوب کے درمیان کپڑا بھی حائل نہ ہو۔ تاکہ انہیں وصل عریان حاصل ہو جائے۔

بہ نامرد۔ روان کے نزدیک کپڑا اور بدن دونوں برابر ہیں علیٰ ہذا۔ روٹی اور خوان روزہ داروں کے لیے ہوتے ہیں۔ رہے زخموں پر بیٹھ کر ان میں کیڑے ڈالنے والی مکھی۔ سوئے نہ شوئے سے واسطہ ہے اور نہ چلے سے (فائدہ: واضح ہو کہ حجابات کا بالکل مرتفع ہو جانا اور فنا کے تمام مدارج کا طے ہو جانا ناممکن ہے پس اس مقام پر تمام حجابات کے مرتفع ہونے اور حصول فنا کے تام سے مراد استزاق حقیقی نہیں ہے بلکہ مقصود محض کثرت ہے۔ واللہ اعلم۔



دیکھو بار استغای شاہ از ایاز کہ تاویل کار خود مگو و مشکل منکر  
 شاہ کا ایاز سے دیکھو کہتا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور مشکل منکر وہ  
 وطاعناں اہل فن کراشاں اور التماس ہا کر کن مہریت  
 معترضوں کی مشکل کو حل کر دے، کیوں کہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا عزت نہیں ہے

حالہ حال باطن۔ ایاز نے  
 کہا اگر باطنی احوال ناقابل  
 بیان ہیں تو ظاہری احوال  
 خاصہ اور کیفیات کی وضاحت  
 دیتا ہوں۔ حق یعنی خاص  
 مل جفت۔ یعنی تفسیر ہاتھ کے  
 ساتھ حال سنا کر رکھتے۔  
 اگر ایک مہربانی ہو کر امتحان  
 کی تمنائیں خواہوار مہربانی ہیں  
 زان۔ ان تمنائیں کا اس قدر شریعتی  
 ہوئی ہے کہ اگر اس کا ایک خطو  
 سمندر میں گر جائے تو سمندر  
 کا کھارہاں ختم ہو جائے۔ قدر  
 ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں  
 ہے نہ طاری ہونے میں اور نہ  
 دائم فیہ کی طرف چلنے میں۔  
 شہد۔ ہر روز کا حال کل  
 کو معدوم ہو جاتا ہے اور  
 دوسرا مل آجاتا ہے بطور  
 نیا کا پانی گذشتہ جگہ ہے اور  
 اُس کی جگہ نیا پانی بٹا رہتا  
 ہے شادی۔ ہر روز ایک نئی  
 خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر  
 روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔

اے ایاز انکوں بگو احوال خوش  
 اے ایاز اب تو اپنے احوال بتا  
 اگرچہ تصویر حکایت شدہ دراز  
 اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے  
 تو بدیں احوال کے مضی شوی  
 تو بن احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟  
 خاک بن احوال دریں پنج و شش  
 پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے  
 حال ظاہر گویت طاق و جفت  
 میں آج سے طاق اور جفت میں ظاہر کا مال بیکار ہو گیا  
 گشت برجاں خوشتر از قند و نبات  
 جان کیسے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں  
 تلخنی دریا ہمہ شبیریں شود  
 سمندر کا کھارہاں سب میٹھا ہو جائے  
 باز سوی غیب قند اے امیں  
 اے استدار پھر غیب کی جانب چلے گئے  
 ہچو جوان در روش کش بندنے  
 جیسے کہ باری ہونے میں نہ ہر چیز کوئی بند نہیں ہے  
 فکر ت ہر روز را دیکر اثر  
 ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

ایں سخن از حد و انداز ستیش  
 یہ بات حد اور امتداد سے زیادہ ہے  
 ہیں بگو احوال خود را لے ایاز  
 ان اے ایاز! اپنے احوال بتا  
 ہست احوال نواز کاں نوی  
 تیرے احوال، نئی کان کے ہیں  
 ہیں حکایت کن از ان احوال خوش  
 ہاں اپنے اپنے احوال بیان کر  
 حال باطن گر نمی آید بگفت  
 باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آ سکتا  
 کہ ز لطف بار تلخیمہای مات  
 کیونکہ غلٹ کی تمنائیں یا رک مہربانی سے  
 زان نبات اگر در در ویا رود  
 اگر اس غلٹ کی گرد و دھول میں پہنچ جائے  
 صد ہزار احوال عالم اس میں ہیں  
 یہی طرح، عالم کے لاکھوں احوال  
 حال ہر روز کے بددی ماند نے  
 ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے  
 شادی ہر روز از نوع دیگر  
 ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے

حالہ احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کان نوی تیرے اور نے نے احوال طاری  
 ہوتے ہیں۔ بہین احوال یعنی جو کیفیات سے حاصل ہو گئی ہیں۔ ہیں۔ اپنی اپنی کیفیات کی بات  
 سادھن جہات اللہ پنج حواس کی باتوں پر رنگ ڈال۔

## شرح

اچھا مذکورہ بالا گفتگو تو حتم نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ حد اور اندازہ سے خارج ہے اسلئے اسے چھوڑ دو اور سنو کہ محمد نے ایاز سے کیا کہا۔ اس کا کہ اے ایاز! تو اپنے احوال بیان کر۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہاں اے ایاز! کہ قصہ کو طویل ہو گیا ہے مگر اس کے کچھ پڑا ہ نہیں تم اپنی حالت ضرور بیان کرو۔ بھائی! تمہارے احوال تو نہایت تروتازہ اور پسندیدہ اور گویا کہ جدت کی کان سے نکلے ہیں۔ پس تم ان احوال کو کیوں پسند کرو گے جو میں تمہارے بیان کرتا ہوں لہذا تم خود اپنے ان پاکیزہ اور نفیس حالات کو بیان کرو۔ اور ان احوال پر خاک ڈالو۔ جو اس بیان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا علاقہ عالم ناسوت سے ہے لیکن تم تو بیان نہیں کرتے اسلئے مجبوراً میں ہی بیان کرتا ہوں اور اگر تمہارے باطنی احوال بعینہا بیان میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ وجدانی ہیں۔ جس کا ادراک وجدان سے ہو سکتا ہے۔ تو تمہارے ظاہری اور سرسری احوال ہی خلا و بلا میں بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ تمہارے یار کی خوبی اور پاکیزگی نے تمہارے ناگاہوں کی تلخیوں اور ناگوار یوں کو اس قدر گوارا اور شیریں بنا دیا ہے کہ وہ قند اور نبات سے بڑھ گئی ہیں اور وہ اس قدر شیریں ہو گئی ہیں۔ کہ اگر ان کی گرد بھی سمندر میں پڑ جائے تو سمندر کی تمام تلخی شیرینی سے بدل جائے یعنی تم اپنے محبوب سے اس قدر محبت کرتے ہو۔ اور وہ تمہاری نظر میں اس درجہ محبوب اور مرغوب ہے کہ اس کے عشق میں جو مصیبت بھی تم پر پڑتی ہے اور جو ناکامی بھی تم کو پیش آتی ہے تم اپنے محبوب کی خاطر اس کو نہایت فرخ و صفا اور کشادہ روی کے ساتھ قبول کرتے ہو (فاصلہ) ہم نے ہیں بگو احوال خود اسلئے بیان کرنا کہ مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ شعر مذکور کا مصرع ثانی اور اشعار آئندہ باواز بلند اس امر کو ظاہر کرتے ہیں۔ شرع نے اس مقام پر بہت غصہ کیا ہے۔ (تنبہ لہ) یہاں تک اس مضمون کو بیان فرما کر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اوپر تلخی دریا کے فنا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ سنو بھائی! ایک تلخی دریا کیا چیل رہا ہے عالم

میں لاکھوں احوال آئے اور پھر غیب کو سدھار گئے چنانچہ ہر روز کی حالت اس کے پہلے دن کی حالت کے مشابہ نہیں ہوتی۔ جیسے ندی کا بہتا ہوا پانی۔ جس کے لیے کوئی روک نہیں ہے کہ وہ ہر دم نیا ہوتا ہے اور جو ایک دفعہ آچکا وہ پھر نہیں آتا۔ اور ہر روز کی خوشی پہلے دن کی خوشی سے مختلف ہوتی ہے اور ہر روز کے خیال کا اثر پہلے دن کے خیال کے اثر سے جُدا ہوتا ہے۔ اس سے بیان سے ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تمثیل تن آدمی بہمانخانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں  
آدمی کے جسم کی مکان بہمان خانہ ہے اور مختلف فکریں بہمان کی طرح  
مہماناں و عارف صابر دران اندیشہاچوں مرد و بہمان  
ہیں اور عارف، صابر، ان عقول کے معاملہ میں بہمان  
دوست غریبے از خلیل وار  
دوست فریب نواز ایمان خلیل اللہ کی طرح ہے

ہر صبح صبح ضیف نواید رواں  
ہر صبح کو نیا بہمان ملتا آتا ہے  
ضیف تازہ فکر تازہ دی و غم  
خوشی اور غم کے فکر کا نیا بہمان  
در مہمند و منتظر شود و سبیل  
دولت بدد کر اور راست میں منتظر  
در دولت ضیفست اور از دار خوش  
وہ تیرے دل میں بہمان ہے آنسو خوش نیک

کو ہم انکوں باز پر دور عدم  
کیونکہ وہ بھی اب عدم کی جانب پر ہوا کر جائیگا

ہست بہمان نہ این تن کیوں  
لے جاؤ! یہ جسم بہمان خانہ ہے  
نے غلط گفتہ کہ آید دم بم  
نہیں ہیں نے غلط کہا، لہذا یہ لو آتا ہے  
میزبان تازہ روشوئے خلیل  
اے خلیل! غصہ پیشانی ولا میزبان  
ہر چہ آید از جہان غیب و شش  
غیب جیسے جہان سے جو آئے

ہیں ملو کیس ماند اندر گردنم  
خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گھر کا درہا گیا

مفہم۔ جہان صابر بہمان  
لے اے احوال کو اس طرح نو افق  
ہیں جس طرح کوئی گھڑ پھا  
کو لڑاتا ہے۔  
لے ہر صبح صبح جب انساں  
صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو اس  
کے ذہن میں ایک نیا خیال  
آتا ہے نئے عقول میں لے یہ  
فکر کیا کہ صبح کو خیال بہمان  
بکر آتا ہے صبح بات ہے کہ  
صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت  
خوشی اور غم کا خیال انسان  
کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔  
لے خلیل حضرت ابراہیم  
خلیل اللہ کی بہمان نورانی  
سنو رہے۔

حکایت آن مہمان وزن خداوند خانہ کہ آہ بارانِ نگر  
 مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ اپنے باؤں ہم کو  
 وہمان در گردن ماماند  
 اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

اُس یکے راسی گہاں آں مد قش  
 ایک دیران اے یہاں بے وقت مہمان آگیا  
 خواں کشید اورا کر امتہا نمود  
 اُنکے بے دسترخوان بچھایا، تواضع کی  
 مرد وزن را گفت نہیانی سخن  
 شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا  
 بستر مارا بگستر سوی در  
 ہمارا بستر، دو دانے کی جانب بچھا  
 گفت زن خدمت کنم شادی تم  
 بیوی نے کہا خدمت بجالاؤ گی عرش ہوگی  
 ہر دو بستر گسترید و رفتن زن  
 بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی  
 ماند مہمان عزیز و شوہر شش  
 مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے  
 در سحر گفتند ہر دو منتخب  
 دونوں شریفوں نے کہاں میں ذکر کیا  
 بعد ازاں مہمان از خواب از سحر  
 اُنکے بعد نیندا و در کہاں کی وجہ سے مہمان  
 شوہر از نخلت بد و چیز نگفت  
 شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اس سے کچھ نہ کہا  
 کہ برای خواب تو اے بوالکرم  
 کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے  
 آن قر اے کہ بزں اودادہ بود  
 وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی

خواب میں کسی مہمان خیال کو  
 یہ نہ کہہ کر بیوی گھر کا دار  
 ہی گیا، حکایت۔ بیوی نے  
 مہمان کو گئے کا ہر گھانا اور  
 ناز نہ کر دیا۔ یہاں سے کہتے  
 تھے مہمان قش گھر سے تھک  
 شادی سیاہ۔  
 اُسے مرد شرم نے بیوی سے  
 کہا کہ آج جو کہ مہمان بھی ہے  
 روئے بستر بچھانا۔ جائے خواب۔  
 سونے کا بستر پارہ میرا  
 بستر دو دانے کے قریب بچھانا  
 اور مہمان کا بستر دو دانے کے  
 سمیع و طاعت۔ سننا اور کرنا۔  
 اُنکے ناز نہ کر۔ شادی والا  
 گھر نقل جدید سحر رات  
 کی کہانی۔ منتخب۔ میرا بچھا  
 مہمان دونوں پر گوندہ تھیں  
 تھے۔ بعد ازاں کہنے لگے اور  
 کہاں میں کہ بعد مہمان بیوی  
 کے بستر پر لیٹ گیا۔ شوہر شوہر  
 نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ  
 کے سونے کے لئے دوسرا  
 بستر ہے۔  
 اُسے جو اکثر مہمان۔ آن  
 قرار ہے جو بات بیوی کہتے  
 بیوی تھی وہ اچھی ہو گئی۔



آتش آنجا سخت باران گرفت

اُس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی  
زبان بیاہد بر گمان آنکھ شو

بیوی آئی اس گمان سے کہ شوہر  
رفت عریان ز لحاف اندم عروسی

دہن تنگی ہو کر فوراً لحاف میں گھس گئی  
گفت می ترسیدم لے مرد کلاں

اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں  
مرد مہماں را گل و باران نشانہ

مہماں شخص کو کہو اور بارش نے بھاریا  
اندیس باران و گل او کے رُود

اس بارش اور کہو میں نہ کب جائے گا  
زود مہماں جست گفت زن بہل

جلدی سے مہماں اٹھا اور بولا اے عورت! جلد سے  
من زواں گشتم شمار بخیر باد

میں چل دیا اتم سلامت رہو  
تا کہ ز تو تر جانب معدن رُود

تا کہ بہت جلد کان کسی جانب چل جائے  
زن پشیمان شد از اں گفتا رستہ د

عورت اُس سرد رہی کی بات سے شہیندہ ہو گئی  
زن بے گفتش کہ آخر لے امیر

عورت نے اُس سے بہت کہہ کر اے سردار! آخر  
سجدہ و زاری زن سونے نہ شد

عورت کے جسے اور عاجزی نے قائم نہ دیا  
جامہ ارقی کہ زراں پس مرد و زن

میاں بیوی نے اس کے بندہ کو بے نیلے کرتے  
میشد و صحر از نور شمع مرد

وہ جامہ تھا اور بھل، مرد کی شمع کے نور سے  
کرد مہماں خانہ خانہ خویش را

اُس نے اپنے گھر کو مہماں خانہ بنا دیا

کر شکوہ ابرشاں آمد شگفت

کہ امیر کی حیثیت سے وہ حیران ہو گئی  
سوی در خفتہ است و آنسو اُمو

دروازہ کے جانب سویا ہوا اور اُس جانب وہ چلا  
داد مہماں را بر غبت چند بوس

اور رغبت سے مہماں کے چہرہ بوسے لے  
خود مہماں آمد مہماں آمد مہماں

دہی ہوا دہی ہوا دہی ہوا  
بر تو چوں صابون سلطانی ہامد

آہر شاہی میکس کی طرح ہو گیا  
بر سر و جان تو او تا و اں شود

آپ کے سر اور ہاں پر وہ تاواں بنے گا  
موزہ دارم من نذر غم ز گل

میرے پاس موزہ ہے مجھے کہہ کر لکھ نہیں ہے  
در سفر یکدم مُبدا و روح شاد

نہ کہ سفینِ محوڑی در کیے بھی روح خوش ہو  
کایں خوشی اندر سفر رہن شود

کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہن بخاتی ہے  
چوں رمید رفت اں مہماں فرد

بیکہ وہ دیکتا مہماں بھوک گیا اور چلا گیا  
کہ مزاحیہ کردم از طبیعت گیر

میں نے مذاق کیا ہے مذاق سے نچوہ نہ ہو  
رفت ایشان را در اں حشر گذشت

وہ ہوا گیا اُن کو کہ اُس حشر میں ہو رہا  
صورتش دیدند شمع بے لگن

انھوں نے اُنکی صورت بے شمع اُن کی شمع دیکھی  
چوں بہشت از ظلمت گشت فرد

بہشت کی طرح رات کی تاریکی سے جا چلا  
از غم و از غمالت ایں ماجرا

اس فتنہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

آتش آتش رات ایسی  
بارش ہوئی کہ آنکھ پر گھر  
ڈھلکتا تھا عریان۔ شگفتہ  
مہماں کو شوہر بھوک  
آنکھ سے نیلے کی گشت۔  
پھر مہماں کو شوہر بھوک  
گلی کہ جس چیز کا بیٹے ڈھلکا  
دہی ہونے

لے مرد مہماں تاب کیمرہ  
بارش کی وجہ سے مہماں روز  
نہ ہو گا۔ صابون سلطانی  
کسی شخص کے لئے ایک صابون  
پر کوئی چیز بادشاہ کی جانب  
سے مقرر ہو نا ہوگی کہ جو مہماں  
دارم۔ میرے پاس جو شے  
کے موزے میں مجھے کہو  
کی فکر نہیں ہے۔  
تہ من روان گشتہ پچھے  
وقت مہماں نے میرا دواں  
کو دیا۔ در سفر دیا  
کی زندگی سفر کی حالت  
ہے اور منزل آخرت ہے  
سفر میں خوشی اور آرام  
رہن بنتا ہے

لے جاتادرق۔ دیکھ میں  
نیکہ کہنے پہنچے جاتے ہیں۔  
صورت۔ اُس مہماں سے بھل  
دشمن ہوا تھا اور جنت کا نور  
ہو گیا کہ اُس پرانے اُس  
شرمندگی میں اپنے گھر کو مہماں  
خانہ بنا دیا۔

درد وین ہر دو از راہ نہاں

مغنی راہ سے دھن کے باطن میں  
کے بدم یا رخصت کج جوڈ  
کریں نصرت کا، جس فعل کے یکساں نہ آئے

ہر زناں گفتے خیال میہاں

ہر وقت مہسان کا خیال کرتا  
می نشاندم ایک وزی تاں نبوڈ  
میں نے بکھرے آئین تباراقت سے

تمتیش فکر ہر روزینہ کہ اندر دل آید بہاں نو کہ از اول روز

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا آئے مہان کیساتھ جو پہلے ہی دن

درخانہ فرو آید و حکم و بند خوی کند و فضیلت مہانداری

مگر ہی آتا ہے اصرار ملتا ہے اور بد نظمی کرتا ہے اور مہانداری کی فضیلت

و ناز مہان کشیدن

اور مہان کی ناز برداری مکرنا

ہر دے فکر ہے جو مہان غریز

ہر وقت غریز مہان کی طرح ایک فکر

فکر رائے جاں بجائی شخص دیاں

لے جان: فکر کو انسان کی طرح سمجھ

فکر غم گر راہ شادی میزند

غم کو اسکو اگر خوشی کی بہتری کرتا ہے

خانہ می روید بہ تشندی اور غیر

وہ ختم ہے فیہ فکر کو ممان کرتا ہے

میفشاند بزرگ زرد از شاخ دل

دل کی شاخ سے نندہ پتے مجاڑ دیتا ہے

می کند اونچ سر و کہنہ را

و پہلے سے سسہ کی بڑا اکاڑ دیتا ہے

غم کند تیغ کز بوسیدہ را

غم، تیغ میں شری ہون، جو کہ اکاڑا ہے

غم ز دل ہر چہ بریزد یا برد

غم، دل سے نکلتا یا لگتا ہے

خاصاں را کہ یقینش باشد اس

کے خصوصاً اس کے کہ جو یقین ہو

گر ترش روی نیازد ابرو برقی

اگر ابرو ابھیل بد مزاجی دکرے

آید اندر سبب ہر روز نیز

ہر روز سبب میں ہی آتا ہے

آنکہ شخص از فکر دارد قدر جاں

کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

کار ساز یہاں شادی می کند

وہ خوشی کے سامان ہیت کرتا ہے

تا در آید شادی تو ز اصل خیر

تا کہ اصل خیر سے، نئی خوشی آئے

تا بر موید بزرگ بزم متصل

تا کہ مسلسل غم پہنچے آئیں

تا خرامد سر و نو از ما و را

تا کہ مایہ غیب سے نیا سر جوڑے

تا نما یزد تیغ زو پو شیدہ را

تا کہ بڑا بچے تیغ کو دغا کرے

در عرض حقا کہ بہتر آورد

یقیناً بدلے میں بہتر داتا ہے

کہ تو غم بندہ اہل بقہ

کہ غم اہل یقین کا فہم ہوتا ہے

رز بسوزد از بستمہای شرق

مشرق کی سلاہوں سے آگ لگتی ہیں

لے کر جہم۔ درد میل

جو کہی دل میں مہاں کا

تصور ہے کہتا کہ میں نہیں

فائدہ پہنچنے یا تاک میں تھا

مقرر میں نہ تھا، اگر غم ہم

لے کر غم نہ لایا ہے یعنی

وہ خیال کرتا تھا کہ میں نہیں

درست غم نہ تھا، یعنی میں

ہو گئے ہیں کہ میں غم کو ایک

دست تھا ادا کر غم خدا کے

زیر اور خدا کے زب سے تھا

جاتے تو میری دشنام کی

مغنی میں ہے، فیل، فکر

خود دناوشکار ہر غم کو

مزعج مہان سمجھیں کی علامت

ندت کرنی ہے بھگت حکم

۲۰

۲۱

۲۲

۲۳

۲۴

۲۵

۲۶

۲۷

۲۸

۲۹

۳۰

۳۱

۳۲

۳۳

۳۴

۳۵

۳۶



جای دیگر سود دار و عادت  
تیری عادت دوسری بگمید ہوگی  
فکرتے کر شادیت مانع شود  
وہ فکر جو تیرے لئے غمشی ہے ان پر  
تو نحواں دو چار دیش آجواں  
اسے جوان : تو اس کو حقیر نہ سمجھ  
تو مگو فرے ست اور اہل گیر  
تو دیش کو شایخ نہ کہ اس کو جزا سمجھ  
وہ تو اس رافرغ گیری و فخر  
اگر تو اس کو شایخ اور فخر سمجھے گا  
زہر آمد انتظار اندر چشیش  
انتظار و ذائقہ میں رخصہ ہے  
اہل و ان آرا بگیری شش کر کنار  
اس کو جزا سمجھ تو اس کو جہنم میں لے لے

ناگہاں روزے بر آید حاجت  
اچانک کسی روز تیری نواہ بر آئے گی  
آں بامرو حکمت صانع شود  
وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر بنا ہے  
بُو کہ بچے باشد و صاحب حق  
ہو سکتا ہے کہ وہ ستارہ اور صاف مندرجہ  
تا شوی پیوستہ بر مقصود و چیر  
تا کہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے  
چشم تو در اہل باشد منتظر  
تیری آنکھ بڑا کے لئے منتظر رہے گی  
داماد مرگ باشی زان روش  
اس زرخش سے قریب موت میں رہیگا  
باز رہ دائم زمرگ انتظار  
موت کے انتظار سے ہمیشہ غمت مائل کر

۳۷ غم کے جو غم شادی  
سے مانع ہوتا ہے وہ بھلا  
کے حکم سے ہر کچھ اسرار  
ہیں کوئی حکمت پرچہ ہوتی  
ہے ہر کچھ ہر کچھ  
یعنی حقیر و عاجزوں کے پیش  
نہی ہے جس کی عادت ہر کچھ  
کے منتظر کے وقت اصل  
اور شری ایک برت میں  
ہوں تو گوئی فکر کر اصل  
سمجھ اور اس کو مقصود بنانا کہ  
مقصد کی ہر روز تو مقصد کو  
عہد ادا کا منتظر رہیگا  
لے آہر اور مرئی ان وقت  
ہوتا ہے ہر کچھ وقت سے آہر  
اس کو خدا کے اسرار میں کسی  
ام کو منتظر سمجھتا ہے جس اسرار  
وصفات کے منتظر کا اثر ہے

## شرح

یعنی تمہارا دل ایک مہمان خانہ ہے جس میں ہر روز ایک نیا مہمان  
آتا ہے۔ نہیں۔ میں نے غلط کہا۔ بلکہ ہر دم آتا ہے اس لئے  
مہمان سے مراد ہماری کیل ہے؟ خوش کن یا رنجہ خیال۔ پس تم کو چاہیے کہ تم کشادہ  
رو میزبان بنو۔ اور نہایت خوشی کے ساتھ اس کو اپنے یہاں ٹھہراؤ۔ اور اس کے لئے دروازہ  
بند نہ کرو۔ بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح راہ میں اس کے منتظر رہو۔

حاصل یہ ہے کہ عالم علوی سے (جو کہ عوام سے غائب اور خاص کے سامنے  
حاضر ہے جس کو غیب و کش اور مثل غیب کہا جا سکتا ہے) تمہارے دل میں خیالات مہمان  
خداوندی ہو کر آتے ہیں پس تم کو چاہیے کہ ان کو راضی رکھو۔ دیکھنا تم یہ نہ کہنا کہ  
کہ یہ میرے گلے کا ہار اور وبال جان ہو گئے ہیں کیونکہ وہ رہنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ جہاں  
سے آئے تھے وہیں پھر لوٹ جائیں گے یعنی عدم سے آئے تھے اور عدم کو واپس ہو جائیں

گے اور ان کے چلے جانے کے بعد ممکن ہے کہ تمہیں افسوس ہو! جیسا کہ ان خاوند اور بیوی کو ہوا تھا۔ جن کا قصہ یہ ہے۔

ایک صاحب ایک شخص کے یہاں بے وقت مہمان ہوئے اسٹی انکویلیں عزیز رکھا جیسا کہ گلے میں طوق ہوتا ہے اور اسٹی اُن کے سامنے کھانا رکھا۔ اور بھی اُن کی بہت کچھ خاطر کی۔ اتفاق سے اس روز ان کے محلہ میں کوئی محفل شادی تھی اور عورت کو دہاں جانا تھا ایسے اس مرد نے اپنی عورت چُپکے سے کہا کہ آج دو بستر بچھا دینا اور ہمارا بستر دروازہ کی طرف کرنا اور مہمان کا بستر دوسری طرف رکھنا۔ عورت نے کہا بہت اچھا! میں ایسا ہی کروں گی۔ بنا بریں اسٹی دو بستر بچھا دیئے اور عورت قریب میں چلی گئی۔ اب وہ شوہر اور مہمان رہ گئے انہوں نے اپنے سامنے کچھ کھانے پینے کی چیزیں رکھ لیں اور کھاتے رہے اور آدھی رات تک ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رہے۔ اس حالت میں مہمان کو نیند آگئی اور وہ گفتگو کو ختم کر کے اس بستر پر آ لیٹا جو کہ دروازہ کی طرف تھا۔ میزبان کو یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ یہ بستر میرا ہے آپ دوسرے بستر پر تشریف لیجئے اسلئے وہ خاموش ہو رہا۔ اب قراداد جو عورت اور مرد کے درمیان ہو چکی تھی بدل گئی اور جو جانب شوہر کے لیے تجویز ہوئی تھی اس طرف مہمان سو رہا۔ اتفاق سے اس رات کو بارش بکثرت ہوئی اور یہ حالت تھی کہ اُپر کو دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا۔ خیس عورت بدیں خیال کہ شوہر دروازہ کی طرف سو رہا ہے اور مہمان دوسری جانب۔ ننگی ہو کر لحاف میں آ داخل ہوئی اور مہمان کے چٹا چٹ بوسے لینے لگی اور یہ کہا کہ دیکھو جس بات کا مجھے کھٹکھا تھا وہ ہو کر رہا یعنی اُپر اور بارش نے مہمان کو روک لیا اور وہ شاہی ٹیکس کی طرح تم پر دہاں ہو گیا۔ بھلا اس گارے پانی میں وہ کیونکر جاوے گا اسلئے تجھ ہی پر ڈنڈ ہو گا یہ سنتے ہی مہمان اٹھ بیٹھا اور کہا کہ بی بی مجھے چھوڑ! میرے پاس جوتا ہے۔ مجھے گارے کی پردہ نہیں ہے۔ اچھا لو! میں جاتا ہوں اور تم کو خیر باد کہتا ہوں اور یہ ناگواری جو سفر میں مجھے پیش آئی ہے میں اسکو غنیمت سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا کرے سفر میں

آدمی کو راحت نہ ملے۔ تاکہ وہ جلد اپنے وطن کی طرف لوٹ جلتے کیونکہ سفر میں خوشی مایہزن ہو جاتی ہے اور وطن کا خیال بھلا دیتی ہے۔

(فائدہ: اس میں اشارہ ہو کہ اس طرف کہ طالب آخرت کے لیے تنعم دنیاوی سخت خطرہ کی خیر ہے، کیونکہ اس میں اندیشہ ہے اس کا کہ وہ دنیا میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے) اور اگر در سفر یکدم مہاد اوج شاد کو مولانا کا مضمون ارشاد ہی کہا جائے تو پھر یہ اس مدعا میں نص ہو گا۔ واللہ اعلم)

خیال ہو کہ وہ چلنے لگا تو عورت کو اپنی بے مروتی کی گفتگو پر سخت ندامت ہوئی اور اس نے بہت کہا کہ میں نے تو محض خوش طبعی سے مذاق میں یہ بات کہی تھی آپ اس پر گرفت نہ کیجئے مگر اس کی منت و خوشامد نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور وہ مہمان... رخصت ہو گیا اور ان کو حسرت میں چھوڑ گیا اس پر انہوں نے اسی غم میں ماتی بس پہن لیا کیونکہ انہوں نے اس کی صورت ایک شمع کی صورت میں دیکھی۔ اور دیکھا کہ

وہ جا رہا ہے اور اس کی نور سے تمام جنگل بہشت کی طرح جگمگا رہا ہے اور تاریکی کا اس میں نام نہیں ہے۔ اب انہوں نے اس واقعہ سے مغموم اور شرمندہ ہو کر اپنے گھر کو مہمان خانہ بنالیا۔ اور جو مسافر آتا اس کو اپنے یہاں ٹھہراتے اور اس کی خوب خاطر کرتے ان کے دل میں اس مہمان کا خیال خفیہ خفیہ یہ کہہ لائق تھا کہ میں خیر تھا اور چاہتا تھا کہ تم کو بہت کچھ دولت دوں گا لیکن کیا کیجئے کہ تمہاری قیمت میں نہ تھا۔ پس تم اس واقعہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ ہر وقت خیال ایک گرامی قدم مہمان کی طرح تمہارے دل میں بھی ہر روز آتا ہے۔

تم کو چاہیئے کہ اس خیال کو بمنزلہ آدمی کے سمجھو اور اس کی قدر کرو۔ کیونکہ آدمی کی وقعت خیال ہی کی بنا پر ہوتی ہے پس جبکہ خیال کے سبب آدمی قابلِ فتنہ ہے تو خود خیال بالادنی قابلِ وقعت ہو گا۔

یہ ضرور ہے کہ رنجہ خیال تمہاری خوشی کو کھوتا ہے لیکن وہ تمہارے لیے خوشی کا

انتظام بھی کرتا ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کو تمہارے دل سے نکالتا اور فانیات کو تمہاری نظر میں محض کر کے اور ان سے تمہاری توجہ کو ہٹا کر حق سبحانہ کی طرف پھیرتا ہے تاکہ حق سبحانہ کی جانب سے تم کو ایک نئی خوشی حاصل ہو جو اب تک کبھی نہ حاصل ہوئی تھی اور وہ شاخ دل سے خزاں رسیدہ تھی (خیالات، یہودہ) کو دور کرتا ہے تاکہ اس کی بجائے سبز پتے (اعلیٰ خیالات) پیدا ہوں اور وہ پرانی سرو (دنیاوی خوشی) کی جڑ اکھاڑتا ہے تاکہ اس کی جگہ مادرائے ناسوت سے ایک نیا سرو (خوشی دینی) آکر قائم ہو۔ اور وہ بُری امد بوسیدہ جڑ کو اکھیڑتا ہے تاکہ وہ ایک ایسی جڑ کو ظاہر کرے جو ہنوز مخفی تھی۔ یعنی فساد عارضی کو دور کر کے صلاحیت اصلہ کو ظاہر کرتا ہے امد میں پشیم کہتا ہوں کہ غم دل سے جو چیز بھی کھوتا ہے اس کے عوض میں اس کے بہتر عطا کرتا ہے بالخصوص اس شخص کو جس کو امر مذکور متیقن ہو کیونکہ غم اہل یقین کا خادم ہوتا ہے اور ان کے لیے سامان راحت مہیا کیا کرتا ہے۔

شاید غم کی ترشروئی سے کسی کو خیال ہو کہ وہ سامان راحت و خوشی کیونکر مہیا مہیا کرتا ہے۔

اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظیر سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ابر اور برق ترشروئی نہ دکھلائیں تو آفتاب کی چمک کی تبسم سے انگور جل کر بھسم ہو جائے پس انگور کی سرسبزی اور شادابی کا مدار ابر و برق ترشرو ہوئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ برترشرو و مُضر نہیں ہے اور وہ استبعاد جاتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اور بُرے ہر طرح کے خیالات تمہارے دل میں آتے ہیں اور ستاروں کی طرح گھر گھر پھرتے ہیں۔ پس جس وقت وہ تمہارے بُرج قلب میں آئیں تو تم ان کے لیے طالع کی طرح شیریں اور چُمت ہونا چاہیے تاکہ وہ ماہِ حقیقی یعنی حق سبحانہ سے مُلاتی ہوں تو وہ اس مالک اور بادشاہِ دل سے تمہاری تعریف کریں۔ [فاصلہ : باش ہچوں طالعش شیریں و چست کی۔ تفصیل یہ ہے کہ اہل نجوم نے بارہ برجوں کو کو اکب سبعہ پر یوں تقسیم کیا ہے کہ چاند



اور سرج کو ایک ایک بُرج دیا ہے اور باقی پانچ کو دودو۔ اور کہا ہے کہ ہر تارہ کو اپنے گھر میں قوت حاصل ہوتی ہے اسلئے اس کا گھر اس کے موافق ہوگا۔

پس تم کو چاہیئے کہ تم بھی خیالات کے موافق رہو۔ واللہ اعلم دیکھو! ایوب علیہ السلام ساٹھ برس تک صبر اور رضا کے ساتھ مصیبت کی حالت میں مہمانِ خداوندی یعنی رنج و غم سے خوش رہے تاکہ جب وہ شدید مصیبت واپس ہو۔ تو حق سبحانہ سے ان کی بہت کچھ تعریف کرے اور کہے کہ اپنی محبت کے سبب انہوں نے مجھ محبوبِ بخش سے ایک دم کے لیے بھی منہ نہیں چڑھایا مہین وہ اپنی وفاداری اور ناخوشی حکمِ خدا سے شرمندگی کے سبب ساٹھ برس تک مصیبت کے ساتھ یوں طے چلے رہے جیسے دودھ اور شہد۔ پس تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ خیالاتِ دل میں نئے نئے آتے رہتے ہیں۔ پس تم کو ان کے ساتھ ہنسی خوشی جانا چاہیئے اور یہ دعا کرنی چاہیئے کہ الہی جو کچھ اس کی آمد میں میرے لیے برائی ہو تو مجھے اس کے بچانا اور جو کچھ اس میں بھلائی ہو اس کے مجھے کامیاب۔

کرنا اور اے اللہ تو مجھے توفیق عطا کرنا کہ تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جس کو میں دیکھ رہا ہوں یعنی عطائے غنم کا۔ اور اگر یہ نعمت مجھ سے زائل ہو جائے تو اس کے پیچھے تو میرے لیے حسرت نہ چھوڑنا۔ یعنی تو صبر اور شکر عطا کرنا۔ تاکہ اس کے زوال کے بعد مجھے افسوس نہ ہو کہ میں نے اس وقت صبر اور شکر کیوں نہ کیا اور تم کو چاہیئے کہ اس ترش رو خیال کا لحاظ کرو۔ اور اس ترش رو کو شیریں... سمجھو اور اس کے ترش روی سے متوحش نہ ہو۔ کیونکہ اس کے کمالِ مثال ابو کی سی ہے اور اگر بظاہر ترش رو ہوتا ہے تو اس میں ایک بڑی خوبی بھی وہ یہ کہ وہ گلشنِ پیدا کرنے والا اور ستورہ کو فنا کرنے والا ہے پس تم غم کو ابر کی مانند سمجھو اور اس ترش رو کے ساتھ ترش روی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے اندر کوئی محضی دولت ہو جس کا ملنا موقوف ہو صبر اور شکر پر۔ اور شکر و صبر کرنے

سے تم اسکو محروم ہو جاؤ لہذا کوشش کرو کہ وہ تم سے راضی جائے اور وہ دولت تمہیں دیتا جائے اور اگر اس میں کوئی دولت مخفی نہ ہو تب بھی شکریہ مفید ہے کیونکہ اسکو تمہاری عادت درست ہوگی اور یہ تمہاری اچھی عادت تم کو اور جگہ... فائدہ دیگی اور ایک نہ ایک دن تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ تمام غم خانی نہیں ہو سکتے لہذا کوئی غم ایسا بھی ہوگا جو دولت لئے ہوئے ہوگا اور تم حسب عادت اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو وہ تمہیں دولت دے جائے گا۔

سبب خیال غم سے ناخوش ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جو تمہاری خوشی کو روکتا ہے تو از خود نہیں روکتا۔ بلکہ حکم اور باقتضائے حکمت روکتا ہے ایسی حالت میں اسکو ناخوش ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

الحاصل تم غم کو حقیر نہ سمجھو! کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کوئی نہایت باسعادت ستارہ ہو اور بہت بڑی دولت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور تم اسکو ناخوش کئے سبب اسکو محروم ہو جاؤ۔ یہ گفتگو تو تمہاری تسلی کے لیے ہے ورنہ ہم کو چاہیے کہ اسکو مقصود اور وسیلہ دولت نہ سمجھو بلکہ خود اسکو مقصود سمجھو۔ تاہم ہمیشہ کامیاب ہو۔ کیونکہ جب خود غم ہی مقصود ہوگا وہ حاصل ہوگا تو کامیابی ظاہر ہے۔

اور اگر تم اسکو غیر مقصود اور مضر لذتہ مقصد لغیرہ سمجھو گے تو اس وقت تک اصل مقصود کا انتظار رہے گا۔ اور انتظار کا مزہ نہایت تلخ ہے اسلئے تم اپنی اس طرز عمل سے ہمیشہ موت کی مصیبت میں مبتلا رہو گے۔ پس تم کو چاہیے کہ خود اسی کو اصل مقصود سمجھ کر بغل میں لو۔ اور اس طرح انتظار کی موت کی مانند تکلیف سے بچ جاؤ۔ ایسا کرنے سے تم کو تکلیف بھی نہ ہوگی اور نافع غم بھی حاصل ہو جائیں گے۔

# نواختن سلطان محمود ایاز را

سلطان محمود ایاز کر قرازا

اے ایاز پُر نیاز صدق کیش  
اے عازمند، سہانی کے طریقہ والے املا:  
نے بوقت شہوت باشد غبار  
شہوت کے وقت تیرے قمرش ہے  
نے بوقت خشم و کینہ صبر ہا  
خشم اور کینہ کے وقت تیرے صبر  
ہست مردی این آں شیخ ذکر  
مردانگی ہی ہے، نہ داری اور شرم  
حق کرا خواندست در قراں بحال  
حق کرا شوقا نے تیرے میں مرد کہا ہے  
روح حیوان راچہ قدر است پیر  
لے بیٹا! حیوان روح کی کیا قدر ہے؟  
صد ہزاراں سر نہادہ بر شکم  
لاکھوں سزاں، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں  
تا اتوانی بندہ شہوت شو  
تا اتوانی بندہ شہوت کا غلام نہی  
ورنہ شہوت خان مات بر کند  
ورنہ شہوت تیرا گمبار اکھاڑے گی  
روسی باشد کہ از جلال کیر  
روسی ہوگی کہ (مردی) شرمگاہ کی حرکت ہے

صدق تو از محرو زکوہ مست پیش  
تیری سہانی سندہ اندھا کے نیارہ ہے  
کہ رد و عقل چو کوہست کاہ وار  
کہ تیری پہاڑ میں عقل کے طرح ہوجائے  
ست گرد و در قرار و درشت  
نکاڑ اور جھاڑ میں سست ہوتے ہی  
ورنہ بوسے میر میراں کیسر ختر  
درد نہ کہے کی شرمگاہ سزاؤں کی شرم ہوتی  
کے بوزاں جسم را آن جا مجال  
داں جس جسم کی کہاں تمنا شس ہے؟  
آخر از بازار قصت ہاں گذر  
آخر تعانیلا کے بازار سے گذر  
آرز شاں از دلبہ واز دم کم  
تمنا کشت چمکی اور دلی سے سستی ہے  
در پے شہوت کن دل را گرد  
شہوت کے پیچے دل کو گردی نہ کر  
زندہ ات در گورتا یک انگند  
تجھے زندہ اندھیری قبر میں پھینک دے گی  
عقل او موشے شود شہوت چو شیر  
انہی عقل جو ہے میں اور شہوت شیر میں ہوجاتی ہے

صدق کیش۔ وہ جس نے سہانی  
کو ذہب بنایا جس عمار -  
لش۔ کہ زرد۔ یعنی پہاڑ میں  
عقل کے طرح ہوجائے۔  
لے کہ۔ وہ طرح پرانہ  
غیر صبر و ثبات کہ صبر  
دیتا ہے۔ ہست۔ اصل  
مردانگی ہی ہے کہ غفرت کے  
وقت انسان اپنے آپ پر  
جاہو ہلے۔ داری اور انکاں  
بدر دلی کا اطلاق نہیں ہے  
اور گمراہی کے لائن ہوتا۔  
حق۔ ادا شوقا نے سہانی  
ان دونوں کو کہا ہے جو کدوا  
مٹھنی ہوگی ہے اور دوسرا  
سے مراد دنیا جراتی نہیں  
ہے۔  
مٹھ۔ مٹھاراں۔ مٹھ  
جوان کرکٹ کا مندرجہ کیا  
ہو تو تعانیلا کے اندام  
جا کر رکھ لے۔ آرز۔ جست  
شہوت۔ شہوت جتنی انسان  
کی ہوا کی کا باعث ہے اور  
انسان کو زندہ در گورتا  
ہے۔ دلی۔ کاغذ صفت  
شہوت میں اندھی ہوجاتی ہو  
مٹھ۔ وقت۔ بد۔ ہر وقت  
کا خاص یہ ہے کہ کوئی شہوت  
سے مغلوب ہوگی عقل سستی  
نہ۔ جاندی پیچھے جسم والی  
نکلو۔ ہسر۔ آناک۔ باب  
مال۔ حقیقت سارا جتنی  
جوان لاک ہے کہ غلاب نہ  
کرے۔

وصیت پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازین شوہر  
ایک بیٹو کو نصبت کہانی حفاظت کر، تاکہ تو اس شوہر سے ملا نہ ہو جائے

خواجه بود دست او را از دست  
ایک صاحب کے ایک لاکھی  
گشت بالغ وادخترا بشو  
د بالغ ہو گئی ہیں وہ شوہر کو دے دی  
زہرہ خدے مرے خے سبیل کے  
زہرہ جیسے خدوای پانچ پیر نے ان چاندی سے  
شونموند اندر کفایت گفتوا  
شوہر جنیت میں جس کا ہسر نہ تھا

خربزہ چوں در رسد شد آناک

خربزہ جب پک پالے رہا ہوتا ہے

چوں ضرورت بود دختر را بداد

چونکہ ضرورت تھی، لڑکی دے دی

گفت دختر را کہیں داماد تو

اُس نے لڑکی سے کہا کہ تو اس داماد سے

کن ضرورت بود عقد این گدا

اُس نے کہا اس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی

ناگہاں بگمید گشت ترک ہمہ

ایانک بیاگ بائیکا سب کو چھوڑ دے گا

گفت دختر لے پدر خدمت کنم

لڑکی نے کہا اے آبا! تمہیں کروں گی

ہر دور و لے ہر سر و لے آں پد

ہر دور سے اور سر سے دن وہ باپ

ایش چہیں توے بعالم ہم بزند

دنیا میں ایسے لوگ بھی ملتے

حالمہ شد ناگہاں دختر ازو

اپانک لڑکی سے عالمہ ہو گئی

از پدر آں انہاں میداشت

اُس نے اس کو باپ سے پہلے رکھا

گشت پیدا گفت بابا چیست ای

دعا ہر ہو گیا، ابا نے کہا یہ کیا ہے؟

آں وصیتہا می من خود باد بود

و میری نصیحتیں خود اپنی ہوتی ہیں

گفت بابا چوں کنم پر میزن

اُس نے کہا آبا! میں کیسے پھینچوں؟

پندہ را پر میزن از آتش کجاست

دونوں آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟

گرد بشکا فی تہ گشت و ہلاک

اگر فرش کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہو جائیگا

او بنا کفوفے ز تخلف فساد

اُس نے فساد کے ذریعے غیر ضرور

خوشتن پر میزن کن حامل مشو

اپنے آپ کو بچھا، حامل نہ ہو

ایں غریب خوار را بنود و وفا

اس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہوگی

بر تو طفل او بماند مظلّمہ

اُس کا بچہ تیرے زیرِ پادشاهی بن جائے گا

ہست پندت و پذیر و مفتنم

آپ کی نصیحت ملے گا کہ گناہ والہ نصیحت ہے

دختر خود را بفرمودے خد

لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

کن جنیں توے نصیحت گر شد مند

اگر اس طرح کی نصیحت کر لیا ہے تو ہے

چونکہ بد ہر دو جوان عاتون شو

چونکہ شرور اور جہی دونوں جوان تھے

پنج ماہ گشت کو دک کدشش

بچہ پانچ ماہ بچنے کا ہو گیا

من گفتم کہ ازو دوری گزریں

میں نے تجھے نہیں کہا تھا اُس سے دوری اختیار کر

کنکرت پند و عظم بیج سود

کیونکہ میرے دعوے اور نصیحت نے کوئی نفع نہ لایا

آتش و مہتاب است بیشک مژدن

مرد و عورت آگ اور روٹی ہیں

یاد آتش کے حفاظت و تقا

یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت باپ لے

لڑکی کو عالمہ بننے کی ہدایت

کی عقد میں نکاح ہو جائیگا

بین چوڑ کر بیاگ جائیگا

نظرِ ظلم کی پناہ خد

بچاؤ

گفت باپ لے

ابن لایے بیرون بھی دیا

میں ہیں جو میں ملے گی

نصیحت کر لے گی کہ

میں پند کر لے گا

لے آؤ میری نصیحت

ہو جائی جو کہ گشت وک

لے باپ سے کہا بچہ اگر

اور دور ایک جگہ ہو تو

کب کہا و گزشت ہے

نگہداشت تھا بچاؤ

گفت کے گفتم کہ سُوئی اُو مرو  
 اُس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اسے کہاں جا  
 در زمان حال و انزال و خوشی  
 کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت  
 گفت کے انم کہ انراش کیست  
 اُس نے کہا مجھے کس معلوم تھا کہ انراش کب ہوگا  
 گفت چوں چشمش کلا پیہ شود  
 اُس نے کہا جب اس کی آنکھیں چمکیں  
 گفت تا چشمش کلا پیہ شد  
 اُس نے کہا اُس کی آنکھیں پڑنے تک  
 نیست ہر عقل حقیرے پا مدار  
 ہر حقیر عقل سے مضبوط نہیں ہے

تو پذیرای منی اُو مشو  
 یہ کہا تھا، تو اسکی منی کو قبول کرنے والی دہن  
 خوشیتن باید کہ از دے در کشی  
 چاہیے تھا کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچتی  
 ایں نہان و بغایت دُور دست  
 پرشیدہ اور اتہاسان بہرہ ہے  
 فہم کن کاں وقت انراش بود  
 سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے  
 کو مگر درز شہوت چشم من  
 شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں  
 وقت حرص و جنگ کا زار  
 حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

گفت اور اُنے کہا کہ میں نے  
 تو ہر کے پاس جانے کو سن  
 نہیں کیا تھا جتنی یعنی انزال  
 کے وقت اپنے آپ کو مضبوط  
 کر لینے کو کہا تھا۔  
 گفت اور اُنے کہا  
 مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے  
 کہ اس کو انزال کس وقت  
 ہو رہا ہے۔ در دست۔  
 مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔  
 کلا پیہ آنکھوں کو پڑنا  
 کوئی نظر آئے۔ گفت۔  
 اور اُن نے کہا اس وقت تو اس  
 خود شہوت سے اندھی ہوتی  
 تھی وقت حرص و لاہی اور  
 جنگ میں بہت کم حلیں تار  
 رہتی ہیں۔

**شرح** اب ہم پھر قصہ آیاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ  
 محسود نے کہا کہ اے منکسر المزاج اور غلغلہ آواز تیرا صدق  
 نہ سمندر میں سما سکتا ہے اور نہ لوٹے میں اور نہ بجھے شہوت کے وقت لغزش  
 ہوتی ہے جس کے تیرے کوہ کی مانند غیر متزلزل عقل کا ہ کی طرح اڑ جائے اور نہ  
 غصہ اور کینہ کے وقت۔ تیرے صبر و دل کے ثبات اور قرار میں خلل آتا ہے۔  
 اب بولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو! مردانگی اس کا نام ہے کہ آدمی نہ شہوت  
 سے مغلوب ہو اور نہ غصہ اور عداوت سے اور مردی اس کا نام نہیں ہے۔ کہ کسی  
 کے عضو تناسل ہو یا ڈاڑھی ہو کیونکہ اگر عضو تناسل پر مردی کا مدار ہوتا تو گدھے کا  
 عضو تناسل کو امیر الامراء ہونا چاہیے تھا۔ اس لئے کہ جب عضو تناسل میں یہ...  
 خاصیت ہے کہ وہ دوسروں کو عزت اور شرف بخشتا ہے تو خود اسکو بالادے  
 معظم اور محترم ہونا چاہیے اور جبکہ عضو تناسل خود محترم اور معظّم نہ ہو۔ تو لازم ہے کہ ان

لوگوں سے زیادہ معظم ہو جن کو اسکی جہت سے شرف حاصل ہوا ہے اور جبکہ وہ  
 اوروں سے زیادہ معظم ہوا تو اس کے افراد میں جو سب سے بڑا ہو گا وہ اپنے سے  
 چھوٹوں سے ضرور معظم تر ہوگا۔ وہو ذکر الجبار فثبت انه امیر الامراء واعظم  
 الاعاظم اللازم باطل۔ فالملذوم مثله۔ تم غور تو کرو کہ حق سبحانہ نے قرآن میں  
 رجال کن کو کہا ہے۔ کیا اہل ذکر کو ہرگز نہیں۔ بلکہ جن کو۔۔۔۔۔ رجال کہا ہے ان کو  
 توجہیت سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔ بلکہ وہ تو غلبہ روحانیت سے سراسر روح میں۔  
 چنانچہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا  
 بالغدو والاصالہ رجال لاتلہیہم تجارۃ ولا بیع عن  
 ذکر اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ طینا نون یومًا  
 تتقلب فیہ القلوب والابصار۔

پس مرد وہ ہیں جن کو خدا مرد کہتا ہے کہ جن کے یہ صفات بیان کرتے ہیں  
 کہ ان کو تجارت اور بیع وغیرہ ذکر اللہ اور اقامت صلوٰۃ و اعطاء زکوٰۃ سے  
 غافل نہیں کر سکتی۔ اور وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں۔ اور جسکے لیے مالک  
 شہوت و غضب ہونا لازم ہے نہ کہ اہل ریش و ذکر (یہ استدلال شرعی ہے)  
 تم غور تو کرو کہ روح حیوانی کی قدر و قیمت ہی کیا ہے جو مناسط مرنے ہو سکے اسکی  
 حیثیت تو وہ ہے جو تم کو قصائیوں کے بازار میں معلوم ہوگی تم جاؤ اور دیکھو۔ کہ  
 ہزاروں سر جانور مذبح پڑے ہوں گے اور ان کے سران کے پیٹ پر رکھے  
 ہوئے ہوں گے اور ان کی قدر و قیمت دنبہ اور دم سے بھی کم ہوگی۔ یہ حیثیت ہے  
 روح حیوانی کی تو وہ کیا خاک مناسط مردی و عظمت و جلالت قدر ہو سکتی ہے پس  
 تم کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے شہوت کے غلام نہ بنو اور شہوت میں دل کو نہ...  
 پھنساؤ۔ ورنہ یہ شہوت تمہارا خانہ خراب کر دے گی۔ اور تم کو زندہ درگور کر دیں گے  
 کیونکہ اسکی تمہاری حیات روحانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اس طرح گو یا کہ تم زندہ

درگور ہو جاؤ گے مردوں کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ مغلوب شہوت ہو جائیں وہ تو رنڈی ہوتی ہے جو مغلوب شہوت ہوتی ہے اور ذکر کی آمد و شد سے اسکی عقل مغلوب اور شہوت غالب ہو جاتی ہے مردوں کا یہ کام نہیں ہے کہ شہوت سے مغلوب ہو جائیں۔

اچھا اب ہم تمہیں ایک واقعہ سناتے ہیں جسکی تم کو شہوت کی قوت کی حالت معلوم ہو۔ اور تم اسکی عبرت حاصل کر سکو۔

ایک شخص تھے جس کی ایک نہایت حسین لڑکی تھی وہ بالغ ہو گئی اور انہوں نے اسکی شادی کر دی لیکن اتفاق سے اس کا خاوند دولت مند نہ تھا۔ بلکہ ایک غریب آدمی تھا۔ اس پر شاید یہ سوال ہو کہ ایسے سے شادی کیوں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تر بوز پک جاتا ہے اور پانی سے بھر جاتا ہے تو اگر اسے چیرا نہ جلے تو خراب ہو جاتا ہے یہی حالت لڑکی کی ہے کہ اگر وہ بالغ ہو جائے اور اسکی شادی نہ کی جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں بگڑ نہ جائے اسکی شادی کی ضرورت تھی اور چونکہ ضرورت تھی اور کوئی مناسب لڑکا ملا نہیں اسیلے مجبوراً اسکو غریب ہی کے پلہ باندھنا پڑا۔ تاکہ کوئی خرابی نہ ہو جائے لیکن اسکی لڑکی کو وصیت کر دی کہ تو اس شوہر سے الگ رہنا اور حاملہ نہ ہونا کیونکہ اس مفلس سے یہ شادی بضرورت کر دی گئی ہے۔

یہ بے چارہ ذلیل آدمی نباہ نہ سکے گا۔ بلکہ دفعۃً سب کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس کا بچہ تیرے گلے پڑے گا۔ لڑکی نے کہا بہت خوب! میں ایسا ہی کروں گی کیونکہ آپ کی نصیحت جی لگتی اور قابل قدر ہے خیر لڑکی رخصت ہو گئی اور شوہر کے ساتھ رہنے پہنے لگی۔ باپ کا یہ معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے دن لڑکی کو احتراز کی ہدایت کرتا تھا۔

اب مولانا تعجب فرماتے ہیں کہ اے اللہ! کہ دنیا میں ایسے احمق لوگ بھی پائے ہیں جو اس قسم کے ناممکن العمل نصیحت کیا کرتے تھے۔ رخیہ اتفاقاً اس کو اس شخص کا



حمل رہ گیا۔ کیونکہ دونوں جوان تھے۔ خاوند بھی اور بیوی بھی۔ ایسی حالت میں حمل نہ  
 بھاننا کون سی بڑی بات ہے لیکن وہ لڑکی اسکو باپ سے چھپاتی تھی۔ اسی غصہ میں وہ  
 حمل پانچ چھ مہینہ کا ہو گیا اور معاملہ کھل گیا۔ اس پر باپ نے کہا کہ بیٹی یہ کیا بات ہے  
 کیا میں نے تجھے نہ روکا تھا کہ تو اس الگ رہنا۔ میری دھیتیں تمام بے سود ثابت  
 ہوئیں کیونکہ انہوں نے تجھ پر کچھ اثر نہ کیا۔ اب لڑکی نے کہا کہ آبا جان۔ آخر میں پنج  
 کیونکر سکتی ہوں۔ عورت اور مرد کا تو آگ اور روئی کا میل ہے بھلا روئی آگ سے  
 کہیں پنج سکتی ہے یا وہ آگ ہیں پڑ کر جلنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ باپ نے  
 کہا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ تو اسکے پاس نہ جانا۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ اس کی  
 منی کو قبول نہ کرنا اور تجھے چاہیے کہ جب اسے انزال ہونے لگے تو تو الگ ہو  
 جائے اس پر اس نے کہا کہ میں یہ کیسے سمجھ سکتی ہوں کہ اسے کب انزال ہوگا۔  
 یہ تو ایک مخفی امر اور میری آنکھوں سے نہایت دُور ہے اسلئے کہا کہ جب اس کی  
 آنکھوں میں تغیر آجائے اور آنکھیں چڑھ جائیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب اسے انزال  
 ہوگا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ جب تک اسکی یہ حالت ہو۔ میری آنکھیں پہلے شہوت  
 اندھی ہو جاتی ہیں۔ پھر میں کیسے معلوم کر سکتی ہوں

یہ واقعہ تھا اسلئے تم کو سمجھنا چاہیے کہ ہر معمولی عقل کا کام نہیں ہے کہ وہ جنگ  
 اور شہوت کے وقت قائم رہ سکے۔ اسلئے تم کو شہوت کی بُرائی معلوم ہو گئی ہوگی  
 پس تم کو اسلئے نہایت احتراز چاہیے۔ شہوت کے وقت عقل کے قائم نہ رہنے  
 کا بیان تو سن چکے۔ اب جنگ کے وقت اس کے قائم نہ رہنے کا بیان سنو۔





۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

جنگلہا کردہ مطلقہ آمدند  
 جنگ کر کے لایا پاپس آئے  
 ارغمان دادند کئے صوفی تو نیز  
 انھوں نے خود دیا لیس صوفی تو بھی دے  
 پس بگفتندش کہ تیشینی چرا  
 پھر انھوں نے کہا کہ تو فتنہ میں کیوں ہے  
 زان تطف ایچ صوفی خوش نشد  
 اس سہرا لے کر صوفی کو بھی خوش نہ ہوا  
 پس بگفتندش کہ اور دیکم اسیر  
 فراموش نے اس سے کہا ہم قیدی آئے ہیں  
 سر پرشش تا تو ہم غازی شوکی  
 اس سہرا ہم کو دے تاکہ تو بھی غازی بن جائے  
 کاب را گرد و زوہو صد رشوت  
 کہ اگرچہ دشمنی پانی کے پیکڑوں نہ رہیں  
 برد صوفی آں اسیر بستہ را  
 اس بندے ہوئے قیدی کو صوفی نے کیا  
 دیکر ماند آں صوفی آنجا با اسیر  
 صوفی قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا  
 کافر بستہ و دوست او کشتنی ست  
 دونوں ہاتھ بندھا کر، قتل ہو جانے والا ہے  
 زفت آں یکے رفحخص و رشیش  
 جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا  
 پیمو تر بالای مادہ آں اسیر  
 وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا  
 دستہا بستہ ہی غاسید او  
 ہاتھ بندے ہوئے وہ پشاورا تھا  
 گبر میخائید باندان گلوش  
 کافر تاتاروں سے اس کا کھچا ہوا تھا  
 دست بستہ گبر پیموں گریہ  
 ہاتھ بندے ہوئے کافر نے، قتل کی طرح

باز کشتہ باغ نام سودمند  
 الدار ہو کر فیتنوں کے ساتھ کشت آئے  
 او بروں انداخت نشد ہیچ چیز  
 اس نے باہر بیچ دیا، کوئی جیسے نہ لی  
 گفت من محروم ماندم او غزا  
 اس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا  
 کو میان غزو و خجرا کش نشد  
 کیونکہ وہ جہاد میں جیسے چلائے والا نہ بنا  
 آں یکے را بہر کشتن تو بیکر  
 اس ایک کو قتل کرنے کے لئے لے لے لے  
 اندکے خوش گشت صوفی دل تو کی  
 صوفی کو خوش ہوا اندھیلو دل میں گیا  
 چونکہ آں بنو دیتسم کر دیت  
 جب وہ نہ ہو تو دیتسم کرنا ہی ہے  
 در پس خرگہ کہ آرد او غزا  
 خیر کے پیچھے، کردہ جہاد کرے  
 قوم گفتندے عجیب جس شخص فقیر  
 لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا  
 بے لاش را موجب تاخیر حیات  
 اس کے ذوق کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے  
 دید کا فر را بالای ویش  
 اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا  
 پیمو خیرے نختہ بالای فقیر  
 وہ فقیر پیمو شیر کی طرح پڑا تھا  
 از سر استیزہ صوفی را گلو  
 صوفی کا گلا، کینہ دہی کی وہ سے  
 صوفی افتادہ بنیرو و قہر مش  
 صوفی پیچھا پڑا تھا اور ہوش آؤ گئے تھے  
 خستہ کردہ خلق او بے حربہ  
 بغیر نیزے کے کسی کے گلے کو زخمی کر دیا

نیم گشتش کردا دندان اسیر  
 قیدی لے دانتوں سے اس کو اڑھ مڑا کر دیا  
 ہچو کو تو درست نفس بست دست  
 جیری طرح کہ باقہ بندے نفس سے  
 لے شدہ عاجز ز کیش تو  
 اسے وہ کہ قراچے مذہب کے نیچے سے ماہر ہے  
 زینقدر خرچہ شدہ مردی از شکوہ  
 توڑے اس قدر دھولان میسے سے گیا  
 غازیان کشتند کافر را بہ تیغ  
 غازیوں نے کافر کو تلوار سے اڑا دیا  
 بر رخ صوفی زند آب کلاب  
 صوفی کے جہرے پرانی اور گلاب چھڑکا  
 چون خوش آمد بدید آں قوم را  
 وہ جب خوش میں آیا اس نے قوم کو دیکھا  
 اللہ اللہ لہ نیچہ حال است عزیز  
 اللہ اللہ اے پیارے! کیا حال ہے!  
 از اسیر نیم گشت بست دست  
 اڑھ مڑے! باقہ بندے قیدی ہے  
 گفت چون قصدش کردم چشم  
 اسے کہا جب میں نے قصد سے اس کے سر کا اڑھ کر دیا  
 چشم را و اگر دین او سوی من  
 اس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں  
 گردش چشم مرا لشکر نمود  
 اس کی آنکھوں کو مجھ کو لشکر بنا کر نظر آیا  
 قصہ کوتہ کن کراں چشم انجین  
 قصہ مختصر کر کہ ان آنکھوں سے میں ایسا  
 فتنہ کوتہ کن کراں غمغزہ گراں  
 فتنہ کو مختصر کر کہ اس کی آنکھوں سے

ریش او بر خوں ز خلق آں فقیر  
 اس فقیر کے غن کے خون سے اگلی ریش بری ہوئی  
 ہچو آں صوفی قتادستی پرست  
 اس صوفی کی طرح نیچے گرا ہوا ہے  
 صد ہزاراں کو بہادر پیش تو  
 تیسرے سانچے و کموں پہاڑ ہیں  
 چوں روی بر عقبہ ہائے ہچو کوہ  
 تو بہاڑ بیسی گھاٹیوں پر کیسے گدے گاں  
 ہمداراں ساعت زحمیت بیدار  
 بے دریغ اسی وقت قطعہ سے  
 تا بہوش آید ز بہوشی و خواب  
 تاکہ وہ بہوشی اور غفلت سے روش نہ پائے  
 پس پسند چوں بد ماجرا  
 تر انھوں نے بد چھیا کیا نقد ہوا؟  
 انجینیں بہوش گشتی از چیز  
 تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا؟  
 انجینیں بہوش قتادی بست  
 اس طرح بے ہوشی اور ریت پر گر کر ہوا  
 طرف در من بنگرید آں شوخ چشم  
 اس نے مجھے عجیب طرح پر گھور کر دیکھا  
 چشم گردانید و شد ہوشم ز تن  
 آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اڑ گئے  
 می ندانم گفت چوں پر ہول بو  
 میں جانتا نہیں سنا کہ کس قدر غمناک تھیں  
 رفتم از خود اوفتادم بر زمین  
 بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا  
 رفتم از خود اوفتادم من در لہ  
 میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

لہ نہ کشتش اس کا فری  
 صوفی کو زیر فرو نہ دیا اس  
 کی ریش اس صوفی کے غن  
 میں ہوش گئی ہچو توڑے  
 صوفی کا باقہ بندے کا فری  
 ہر حال ہمارا ہی نفس کے  
 انھوں نے حال ہے کل  
 بند ترختہ وہ بند کے  
 کتا سے دھولان میں عقبہ  
 پہاڑ کی گھاٹی جیتے مار  
 کی وجہ سے غمت کرنا  
 لہ چوں جب صوفی کو  
 ہوش آیا تو اس سے ہوش  
 ہوئے کا قصہ پر چھا کر ہاتھ  
 بندے ہوئے قیدی کے نیچے  
 پڑے ہوئے بے ہوش کیوں  
 مرنے لارڈ میں کا فری  
 عجیب طرح پر گھور کر دیکھا  
 بڑی بڑی آنکھیں کا میں لہ  
 ان کو گھمایا تو میں مجھے ہوش  
 ہو گیا  
 لہ گردش اس کے آنکھیں  
 جگانے سے مجھے ایسا معلوم  
 ہوا کہ کوئی لشکر آگیا ہے میں  
 اس کی خوشحال کا میں میں ہیں  
 کر سکتا ہوں

نصیحت کردن مبارزان و راکہ بایں دل زہرہ کہ تو داری

اس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے

از کلا پیس شدن چشم کافر اسیر دست بسته بیہوش و دشنہ

اتہ بندے ہوئے قیدی، کانہ کی چٹیاں بڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور دشنہ

از دست بیفکند می زینہار نہزار زینہار کہ ملازم مطبخ خانقاہ

اتہ سے ہمواد یا، خبہ دار، خبہ دار کا خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا

باش و سویی پیکار مروتا رسوا نشوی

اور جنگ کی طرہ نہ جا تاکہ مروتا نہر

باچنیں زہرہ کہ تو داری مگر د

اس پتے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا

تا دیگر رسوا نگردی در سپاہ

تا کہ لشکر میں دوبارہ رسوا نہ ہو

غرق گشتی کشتی تو در شکست

تو در سبک، تیری کشتی ٹوٹ گئی

کہ تو دیا تیغ شاں چوں گوی سر

جو کہ تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں

طاق طاق جامہ کو بایں ممتہن

دھبوں کی چھوٹا چھو کسٹہ ہے

ایرا آذاری محبس در امتحان

موسم بہار کا ایر آرائش میں مشرہ ہے

چوں نہ با جنگ مرواں آشنا

جیک تو بہادری کی جنگ سے آشنا نہیں ہے

بس نہرے تن بچوں بر چوں مجا

بہت سے بچے نہرے بچوں، بچوں کی طرح ہیں

صد فنا کن غرق گشتہ در فنا

سیکڑوں قاتل قاتل میں غرق ہیں

اندر اں صف تیغ چوں خود کشید

اس صف میں تو تلوار کیے سرزد کیے گا؟

تا تو بر مالی بخوردن آستیں

تا کہ تو چنے کے لئے آستیں چڑھائے

قوم گفتندش بپیکار و نہر د

لوگوں نے اس سے کہا ڈان ادب جنگ میں

گر و مطبخ گرد و اندر خانقاہ

مطبخ اور خانقاہ کے اندر پکڑ کاٹ

چوں چشم آں اسیر لبہ مست

جب اس اتہ بندے ہوئے قیدی کی آنکھیں

پس میان حملہ مشیران نر

تو ز شیروں کے حملہ کے دوران

کز طاق طاق گرد نہزار دن

کان کے گردن کاٹنے کی تلوار پڑا ہے

کز فنا فاش تیر جانتاں

کہ اڑانے والے تیروں کے زمانے سے

کے توانی کرد و زخوں آشنا

تو خون میں کیسے تیرا کہ کر کے گا؟

بس تن بے سر کہ دارد از خطر آ

بہت سے بچے نہرے دھڑکتے ہیں

زیر دست و پای اسپاں در غزا

جہاد میں گھوڑوں کے اتہ پاؤں کے نیچے

بچنیں ہوشے کاز موشے پرید

ایسا ہوش، جو ہے سے اڑا

چالش ست این خمر خوردن نیست

جنگ ملک و دوسرا یہ شراب نوشی نہیں ہے

لے حذر۔ تاکہ کاشانہ

زہرہ پتہ۔ کانہ چشم

آنکھوں کی چٹیاں بڑھنا

گر و مطبخ۔ خانقاہ کے مطبخ

کے پکڑ کاٹ کر۔ کانہ پکڑ

زہرہ۔ کڑو۔ جو ایسے بہادر

ہیں۔ دلی کی تلوار کے سامنے

دلوں کے سر کے نیچے کی گیند

کی طرح ہیں۔

طاق طاق۔ تلواروں

کی آواز۔ طاق طاق۔ دھول

کے پکڑوں کو پکڑے ہوئے

کی آواز۔ فنا فاش۔ تیروں

کے چنے کی آواز۔ جنگ مشرہ۔

کز فنا فاش۔ بچے مرنے کے

آخر میں یعنی تیر کا اندر دوسرے

معرکہ میں یعنی واقف ہے

بس کہ دھڑکتے ہوئے جسم کے ہیں

اور کہ سر بھر دھڑکتے ہیں

کتاب۔ مجید۔

نیست حمزہ خوردن اینجایغ ہیں  
یہ جگہ تہ و تبرک کما نہیں جو، تھوڑا دیکھ  
نیست کویت چرب تیغ و خجرت  
لذیہ کما نہیں ہے، تھوڑا اور خجرت ہے  
کار ہر نازک دے نبوہ وقتال  
ہر نازک دل کا کام جنگ کرنا نہیں ہے  
کار ترکان ست نے ترکان بزو  
بہادران کا کام ہے، نبوہ کا نہیں ہے، جا  
قتہ کویت کن کزاں خشم اینجین  
قتہ مختصر کر، کہ ان آنکھوں۔ اسے ہر طرح

حمزہ باید دریں صف آئین  
اس صف میں رہے جیسا (صفت) حمزہ درکار  
جاں باید بختہ جای سرت  
سر کا یہ ہے! جان کی بازی لگانا چاہیے  
کہ گریز و ازخیا لے چوں خیال  
جو ایک دہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے  
جای ترکان است خانہ خوار  
بزو کی جگہ گھر ہے، گھر میں جیسا بیٹہ  
رفتی از دست و فتادی بر زمین  
تو بے تاب ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

لے غور۔ جوار۔ فتاکن  
نکار دینے والا۔ جاش۔ مقدار  
میں جنگ رفتار۔ برکان آئین  
تو کہیں بیٹھ جائے حمزہ۔ مصرع  
آؤں! جس تار سار کا پتہ دے گا  
مصرع میں آنکھوں کے چھکا  
نام ہے جن کی بہادر اور خجرت  
ہے

## شرح

ایک صوفی لشکر کے ہمراہ جہاد میں گئے وہاں دفعۂ شور جنگ  
برپا ہو گیا اور لڑائی ٹھن گئی۔ بسے یہ صوفی تو اسباب اور  
خیموں اور عورتوں وغیرہ کی حفاظت کے لیے رہ گئے اور شہسوار صف جنگ میں  
شریک ہو گئے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت جہاد باطنی کی ہے کہ اس میں  
بھی جو لوگ غلبہ خاک سے گراں بار تھے پیچھے رہ گئے اور آگے بڑھنے والے  
تیز دوڑ گئے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب تم اصل قصہ سناؤ!

لوگ جہاد کے فتنے حاصل کئے ہوئے اور اموال غنیمت لئے ہوئے سوئو  
لوٹ آئے اور اس میں سے صوفی کو بھی تحفہ دیا اور کہا کہ آپ بھی لیجئے! اس نے  
اسے پھینک دیا اور کچھ نہ لیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ ناخوش کیوں ہیں اس نے  
کہا کہ میں ناخوش نہ ہوں کہ جہاد سے محروم رہ گیا۔ تم کو واضح ہو کہ کوئی صوفی جو کہ  
جہاد میں خجرت نہ ہوا ہو۔ ایسی عنایت سے خوش نہیں ہو سکتا۔ اس پر لوگوں  
نے کہا کہ آپ ناخوش نہ ہوں ہم ایک قیدی لائے ہیں آپ اس قیدی کو مارنے  
کے لیے لے لیجئے اور اس کا سر کاٹیں تاکہ آپ بھی غازی ہو جائیں یہ سنکر  
صوفی کسی قدر خوش ہوا اور اس کی دل شکنی کم ہوئی کیونکہ اس نے اپنے دل میں

کہا کہ گو دضو کے باب میں پانی نہایت خوب ہے لیکن جب پانی نہ ہو تو ناچار تہمت کرنا ہوگا۔ اسی طرح گو صنف جنگ میں شرکت نہایت اعلیٰ تھی مگر جبکہ وہ ناممکن ہے تو اب مجبوراً قتل اسیر ہی پر قناعت کرنی پڑے گی۔

یہ خیال کر کے وہ اپنی مشکلیں کسی ہوئے قیدی کو خیمہ کے پیچھے اسلئے لے گیا کہ وہاں اس پر جہاد کرے۔ وہ لے تو گیا۔ مگر واپس نہ آیا اور بہت دیر ہو گئی لوگوں نے کہا کہ ارے صوفی کیا ہوا۔ کافر مشکلیں کسا ہوا اور واجب القتل تھا پھر اب تک اسلئے اسے قتل کیوں نہیں کیا۔ القصر! جب یہ تحیّر بڑھا تو ایک شخص تفتیش حال کے لیے گیا اسلئے وہاں جا کر دیکھا کہ کافر صوفی کے اوپر سوار ہے اور جس طرح کہ نہ مادہ پر سوار ہوتا ہے یوں وہ قیدی شیر کی طرح صوفی پر پڑا ہے اور مشکلیں کسی ہوئی ہونے کی حالت میں مخالفت سے صوفی کا گلہ چہار ہا ہے وہ کافر تو اسن کا گلہ چہار ہا ہے اور صوفی بے ہوش نیچے پڑا ہوا ہے اور مشکلیں کسی ہوئی کانسٹر بل کی طرح بدوں کسی ہتھیار کے صوفی کو زخمی کر رکھا ہے اور اس قیدی نے دانتوں سے اسکو ادھ مٹا بنا دیا ہے اور صوفی کے حلق کے خون سے اسکی ڈاڑھی رنگی ہوئی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس صوفی کی ایسی ہی حالت تھی جیسے تیری کہ تو بھی مشکلیں کسے ہوئے نفس ہاتھ سے اس صوفی کی طرح مغلوب ہو کر نیچے پڑا ہوا ہے۔

ارے تو ایک ٹیلے یعنی اپنے ظاہر مذہب سے عاجز ہو گیا ہے اور اسکی پابندی نہیں کر سکتا۔ ابھی تو تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ یعنی دقائق مذہب ہیں پس جبکہ تو اتنے بڑے ٹیلے کے خون سے مر گیا ہے۔ تو تو ان پہاڑ کی طرح دشوار گزار گھاٹیوں سے کیونکر عبور کر گیا۔ مرد خدا اتنا کمزور نہ بن اور ہمت سے کام لے کر نفس کو مغلوب کر۔ اس کا مغلوب کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ فی نفسہ



بہت کمزور ہے۔ مگر ہمت کی ضرورت ہے  
 خیں یہ مضمون تو استطاردی تھا۔ اب سُنو کہ جب غازیوں نے صوفی  
 کی یہ حالت دیکھی تو جوش غیرت سے فوراً اس کا فرکو تہ تیغ کر دیا۔ اور صوفی کے  
 منہ پر پانی اور گلاب کے چھینٹے دیئے تاکہ وہ بے ہوشی اور بے خودی سے ہوش  
 میں آئے۔ پس جبکہ وہ اس تدبیر سے ہوش میں آ گیا۔ تو اس نے آنکھ کھولی اور لوگوں  
 کو اپنے پاس جمع دیکھا۔ اس پر لوگوں نے اس کا واقعہ پوچھا اور کہا کہ میاں تمہاری  
 کیا حالت ہو گئی۔ اور تم اس طرح کیوں بے ہوش ہو گئے۔ تعجب ہے کہ تم اس  
 ادھ موئے اور مشکیں کسی ہوتی قیدی سے یوں بے ہوش ہو کر گر پڑے اور مغلوب  
 ہو گئے اس نے جواب دیا کہ صاحبو! بات یہ ہے کہ جب میں نے غصہ سے  
 اس کی گردن مارنے کا ارادہ کیا تو اس دیدہ دلیر نے میری طرف عجیب طرح سے  
 دیکھا یعنی اس نے مجھ پر آنکھیں نکالیں اور مجھے گھورا۔ یہ دیکھ کر میرے حواس غائب  
 ہو گئے۔ اس کی گردش چشمہ مجھے ایک لشکر معلوم ہوتی تھی اور میں نہیں بیان کر  
 سکتا کہ وہ کس قدر ہولناک تھی۔

قصہ مختصر اس کی خوفناک آنکھ سے میں بے ہوش ہوا اور زمین پر  
 گرا ہوں اور اس کی سخت اشارہ چشم سے میں آپ میں نہیں رہا اور زمین پر گر پڑا  
 یہ سنکر اس لوگوں نے کہا کہ میاں! ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اس کمزور ہمت  
 کے ساتھ جو کہ تم کو حاصل ہے لڑائی کے پاس بھی نہ بھٹکنا۔ بلکہ باورچی خانہ اور  
 خانقاہ ہی میں رہنا۔ تاکہ پھر اہل لشکر کے سامنے تمہیں ذلت نہ اٹھانی پڑے  
 کیونکہ جب کہ ایک مشکیں کسی ہوئے قیدی کی آنکھ سے تم ڈوب گئے اور تمہاری  
 کشتی ٹوٹ گئی۔ تو شیرانِ نر کے حملہ میں۔ جہاں کہ تلواروں سے سروں کی وہ حالت  
 ہوتی ہے جو کہ گیند کی۔ اور جہاں کہ گردن زنی کی آوازیں کے مقابلہ میں دھوبیوں  
 کے کپڑے چھیننے کی آوازیں محض ہوتی ہیں اور جہاں کہ جان لیوا تیروں کی شائیں  
 شائیں سے ابر آذری کی شائیں شائیں شرمندہ ہوتی ہے تم کب خون میں تیر سکتے

ہو۔ جبکہ تم مردوں کی جنگ سے بالکل ہی نا آشنا ہو۔ وہاں تو یہ حالت ہوتی ہے  
 کہ بہت سے بے سر لاشے ٹڑپتے ہوتے ہیں۔ اور بہت سے سر خون پر بلبلوں  
 کی طرح تیرتے ہوتے ہیں اور گھوڑوں کے سسوں کے نیچے سینکڑوں بہادر فدا  
 ہو جاتے ہیں۔ ایسی صف میں ایسا ہوش جو کہ چوہے سے رخصت ہو گیا کیسے  
 تلوار کھینچ سکتا ہے۔ جناب یہ تو معرکہ ہے۔ شراب خواری نہیں ہے کہ تم بھی استین  
 چڑھا کر پینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور یہ کوئی تیرہ ترک کا کھانا نہیں کہ خود سے پہلے  
 کھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہاں تلوار کا سامنا ہے اور اس صف میں عفرہ سے  
 بہادر اور لوہے کے کلچے والے کی ضرورت ہے یہ کوئی مرغن کھانا نہیں ہے کہ جھٹ  
 سے کھالیا جائے۔ یہاں تلوار اور خنجر کا مقابلہ ہے۔ سر کیا چیز ہے۔ یہاں جان سے  
 ہاتھ دھونا پڑتا ہے اس لئے جنگ میں ان نازک دلوں کا کام نہیں ہے جو کہ  
 ایک خیال سے خیال کی طرح رفوچکر ہو جائیں۔ بس جاتیے۔ آپ کیا جہاد کریں  
 گے۔ جہاد کا م بہادروں کا ہے نہ کہ عورتوں کا۔ عورتوں کی جگہ تو گھر ہے۔ گھر میں  
 جا کر بیٹھئے۔ قصہ مختصر! تم اس کافر کی آنکھ سے یوں بے خود ہو گئے اور  
 زمین پر گر گئے پس تم جنگ کے قابل نہیں ہو۔ یہ تو ایک نام کے صوفی کی حالت  
 تھی۔ اب ہم اصلی صوفیوں کی حالت دکھلاتے ہیں۔ تاکہ کسی کو صوفیوں کی بزدلی  
 کا شبہ نہ ہو۔ اور وہ یہ نہ سمجھے کہ بس تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں اچھا سنا!



حکایت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کہ نو بار بغزوہ رفتہ بودید  
حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کہ نہتے بار جہاد میں گئے تھے کئے  
برہنہ وغزا ہا کردہ بامید شہید شدن و چوں نوید شد از  
پنے اور شہید ہوا مگر کی امید پر جہاد میں گئے اور جہاد  
جہاد صغریٰ و بکبریا اور و خلوت گزیدنا کہاں گواہ  
سے فہم ہو گئے، جہاد اکبر کا رخ کیا اور غلطی اختیار کر لی، انھوں نے  
طل غازیان شنید نفس از اندوں رنجہ می داشت سوی غزا  
ایک غازیوں کے نقاب کے آن دیکھی نفس اندوں سے جہاد کی جانب مجبور کرنے  
و متہم داشتن او نفس خود را دریں رغبت کہ کرد  
اور ان کا نفس کو اس رغبت کے بائیں میں متہم بنا دیا جو اس نے کی

۱۵ عیاضی شہید ہوئے  
مصری ہیں ان کا نام ابو بکر محمد  
بن امویہ اپنے کسی دادا  
عیاض کی طرف منسوب ہیں۔  
مولا نے ان کا تعصب کر  
سجھایا ہے کہ ہر مصری کو ان  
صوفی صاحب کی طرح نہ  
سمجھنا چاہیے بدھ سے قہری  
کی آغوش رکھ کر بے ہوش  
ہو گئے۔ جہاد صغریٰ و بکبریا  
سے جہاد جہاد اکبر نفس سے  
جہاد۔

۱۶ جاگیر گھس جانے  
والا مقتل۔ بدن کا وہ عضو  
جس پر چڑھنے سے انسان  
مر جائے۔ مثلاً۔ باغیب  
پتھر زین چھتی۔ ہلکی، بھاری  
ڈاک۔ تھیر  
۱۷ چوں شہیدی حضرت  
عیاضی فرماتے ہیں جب  
کچھ یقین ہو گیا کہ شہادت  
میرے مقدم میں نہیں ہے  
تو میں نے خلوت میں جلد کشی  
شرع کر لی۔ پیش۔ مگر  
گرد ہوئی۔

گفت عیاضی نو بار آمدم  
(حضرت عیاضی نے فرمایا کہ میں تو بار بار  
تن برہنہ می شدم در پیش تیر  
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا  
تیر خوردن بر گویا مقتلے  
میں یا متعل پر تیر کھانا  
بزرگم یک جاگہ بے رحم نیست  
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے  
لیک بر مقتل نیامد تیر  
لیک تیر مقتل پر نہ پہونے  
چوں شہیدی روزی جاں بھود  
چونکہ شہادت، میری جان کی روزی نہ تھی  
در جہاد اکبر انگدم بدن  
میں نے جہاد اکبر میں جسم ڈال دیا  
بانگ طبل غازیان آمد گوش  
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی  
نقشم از باطن مرا آواز داد  
میرے نقش نے مجھے اندر سے آواز دی

تن برہنہ ہو کر زخمی آدم  
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم نہ  
تلیکے تیرے خورم من جاگہ گیر  
ہا کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں  
در بنیاد جز شہیدے مقبلے  
سوائے نصیب و شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے  
اس تخم از تیر چوں پر دیز نیست  
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھٹی کی طرح ہے  
کار سختست اس نہ جلدی و دہا  
چہ مقتدک با ہے ذکر بہادری اور ہوشیاری  
ز تخم اندر خلوت و در چلہ زود  
میں جلد خلوت اور چلہ میں چلا گیا  
در ریاضت کردن والا غرض کن  
سخت کرنے اور لاغر ہونے میں  
کہ خرامیدند جیش غزو و کوش  
کہ جہاد کا کوشش مگر روانہ ہو گیا  
کہ بگوشت جس شنیدم بباد  
خس کے کان سے میرے کوئی

سے محکم ہیں نے نفس سے  
کہا، غیبت ہے جہاد کی  
رفعت کیوں پیدا ہوئی ہے  
کچھ بتادے ورد ہے بہت  
کیوں گا۔

لے نفس، نفس نے جواب  
دیا تو مجھے یہاں پڑ گئی ہیں  
لے کافروں کی طرح نکل  
کرتا ہے۔ یہ کس کی یہاں  
تنبانی میں میرے نفس سے  
کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔  
دیکھا جہاد میں مرنے کا تو  
یکساں ہے۔ جہاد کا اور لوگ  
بھی میری جان نیاں کو  
دیکھ رہے ہیں۔  
لے محکم، میں نے نفس سے کہا  
تو اتفاق کے ساتھ جہاد اب  
لوگوں کے دکھاوے کے لئے  
جہاد کہہ کے منافق کی موت  
مزا چاہتا ہے۔ خوار تو ہو  
جہانوں میں ذلیل ہو گا کرتی  
یا کار غفلت۔ تنہا لگے ہو  
یا کاری سے نکل ہوئی ہے۔  
ایں جہاد کو غفلت میں چلا  
کشی جہاد کو ہے جو غفلت  
حضرت علی کریم اللہ وجہ کا  
کا م ہے۔  
لے جہاد مفرد قسمی سے  
لے جہاد اور رستم کا  
ہے

خیز ہنگام غزا آمد برو  
آج جہاد کا وقت آگیا، جا  
گفتہ امے نفس غیبت ہے وفا  
میں نے کہا، اے ہے وفا غیبت! نفس!  
راست گوئے نفس میں حلیت  
اے نفس! کچھ بتا یہ تیری حلیت بازی ہے  
گرنگوئی راست عمل آرمست  
اگر تو کچھ دیکھے گا، میں تجھ پر عمل کر دوں گا  
نفس بائگ اور داند از دوزں  
نفس نے امد سے آواز دی  
کہ مرا ہر روز اس جا میں کشی  
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے  
یہ کس راست از عالم خبر  
کس کو میری حالت کی خبر نہیں  
دور غزا، جہم بیک زخم از بدن  
میں جہاد میں ایک زخم ہے بدن سے بھاگ نکلتا  
گفتہ امے نفس منافق برتی  
میں نے کہا، اے دلیل نفس! تو منافق جا  
خوار خود رازی و مرانی بودہ  
تو ذلیل، خود شرا اور ریاکار رہا ہے  
نذر کردم کہ ز غفلت یحی من  
میں نے متذکران لے کے میں غفلت سے کہیں  
زانکہ ز غفلت ہر آنچہ تن کند  
اپنے کہ غفلت میں بدن جو کچھ کرتا ہے  
جنبش و آرامش اند غفلت  
غفلت میں اس کی حرکت اللہ سکون  
ایں جہاد اکبرست آن تحفہ  
یہ شرا جہاد ہے، وہ جہاد جہاد ہے  
کار انکس نیست کو عقل ہوش  
انہ شخص کا کام نہیں ہے کہ عقل اور ہوش

خوش را در غر و درون کن گرو  
اچے آپ کہ جہاد میں معروف کہے  
از حجامیل غزا تواز کجا  
تجھے جہاد کی خواہش کہاں ہے، کہاں ہے  
ورد نفس شہوت از طاعت بر  
لے شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے  
در ریاضت سخت ترا فشار  
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤ دے گا  
بافصاحت بے دہال ند فوس  
بغیر شہوت کے، فصاحت ساتھ جہاد لگے ہیں  
جان من چوں جان گیراں کشی  
میری جان کو کافروں کی جان کی طرح قتل کرے گا  
کہ مرا تو میکشی بے خواب خور  
کہ تو مجھے بغیر سوئے اللہ کھائے قتل کر رہا ہے  
خلق بیند مردی وایشار من  
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لینگے  
ہم منافق میسری تو چستی  
یعنی ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟  
دور دو عالم تو چنیں بیہودہ  
دنوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے  
سر بریں نام جو زندہ ایں بدن  
باہر نہیں نکلتا، جب تک یہ بدن زندہ ہے  
نہر برای روی مرد و زن کند  
یہ مرد و عورت کے دکھاوے کیے نہیں کرتا  
جز برای حق نباشد جنبش  
اللہ اٹھائے انکے سوا کیے انکی نیت نہیں ہوئی  
ہر دو کار رستم ست حیدرت  
دونوں کام رستم اللہ حیدر کے ہیں  
پر داز تن چوں مجتہد و مہوش  
بدن سے دھڑکے جیسے جہاد کے کام لے

کا آئینہ نیست این سودا و جوش  
جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے  
انجمن اس را باید چون نال  
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح جانے

صوفیہ آل صوفیہ این نیست حیف  
ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی ہے عجب انصاف  
نقش صوفی باشد اور نیست حال  
وہ صوفی کی تصویر ہے انیس جان نہیں ہے  
بر در دیوار جسم گل سرشت  
بہشت کے بنے ہوئے جسم کے در دیوار پر  
تا ز سحر آں نقشبہا جنباں شود  
جاگ رہے تصویریں جادو سے متحرک رہیں  
نقشبہا رامی خور و صدق عصا  
ان تصویریں کو لاشی کی سیائی نکل جاتی ہے

کو ز نموش و جنبشش محم کر دوش  
جو چہ ہے اور اسکے پنے ہے ہوش گنوا دے  
دور بودن از مصافق ازیناں  
میدان جنگ اور نیزے سے دور رہنا

آں سوزن کشتہ این اطلہ سیف  
وہ شمشیر کا مقولہ اس کی خوراک سوار ہے  
صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں  
ان صوفیوں ہے صوفی بھی بدنام ہیں  
حق ز غیرت نقش صد صوفی تو  
انصاف مانے غیرت سے یکھوں صوفیوں کی تصویریں بنائیں  
تا عصای موسوی پنہاں شود  
جب تک موسوی عصا مخفی رہے  
چشم فرعونی ست پر گرد و حصا  
فرعونی آنکھ ہے جو گردوں کو لکڑیوں سے بڑ ہے

تھوڑا بکس جہاد کر لود  
جہاد اصغر اس بزدل کا کام  
ہم سے جو چہ کہ دم سے  
ڈرے آنکھیں اس شخص  
کو عورتوں کی طرح غافل ہیں  
ہو جانا چاہئے۔

لطفانی یعنی وہ صوفی جو  
دست بند کافر سے مغلوب  
ہو گیا۔ اس یعنی حضرت  
عیاضی نقشبند وہ بزدل  
صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے  
والا ہے۔ بر تقد انساناں ہم  
کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے غیرت  
کیجیوے بہت سے صوفیوں  
کی تصویریں بنادی ہیں تاکہ  
انکے محبوب صوفی ان تصویروں  
میں غفل رہیں۔

لکھتا ہے کہ یہ تصویریں ایسے  
جادوگری سے متحرک ہیں اور  
صوفیہ مہمات کر رہی ہیں  
یہ اسی وقت تک ہے جب  
تک حقیقی صوفی جتوہ کر رہیں  
ہوتا ہے اس کی جلوہ گری  
ان سب کو چشم کر جائے گی۔  
حکایت اس میں بھی ایک  
صوفی کی بہادری کے لکھا  
ڈکھائے ہیں کہ جب سواراوی  
کر ادا لای حملہ کر چکا  
تھا تو فوراً اس کے ایک زخم  
حملہ آور ہو جاتا تاکہ ایک  
جی زخم سے موت آجائے۔

### حکایت مجاہد دیگر و جانبازی او در غزا

دوسرے مجاہد اور جہاد میں اس کی جانب بازی کی حکایت

صوفی دیگر میان صف حرب  
جگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی  
بامسلماناں بکا فروقت کر  
مسلمانوں کیساتھ رہتا تھا کافر پر حملہ کر وقت  
زخم خورد و بست زخمے را کہ خود کو  
زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اس کی بندش کرتا  
تا میر و تن بیک زخم از گزند  
تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مر جائے  
جیفش آمد کہ بزم خیمے جاں دہ  
ایک افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دیتے

اندرا مدلیست بار از بہر ضرب  
سوار بازی کے لئے میں بار آیا  
وانگشت او با مسلماناں بفر  
فلاں کے وقت دو مسلمانوں کیساتھ رہتا تھا  
بار دیگر حملہ آور و نہ سرد  
دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا  
تا خود را مدلیست زخم اندر مصاف  
یہاں تک کہ وہ جگ میں بیٹھ کر زخم کھائے  
جاں ز دست صدفق او آساں دہ  
جان اس کی سیائی کھاتا تھا اس سے آسانی سے موت جاتی



صدق جان ادن بودی ساقا

سہانی جان دیدتا ہوتا ہے، غمراہ اور آگے بڑھو

ایں ہمہ مردن نہ مرگ صورت

یہ کال موت نہ صرف جسم کی موت ہے

لے بسا غامے کہ ظاہر خوش بخت

بہت ہے باتیں ہیں کہ انھوں نے پتلا ہر دم بہارا

آتش بیشکست رہزن زندہ ماند

اس کا آدھوتا اور ڈاکو زندہ رہا

اسپکشت رہ نرفت آن خیرہ

مکھوڑا مار ڈالا اور اس پر قوت نے راستہ نکالا

گر بہر خونریزی گشتے شہید

اگر ہر خون بہا ہے شہید بننا یا کرنا

اعے بسا نفس شہید معتمد

بہت ہے ہمدرد کے شہید نفس ہی

روح رہزن مردون کہیں آوت

ڈاکو نفس مرگیا اور ہم جو کہ اس کی تلواریں

تبع آں تیغت مرداں مرست

سموار دی تلواریں ہے، مردہ مرد نہیں ہو

نفس میں بدل شو اس تیغ تن

نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار

آں کیے مردیست نوش جملہ رد

ایک وہ نور ہے جسکی ساری خوراک دلدہ ہے

انے برخواں رجال صدقوا

قرآن میں ہے برجاں صدقوا پڑھ لے

اس بدن مرنج را چوں آلت

یہ بدن مرنج کے لئے، یہ مرنج ہے

لیک نفس نہ آں جانب گریخت

لیکن زندہ نفس اس جانب بھاگ گیا

نفس نہ است ارجہ مرگ خشت

نفس زندہ ہے اگرچہ سوا کے خون چھوڑ دیا

ماند خام درشت از حق بے خبر

اللہ تعالیٰ سے بے خبر رہتا اور سمجھا رہ گیا

کا فرگشتہ بندے ہم بوسعید

مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

مردہ در دنیا چو زندہ میرود

مرے ہوئے دنیا میں زندہ کی طرح چلے پھرے ہیں

ہست باقی در کفیاں غرودو

جہاد کے شائق کے ہاتھ میں ساقی ہے

لیک اس صورت ترا حیرانست

لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنا ہی ہے

باشد اندر دست ضعیف دواستن

اللہ تعالیٰ نے اکی کارگیری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

ویں دگر مردے میاں تی، چو گرد

اللہ دوسرا مردہ کی طرح گرد کر دیتا ہے

لے صدق، پہلی آیت میں

جو صدق آیا ہے اس کا مطلب

الہ کے راستہ میں جان دینا ہے۔

صدق تو انسانی پاک میں ہے حق

المؤمنین یہ حال صدق تو انما

خاصہ ظاہر ہے بعض مومن

وہ ہیں جنھوں نے اس معاملہ

کو کھل کر دکھایا جو انھوں نے

اللہ تعالیٰ سے کیا یعنی راہ خدا

میں شہید ہو گئے۔ اس کے ہم

راہ خدا میں مرنا، جسم کا مرنا

نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا

ایک آدھ ہے بلکہ اضافہ

نہیں کہ ازالہ اور نقص کو کہنا

ہے۔ اسے بسا بہت سے

ایسے لوگ ہیں جو ہمارے

مرے ہیں لیکن ان کا نفس

زخمہ رہتا ہے تو وہ راہ

خدا میں نہیں مرے۔

لے آتش، نفس کا زندہ رہنا

اور دم کا مرجانا تو ایسا ہی

ہے جیسے ڈی کو زندہ رہے اور

اس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا

ہو جائے۔ اسے اس

شخص کی مثال تو اس شخص

کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے

سے پہلے گھوڑے کو ماریا

ڈالے تو گرجہ خونریزی، اگر

محض خون بہا رہتا شہادت

ہو تو ہر کافر جو جنگ میں

مرے اسکو شہید نہ ہو بوسعید

نیک بخت یا حضرت ابوسعید

ابو انیر۔

لے اسے بسا جن لوگوں نے

نفس کشی کر لی ہے ان کا نفس

مردہ ہو چکا ہے لیکن وہ دنیا

میں زندہ چلے پھرے ہیں انھوں

نے ارشاد فرمایا، جو کسی مردہ

سجده

کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہیے وہ ابویکریم کو دیکھ لے۔ روح جو نفس کا ہزن تلواریں مر گیا ہے انکی تلواریں بھی یعنی  
جسم وہ اس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے تیغ یعنی جسم تو دی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپ کو فنا  
کر کے بقا اللہ تعالیٰ کو دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلواریں اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کے کام آتی ہیں۔



## شرح

ابو بکر محمد بن احمد عیاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو بے مرتبہ جہاد میں تنہا رہتا ہوں۔  
 شریک ہوا۔ تاکہ شاید میرے کوئی زخم کاری لگتا اور میں شہید ہو جاؤں اور میں  
 بالکل نگاہ تیر کے ساتھ چلا جاتا تھا تاکہ کوئی تیر میرے گالی لگائے لیکن امر مقدس تھا کہ میرے گلے پر کسی ایسی  
 جگہ تیر لگے جس میں ہر جاؤں اسلئے کسی ایسی جگہ نہ لگا۔ بات یہ ہے کہ شہادت کسی  
 صاحب اقبال شخص کو ہی ملتی ہے ہر ایک کو نہیں ملتی۔ چنانچہ میرے جسم میں ایک جگہ بھی ایسی  
 نہیں ہے جہاں تیر نہ لگا ہو اور یہ میرا جسم تیروں سے پھلنی ہوا ہے لیکن کسی ایسی جگہ تیر نہیں  
 لگا جہاں لگنے سے میں مر جاتا۔

پس معلوم ہوا کہ شہادت شہادت سے ملتی ہے اور شجاعت دلیری سے  
 نہیں ملتی (فائدہ: جلدی جلادت سے ماخوذ ہے نہ کہ بمعنی عجلت واللہ اعلم)  
 پس جبکہ شہادت مجھے میسر نہ ہوئی تو اس وقت میں نے یہ کیا کہ خلوت اور  
 جد کشی اختیار کی اور میں نے جہاد اکبر میں مشغول ہو کر جسم کو مشقت ریاضت میں  
 ڈال دیا اور اسے گھلانا شروع کیا اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز غازیوں  
 کے تقارہ کی آواز میرے مکان میں آئی جس میں سمجھا کہ لشکر نجاہدین جہاد کے لیے  
 جارہے ہیں اس وقت نفس میرے اندر سے مجھے آواز دی جس کو میں نے قوت  
 صبح اپنے گوش جس سے سنا (فائدہ: واضح ہو کہ نفس کی آواز گوش جس سے  
 محسوس نہیں ہوتی اسلئے بگوئیں جس شنیدم معمول بر مجاز ہوگا۔ یعنی وہ آواز  
 اتنی صاف تھی کہ اگر میں اسکی نسبت یہ دعویٰ کروں کہ میں نے اسکو گوش جس  
 سے سنا تو کر سکتا ہوں) اور یہ کہا کہ جہاد کا وقت آگیا ہے اٹھا اور چل اور اپنے  
 کو جہاد میں مجبوس کر۔ اس پر میں نے اسکا کہا کہ اوبے وفا اور غیث نفس کہاں  
 تو اور کہاں رغبت جہاد۔ سچ بتا کہ اس میں تیری کیا شرارت ہے کیونکہ یقیناً اس  
 میں تیری کوئی چال ہے۔

ورنہ نفس شہوت پرست کو اطاعت حق سے کیا علاقہ۔ دیکھ اگر تو سچ  
 سچ نہ کہے گا تو میں تجھ پر حملہ کروں گا۔ اور ریاضت میں تجھے خوب دباؤں گا۔

یہ منہ نفس کی اندر سے بدوں منہ کے صاف الفاظ میں یہ جادو بھری بات کہی کہ تو مجھے  
 ہر روز یہاں مارتا ہے اور میری جان کو کافروں کی طرح ہلاک کرتا ہے اور عالم میں میری  
 حالت کی کسی کو خبر نہیں کہ تو مجھے بے خوابے خور کے مارتا ہے پس میں نے  
 سوچا کہ جہاد میں میرے لیے دو فائدہ ہیں اول یہ کہ میں ہر روز کی مصیبت سے  
 چھوٹ جاؤں گا اور صرف ایک زخم سے جسم سے الگ ہو جاؤں گا۔ اور دوسرے  
 یہ کہ ایسا کرنے سے لوگ میری مردانگی اور میل موت کو حیات پر ترجیح دینا دیکھیں  
 گے جس سے میرا نام ہوگا۔

اس پر میں نے کہا کہ او پاجی نفس! تو زندہ بھی رہا تو نفاق کی حالت میں اور  
 مرتا بھی ہے تو نفاق میں۔ کم بخت تو کون بلا ہے۔ تو سراسر ذلیل اور خود رائے  
 اور ریاکار ہے اور حالت حیات و حالت موت دونوں حالتوں میں تو اس قدر  
 بیہودہ ہے۔ اچھا اب میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک حیات جسمانی باقی ہے میں  
 بلا ضرورت شرعیہ خلوت سے نہ نکلوں گا کیونکہ خلوت میں جو کچھ آدمی کرتا ہے وہ لوگوں  
 کے دکھاوے کی وجہ سے نہیں کرتا۔ اور حرکت یا سکون خلوت میں جو کچھ بھی ہوتا  
 ہے اس میں اس کی نیت بجز رضائے حق کے اور کچھ نہیں ہوتی اس لیے یہ جہاد  
 اکبر اور جہاد معروف جہاد اصغر۔ لیکن یہ دونوں کام ارباب ہمت عالیہ  
 مثل رستم و جید سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاد اصغر کا اصغر ہونا بہ نسبت جہاد اکبر  
 کے ہے نہ یہ کہ وہ فی نفسہ کوئی معمولی چیز ہے اور ان لوگوں کا کام نہیں ہے  
 جن کی عقل اور ہوش چہے کی دم کی حرکت سے رفوچکر ہو جائے۔ اور یہ خیال  
 و جوش ان لوگوں کا کام نہیں ہے جو چہے کی حرکت سے حواس کھو بیٹھیں۔  
 اس لیے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ معرکہ اور سنان و خنجر وغیرہ سے الگ رہیں۔  
 اس واقعہ سے تم سمجھو کہ ایک تو وہ نامرد صوفی تھا اور ایک یہ صوفی ہیں اور یہ  
 تفاوت نہایت قابل افسوس ہے وہ تو سوئی سے مرگیا اور یہ تلواریں کھاتے ہیں۔  
 یہ ہیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ جسم صوفی تھا اور جان صوفی

کس میں نہ تھی۔ ایسے ہی صوفیوں نے صوفیوں کو بدنام کیا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے سبب صوفی لوگ بدنام نہیں۔ تم کو واضح ہو کہ حق سبحانہ نے جسم خاکی کی دیواروں پر باقضاء غیرت صوفیوں کے سینکڑوں تصویریں بنا دی ہیں۔ تاکہ وہ تصویریں جادو سے حرکت کریں اور عصائے موسوی مخفی ہو جائے (یعنی غیرت خداوندی نہ چاہا کہ حقیقی صوفیوں کو بالکل ممتاز کر دیا جائے اسلئے اس نے بہت سے مصنوعی صوفی بنائے اور اصلی صوفیوں کو ان میں چھپا دیا۔ تاکہ ہر شخص بدوں طلب کے ان کو نہ پا سکے اور طالبین اور غیر طالبین میں امتیاز ہو جائے) ضروری بات یہ ہے کہ عصائے موسوی (حقیقی صوفی) ان جادو کے پتلوں (مصنوعی صوفیوں) میں تختی ہے لیکن اس کا خفا تلبیس کی حد تک نہیں پہنچا۔ بلکہ اسکی اصلیت ظاہر ہے کیونکہ اس عصا کا صدق ان جادو کے پتلوں کو کھار رہا ہے یعنی اہل اللہ کی حقانیت دھوکہ بازوں کے فریب کو ظاہر کر رہی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ پھر لوگوں کو ان کا صدق کیوں نہیں دکھلائی دیتا سو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ چشم فرعون یعنی غیر طالب حق آنکھ رکھتے ہیں جو کہ نقص و عباد و تقلید آباء وغیرہ کی گرد اور کنگریوں سے پر ہے اسلئے وہ آنکھ کھول کر دیکھتے ہی نہیں تاکہ انہیں ان کا صدق دکھلائی دے۔

اچھا اب اصلی صوفیوں کی ایک اور حکایت سُنو۔ ایک اور صوفی بیس دفعہ صف جنگ میں بوقت حملہ صرب کفار کے لیے مسلمانوں کے ساتھ کیا مگر واپسی وقت وہ ان کے ساتھ نہیں لوٹا بلکہ برابر لڑتا رہا اور جب کوئی زخم اس کے لگتا تھا تو وہ اسے باندھ کر پھر حملہ کرتا تھا۔

حاصل یہ ہے کہ وہ جنگ میں اپنے بچاؤ کے پہلو کو مد نظر نہ رکھتا تھا بلکہ خوب دل کھول کر لڑتا تھا اور مقصود اس کا یہ تھا کہ میں ایک زخم سے مرے بلکہ مجھ پر بہت سے زخم لگیں اور اس وقت مروں کیونکہ اسلئے اس امر کو قابل افسوس سمجھا کہ ایک زخم سے جان دیدے اور جان اسکی ہاتھ سے یوں آسان



پس اس آیت میں حق سبحانہ نے جان بازی کو صدق اور وفا سے تعبیر فرمایا ہے اسل صدق کی حقیقت معلوم ہو گئی پس لوگو تم جان بازی کی طرف سبقت کرو اور خدا کی راہ میں جان دیدو لیکن یہ یاد رہے کہ خدا کی راہ میں جان دینا اس کا نام نہیں ہے کہ اس کا جسم فنا ہو جائے جس کو مرگ صوری اور ظاہری کہنا چاہیے۔ کیونکہ اصل چیز تو روح ہے۔ رہا بدن سو وہ تو اس کا آلہ ہے پس بدن کا فنا ہونا مرنا نہیں ہو سکتا مرنا تو روح کا ہے جب روح مر جائے یعنی خودی کو چھوڑ دے اس وقت کہا جائے گا کہ یہ شخص مر گیا۔ پس بہت سے احمق تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے جسم کو فنا کر دیتے ہیں مگر ان کا نفس زندہ ہوتا ہے اور بچ کر نکل جاتا ہے اور رانہن کا آلہ ٹوٹ جاتا ہے مگر اصل رانہن زندہ ہوتا ہے اور نفس زندہ ہوتا ہے مگر اس کی سواری یعنی جسم اپنا خون بہا دیتی ہے اور وہ اپنا گھوڑا تو مار دیتا ہے مگر منزل طے نہیں کرتا۔

یعنی وہ ناقص اور بُرا اور خدا سے بے خبر ہوتا ہے اور وہ آلہ جس کو وہ اپنی اصلاح کر سکتا تھا۔ کھو بیٹھتا ہے سو اس زیادہ کیا حماقت ہوگی اور ایسے مرنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے اگر ہر قتل ہونے میں آدمی شہید ہوا کرتا تو کافر مقتول بھی سعید ہوتا۔ اور شقی نہ ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

پس ثبات ہوا کہ صرف جسم کا فنا کرنا شہادت نہیں ہے اور بہت شہید لوگ دنیا میں مر چکے ہیں مگر زندوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں یعنی ان کی روح رانہن مرجاتی ہے اور جسم جو کہ اسکی تلوار ہے وہ ایک غازی کے ہاتھ میں ہوتی ہے پس تلوار تو وہی ہوتی ہے لیکن آدمی وہ نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے گی اور اسکو سن کر تمہیں حیرت ہوگی۔ اسلئے ہم اس کی توضیح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آدمی کی صفات ذمیرہ فنا ہو جاتی ہے اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شخص وہ نہیں رہتا

جو پہلے تھا بلکہ اسکی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور اسوقت اسکا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ اور وہ تلوار (جسم) جو اس وقت اسکی ہاتھ میں ہوتی ہے وہ گویا کہ خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس سے تم کو سمجھنا چاہیئے کہ اصل شہادت ترک خودی اور فنا فی اللہ ہے اور اسکو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم قصہ نائے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صوفیوں کے قصوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ مرد تو ایسے ہوتے ہیں جس کی غذا راہ خدا میں تکلیف اٹھانا ہوتا ہے جیسے عیاضی وغیرہ اور کچھ مرد ایسے ہوتے ہیں دیکھنے میں مرد معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اندر سے خالی اور مثل گود بے حقیقت ہوتے ہیں جیسے کہ وہ صوفی غازی جو بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا اس پر ہم کو قصہ یاد آگیا۔ سنو!

### صفت کردن مرد عمار و نمودن صورت کنیزک متصور

ایک مفسر کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لوندی کی تصویر دکھانا

در کاغذ و عاشق شدن خلیفہ مصر بر نقش آن کاغذ و فرستادن

تصویر بکدام اندیش کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا مانتا ہوا اور خلیفہ کا ایک

خلیفہ امیرے با سپاہ گراں بدر موصل و قتل و ویرانی

سردار کو بھاری شکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیج دینا اور اس مقصد کیلئے بہت

بسیار کردن بہر اس غرض

نقش اور تب ہی کرنا

لے آغاز چنانچہ بھرے۔  
یہی مصل کے بادشاہ کے  
پاس ایک حرم صفت لڑکی  
ہے نکار پہلو نگار حسین۔  
کیا آواز کے ساتھ مالد آباد  
مستحق برحق شاہ ایران کا  
نام ہے جو بڑا قیاس تھا اور  
نزدیک اس کے حکومت کی  
اب مطلقاً نصف بادشاہ  
کے میں میں بولا ہا ہے۔

لے پہلو تھے۔ شاہ مصر نے  
بہادر سردار کو عاری شکر  
وے کر مصل روانہ کر دیا اور  
ماد کے زیر کے ساتھ واقع  
اور جزیرہ کے دریاں ایک  
شہر ہے آنا وہ جس کی

کر شہر موصل بحورے گشت محبت

کر مصل کے بادشاہ کو ایک حور لئی ہے

کہ بعالم نیست مانند شش نگار

اس میں حسینہ دنیا میں نہیں ہے

نقش او نیست کاغذ کاغذ

اس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

مر خلیفہ مصر را غم از گفت

چنانچہ نے مصر کے خلیفہ سے کہا

یک کنیزک وار و او اندر کنار

وہ آغوش میں ایک کنیز رکھ لے

در بیاں ناید کہ خشنش بیدست

بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا شہر بیدست

نقش در کاغذ چو دید آں کی قیاد

ہنس بادشاہ نے کاغذ پر انکی تصویر دیکھی

پہلوئے رافرستاد آں زماں

فرخ ایک ہمسار کو بھیج دیا

گفت اگر ندہد تو آں ماہ را

کہا اگر وہ اس پانچویں دن کے

وردہد تر کش کن و مہ را بیار

اور اگر دیر سے اس کو چھوڑ دو پانچویں آ

پہلوئے شد سوسوی موصل با ہم

بہادر خاندان کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا

چوں مکنہا بے عدد برگر و گشت

کھینچتے تھے پادروں کی ان گنت فوجوں کی طرف

ہر نو آئے منجلیقے از نبرد

جنگ کے لئے ہر جانب ایک گرجیں

زخم تیر و سنگنا ہی منجیق

نبرد کے زخم اور گرجیں کے پتھر

ہفتہ گرداں چیں خونریز گرم

ایک ہفتہ اس نے اسی طرح خونریزی گرم دیکھی

شاہ موصل دید پیکار مہول

موس کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی

کہ چہ میخواست ای ز خون مومنناں

کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا پاتا ہے؟

گر مرادت ملک فہر موصل

اگر مراد مقصود ملک اور موصل شہر ہے

من از دم بیرون شہر انیک در آ

میں شہر سے باہر چلا جا تا ہوں اے قواد آبا

در مرادت مال و زر و گوہرست

اگر مراد مقصود مال اور سونا اور جواہر ہیں

ہر چہ می باید ترا از سیم زر

تجے جو باندی اور سونا چاہئے

تجے جو باندی اور سونا چاہئے

خبرہ گشت و جام از دستش قنار

جیران ہیریا اور انکے اقد سے باہر گر گیا

سوی موصل با سپاہ بس گراں

بہت بھاری لشکر کے ساتھ موسیل کی جانب

برکن از بن آں در و درگاہ را

اس در اور درگاہ کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا

تا کشم من برز میں مہ در کنار

تا کہ میں پانچویں زمین پر میں میں لوں

با ہزاراں رستم و طبل و علم

ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کے ساتھ

قاصدا ہلاک اہل شہر گشت

شہروں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا اہل شہر

ہیچو کوہ قاف او بر کار کرد

کوہ قاف میں بھی نے کام پر لگا دی

تینغہا در گردیوں برق از برق

تینغہاں میں تھوڑی جگہ کی جڑ سے اکھاڑ ڈالا

بڑج سنگیں شیشیں موم نرم

بڑج سنگ، شیش، موم کی طرح نرم و نرم

پس فرستاد از درون شیش مول

تو اندر سے اس کے پاس تانہ دیا

کشہ میگردند زیں حرب گراں

جہاں بھاری جنگ سے در رہے ہیں

بے چیں خونریز انیت حاصل

بے چیں خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

تا نگر و خون مظلوماں ترا

تا مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے

ایں ز ملک فہر خود آساں تر

یہ ملک اور شہر سے خود آساں ہیں

میفر تم حیثیت اینا شوقی شہر

میں تمہاری حیثیت اس شوقی شہر

میں تمہاری حیثیت اس شوقی شہر

تجھے تانہ دیا تو بہت کچھ  
چاند ہے جس میں اس سے  
زمین پر تلے ہوں گا۔ رستم  
مطلقاً پہلوئے چتر ہے۔  
اس سردار نے موسیل کے  
چندوں طرف کو چھین تانہ  
کر دیں۔ کوہ قاف کی  
طرف بند نہیں۔

ملہ ترین جگہ پہنچ گئیں۔  
یعنی اس موصل کے بادشاہ  
کا ہند موسیل کی طرف ہی گیا۔  
پہلے خوفناک۔ تو کچھ کچھ  
ملہ کچھ۔ موسیل کے بادشاہ  
نے تانہ دیا کہ زور پہلوان  
سے کھڑا ہو جائے تیرا کیا  
مقصود ہے۔ آیت۔ اور تیرا  
اپنی دکان۔ جب یہ سب  
چھوڑنے کو تیار ہوں تو  
وہ یہ چھوڑ دینا تو بہت کچھ

تجھے آیت۔ تیرا ملک۔  
یعنی موسیل کا بادشاہ گفت۔  
پہلوئے تیرا کیا مقصد ہے۔  
یعنی تو تیرا۔



# ایشار کردن صاحب موصیل آں کینزک خود را بخلیف مصر موصیل کے حاکم کا ہوا توئی کو خلیفہ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمان تانوں پر زری مسلمانان زیادہ نہ شود زیادہ کی خبر نہ ہو

چوں رسول آمد پیش پہلواں  
 جب قاصد پہلوان کے سامنے آیا  
 گفت من ملک مغراہم نہال  
 اُس نے کہا میں ملک پاتا ہوں، نہال  
 داد کا غنادر نقش و نشان  
 اُس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور حالت تھی  
 کا ندیس کاغذ نگریہ صورت  
 کہ کس کاغذ میں دیکھ کی تصویر ہے  
 بنگر اندر کاغذ اس رابطہ ہم  
 کاغذ میں دیکھ لے، میں اس کا طیار ہوں  
 چوں رسول باز گشت گفت  
 جب اُس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی  
 گشت معلوش چہ گفت آن شاہ نر  
 اُس کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہمارا نام کیا کہا؟  
 من نیم در عبدایمان بست  
 میں ایمان کے مہدی، بست ہمت نہیں ہوا  
 باترک داد دست را و برود  
 اُس نے توئی سے خد کے دی اور وہ نکلا  
 چونکہ آوردش سول آں پہلواں  
 جب قاصد اُس کو لایا، وہ سہارا  
 عشق بحرے آسمان بر کوکے  
 عشق ایک سمنہ ہے آسمان بچہ ایک جگہ ہے  
 دور گردو نہا ز موج عشق دل  
 آسمان کی گردش عشق کی موج سے جسم  
 کے جہاز سے محو گشتے در دشت  
 جہاز، نہایت ہی کب گشت ہوتا؟

گفت پیغام ملک اندر زان  
 اُس نے فرمایا بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا  
 یک مجموعہ یکے صاحب جمال  
 لیکن ایک حسین کا جواں ہوں  
 گفت پیشش برکوا اور ایمان  
 کہا اسکے سامنے اسکو صاف بتا دے  
 زود فرستش کہ ملک جانت رست  
 اُسکو بلا بچہ کے تاکہ تیری خلعت اور جان بچائے  
 ہیں بدہ ورنہ گوں من غلام  
 غمبار! دیکھو وہ غلبہ میں غالب ہوں  
 داد کاغذ را و نمود آں مشال  
 اُس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی  
 صورتی کم گہر و زوایاں را بسر  
 اُس نے ایک حسین، صورت زری اور بڑا نکو کہا  
 بست بر آں بست اولی سوت  
 بست اُس بست ہمت کی بلی میں زیادہ بہتر ہے  
 سوي لشکر گاہ و در ساعت پیرد  
 لشکر گاہ کی جانب، اور فوراً مشہور و کردی  
 گشت عاشق بر جانش آں زہا  
 فوراً اُس کے عشق پر عاشق ہو گیا  
 چوں زلیخا در ہوا می یوسف  
 جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی  
 گر نہوے عشق بفسرے جہاں  
 اگر عشق نہ ہوتا تو جہان فحش ہوتا  
 کے فدای روح گشتے نایب  
 نہوائے والیاں، نہ کہ ہر کب ہوا ہوتا؟

لے کاغذ میں پیش اپنے  
 بادشاہ سے کہہ دے کہ اُس  
 کاغذ جس کی تصویر ہے  
 کہ ہمیں دے تب تیری  
 نہات ہوگی اہل خانہ میں  
 توئی کی تصویر گشتے جلاش  
 جہاں موصیل کہہ سادگی  
 خواہش کا ہم ہو گیا تو اُس نے  
 کہا، قاصد پریشی شاہ موصیل  
 صورتت، یعنی اگر ایک تیری  
 نہ رہی تو کیا ہوا۔  
 لے کاغذ میں، شاہ موصیل نے  
 کہا میں بست ہمت نہیں ہوں  
 بنیاد بست توئی کاغذ مصر  
 بست ہمت کے لئے صاحب  
 ہے چو کہ جب قاصد توئی  
 کو لے کر آیا تو پہلوان اُس  
 پر عاشق ہو گیا عشق، عشق  
 اُس، صوفیانہات اُس کا  
 چنے ہیں، زلیخا، آسمان کی  
 غلبہ ہے، یوسف، حضرت  
 حق کی تشبیہ ہے، تو گر کو  
 تمام کائنات کی حرکت کسب  
 عشق ہے جہاں میں پنہاں  
 در زکاتات دیکھ کمال کرنے  
 پہنچتی۔  
 لے کاغذ سے، جہاں اپنے آپ  
 کائنات میں فنا کر لے، عشق  
 پانی سے نہات قدامت کر کے  
 بر زمین ہیں

رزم نامی لڑو  
 بہتران ہوتی جس سے نصرت  
 سچ کی پیدائش ہوئی تھیکے  
 اگر دشمن کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز  
 جھٹکے رہ جائے۔ ذرا غلط  
 بہر ذرا کمال کا خواہاں ہے۔  
 لے آئے۔ آخر اس کا ایک ہی  
 نتیجہ ملتا ہے اللہ عزوجل  
 فالانہ میں اس آواز میں کا  
 ذرا ذرا کا لہجہ خاص ہے  
 یہ اس کی تیسرے ان کے دشمن کی  
 بدل ہے اس لیے کہ نصیر  
 وہ جان کے لئے جسم کو فنا  
 کرتے ہیں پہلوان۔ پہلوان  
 حقیقی مفتی کو دیکھا اور  
 لڑنے پر ماضی ہو گیا اس  
 نے کوئی کو صاف راستہ  
 سمجھا۔  
 لے چن لینے وہ پہلوان  
 غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ  
 جیسا کہ طرح انسان خواب  
 میں ہے حقیقت میں سے  
 جہاں کو لٹا ہے اور اچانک  
 مٹا دیتے کہتا ہے اور اس پر  
 پہلوانوں کو کہتا ہے کہ تم کوئی  
 میں مشن نہ کیے ہیں لڑنے  
 نہ تو میں اگر بولوں  
 مشن کرنے میں اندیشہ ہے  
 کہ شاہ و سر قتل کر دیا کریں  
 مجھے موت کی دعا نہیں ہے۔  
 لے آئے۔ آخر اس کا ایک ہی  
 نتیجہ ملتا ہے اللہ عزوجل  
 آخری مفتی ماضی کا  
 نتیجہ کہتے ہیں کہ نہ ماضی  
 کو پہلوان بہتر ہے وہ سارا  
 کہاں مشورہ کہتا ہے ماضی  
 خدا خدا کے ماضی کی لکھی  
 لکھ نہیں آتا۔ آخر وہ جیتا ہی  
 آتی ہے تو توڑی ہوئی کوئی  
 میں اور وہ ہے جیسا کہ پہلے  
 دیکھا، بیان ہو چکا ہے۔  
 آج پہلے دیکھی ہوئی  
 اور پھر کے قسمیں لگتا ہے کہ

روم کے گشتے فدائی آں مے  
 ندر احسن دم پر کب نفا ہوئی !  
 ہر گے بر جاتر نجد سے جو تیر  
 ہر ایک تھا بگڑ بگڑ کا  
 ذرہ ذرہ عاشقان آں جمال  
 ذرہ ذرہ احسن مشن کا ماضی ہے  
 سچ اللہ ہست آں شایاں  
 ان دونوں کی تیروی اشد کی تیس ہے  
 پہلوان چہ را چورہ پنداشتہ  
 سردار نے جب کوئی کو رات کو کہا  
 چوں خیالے دیداں تھنہ خور  
 بیکار سنے والے نے تینہ میں ایک خیال دیکھا  
 چوں بخت از خواب شد بیدار  
 وہ جب تینہ سے اٹھا اور جلد بیدار ہو گیا  
 گفت بر ہیچ آب خود بروم دلخ  
 اس نے کہا افسوس ہے میں نے صدم پہلوانی خور  
 پہلوان تن بد آں مردی نداشت  
 جسم کا پہلوان تھا، انسانیت نہ رکھتا تھا  
 مرکب عشقش دریدہ صد لگام  
 اس کے مشن کی ساری نے تو لگام نہ ڈال دیتے  
 لیش ابالی با خلیقہ فی الھوی  
 میں محبت کے سادہ میں خلیقہ کی کیا دعا کرتا ہوں  
 ایں چنین سوزاں و گرم آخر کا  
 ایسی سوزش اور گرمی سے بیچ دہر  
 مشورت کو عقل کو سیلاب آرز  
 مشورہ کہاں عقل کہاں حوس کے سیلاب نے  
 بئین آیدی سد و سوتے خلف سد  
 ملنے دیوار ہے اور پیچ کی جانب دیوار ہے  
 آمدہ در قصد جاں سیل سیاہ  
 لا سیب، جان کے امان سے آچکا ہے

کرشمش حاملہ شد مرگے  
 جس کی نسیم سے مریم حامل ہوئی  
 کے پیچے تران جویاں چوں رخ  
 لذہ کی طرک پہ دراز آواز مسمر ہوئی  
 میشتا بدر غلو چہمیں نہال  
 پورے کی طرح لذہ کی جانب دروازہ ہے  
 تنقیق تن می کنند از بہر جاں  
 جہان کے لئے جسم کو صاف کرتے ہیں  
 شرواش خوش آمد و جب کا شتہ  
 شریکی زمین میں کو عمل مسلم ہوئی اور ماضی دوا  
 جمع شد آں واز مے رفت کاب  
 اس کے ساتھ جہاں گیا اور اس کی نئی بہر  
 دید کاں ثعبت بہر بیداری نمود  
 دیکھا کہ مولا بیداری میں اور ماضی  
 عشوہ آں عشوہ وہ خودم دلخ  
 افسوس ہے اس غریب نے دل کا میں نے تو بیکار  
 تخم فردی در چیاں کیلے رکاشت  
 اس نے انسانیت کا کچھ ایسے ریت میں جو دیا  
 نعرہ میزد لا ابالے کا محم  
 وہ نعرہ آواز تھا، میں صرت کی دعا نہیں کرتا ہوں  
 استوی عندی وجودی الشوی  
 میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت کیا ہے  
 مشورت میں بائیکے راستہ کار  
 کس جا کھار سے مشورہ کرے  
 در خسراںی کردنا خنہا دراز  
 تباہی کے لئے ناخن ہوا کرتے ہیں  
 پیش و پس کے بیندگں مفتون خدا  
 وہ دھار کا ماضی آگے جیسے کب دیکھتا ہے  
 تاکہ رو بہ افگند شیرے بچاہ  
 تاکہ لڑی شیر کو کوئی میں مراد سے

از چہ بنمود معدوئے خیال  
ایک مسموم خیال کنویں سے نمدار ہوا

تا در انداز داسودا کجا بحال  
تا کہ بہار جیسے شیریں دہک اندر گرا دے

بہج کس را با ناناں محرم مدار  
کس کو حور حق کا محرم نہ بننا  
آتشے باید نشسته ز آب حق  
خدا کے ہانی سے آگ بھی ہونی ہونی چاہیے  
کز زلیخانے لطیف سر و قد  
کرمیسیں سر و قد زینا ہے  
نفس خود را کہ تو ان کردن بول  
لہنے نفس کو مقلب کیا جاسکتا ہے  
جانبا تمام قصہ باز راں  
قصہ کو پورا کر کے کی جانباہن

کہ مثال ایں دو نینبہ است و شمرار  
کہ ان دونوں کی مثال زون اور چنگاری کی ہے  
ہمچو یوسف مختصم اندر برق  
جیسے کہ مسموم یوسف جانی میں  
ہمچو شیریں خوشن را واکند  
شیریں کی طرح ہے آپ کو کھینچنا  
جز با مداد عقول و فسون  
اہل کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر  
کایں سخن پایاں ندارد پہلوں  
لے پہلو ان بیس بات کا خاتمہ نہیں ہے

شیریں کو آپس کنویں میں خلیج  
آباد و معصوم سے لڑنے کیلئے  
کوئی بھی کوئی۔

لے یوسف کس۔ بخوان ہوا  
لے آن کشا و معصوم پہلوں  
کو زون کا محرم بنایا آگئے  
یہاں صرف ادا قائلے کا  
آپ رحمت کا مستحق ہے۔  
یوسف ۲ ادا قائلے نہ تھا  
یوسف کا یہاں جاسکتا ہے۔  
معصوم۔ رحمتی۔ بلکہ نہ  
شیریں۔ حضرت یوسف  
شیریں کی طرح ادا قائلے

نکاح۔  
لے نفس نفس کو کس  
شیخ کے مشورے سے نصیب  
کیا جاسکتا ہے۔ اڑا۔  
پہلوں لڑی کے کر حوس  
سے چاہا کہ ایک چنگ اور  
چراغ، میں اس کا چاند ہوا۔  
الفتن۔ اس کے عشق کی  
آگ جس قدر بڑی ہوئی تھی  
کہ انھما پر ادا تھا۔ نصیب  
آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر  
لڑی کے شیریں کس گیا۔  
اب ذہن میں عشق تھی خلیج  
کا ڈور۔  
لے جوں نہ۔ جب شہرت  
آگ لگتی ہے کوئل میں  
جانک کی طرح میں ہاں پر  
قبل۔ ذیل۔ مظلوم خواہر  
کی سیکڑوں شاہ اس کی نظر  
میں سے کہے۔

مراجعت کردن پہلوان از موصل بجانب مصر و  
پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ  
صحبت او در راہ بالکینرک  
معاشر کا لڑی سے بہتر ہونا

تا فرو آمد بہ پیشہ و مر جگاہ  
یہاں تک کہ اس نے جگہ اور مقام میں پہنچا  
کہ نہ است اوز میں از آسمان  
کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکتا تھا  
عقل کو و از خلیفہ خوف کو  
عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟  
عقل را سوزد در آن شعلہ جو خارا  
عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا رہا ہے  
چیت عقل تو چکل ابن الفحل  
قرلے دیں، زیل کے بیٹے (جیری) جس کا ہے؟  
پیش چشم استینش آں نفس  
اہم وقت اس کی شہدائت نگہوں کے تھے

باز گشت از موصل و میشد براہ  
وہ موصل سے لڑا اور راستہ پر روانہ ہوا  
آتش عشقش فروزاں آں چنبا  
اس کے عشق کی آگ اس طرح بڑھ رہی تھی  
قصداں نہ کرد اندر خمیہ او  
اس نے جیری میں چاند کا قصد کیا  
چوں زند شہوت دریں ادی شرا  
جب شہرت اس میدان میں آگ لگا رہی ہے  
چوں نہ شہوت دریں ادی ہل  
جب شہرت اس میدان میں فعل میں چاہی ہے  
صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس  
سیکڑوں خلیفہ، کھس سے کم ہیں گئے

لے لے کر دست میں پہنایا  
 تھوڑی دیر ہی کی شرمندہ۔  
 کوٹ پہنہ بیسی میں حالت  
 میں میں وہ لڑکی سے  
 مصروف تھا کہ اتفاقاً وہ  
 حرمہ تھوڑی دیر پہلوان نے  
 دیکھا کہ ایک کاکہ زخمی ہو کر  
 درمیان میں حشر پر حملہ آور ہے۔  
 تانیاں، عربی گھڑے، غریبہ  
 بھاری، اطمینان، گھبراہٹ، کدو  
 چھوڑ کر لگا رہا تھا فقر و غریب  
 بسنے نہیں۔  
 لے لے کر پہلوان نے لیر پر  
 تھوڑا کر دیا کہ اس کا سر  
 بھاڑا دیا اور دست چلا  
 لڑکی کے غم میں ہو کر چلا  
 جب اس لڑکی کے پس  
 پہنچا تو اس کی شرمندہ کی  
 کی دانی تھی۔  
 لے لے کر اس کی جگہ رفتار  
 تھوڑی۔ اس کی شہرت سزا  
 نہ تھی تھی وہ لڑکی اس کی  
 مردانگی کی اس حالت سے  
 حیرت میں رہتی تھی جتنے حد  
 ہم نے اس کا حال پہلوان کی  
 قرار دے کر جو کیا ہے اگر  
 خالق لڑکی کو تو وہاں نے  
 تو توجہ دوسرا ہو گا جاتی ہو  
 میں پہلے داؤ پہنچے۔  
 لے لے کر تانہ، اگر لفظ کے  
 استوار سے کوئی مضامین  
 مانع نہ ہو۔ ہر کام۔ جب مرد  
 عورت جھگڑتے ہیں خواہ  
 محبت سے غماد کینے تو  
 حل نظر آتا ہے اس طرح  
 وہ شخص کوئی اور سزا کرتے  
 ہیں یا کوئی شخص کسی حل کے  
 ساتھ جفت بختا ہے تو اس  
 کے نتائج مفید ہوتے ہیں ظاہر  
 ہوتے ہیں۔

**چولہا برون انداخت شلواروشت**  
 جب ہاچار ۴۴ روپا اور چھپا  
 چوں ذکر سے مقرر میرت است  
 جب ذکر سیدھا لڑکا کی طرف گیا  
 بر چہیدا کوں بر منہ سو صف  
 وہ صف کی جانب دوڑا  
 دید شیر نر سید از نیتان  
 اس نے دیکھا کہ لے لے کر نے جھگڑے  
 تازیان چوں دیو در جوش آمدہ  
 عربی گھڑے، کدو کی طرح جوش میں آگئے ہیں  
 شیر نر گنبد ہمیکہ راز لغز  
 نر شیر کے لئے جنت کا ماحسا  
 پہلوان مردانہ بود و بے حذر  
 پہلوان بھاڑا تھا اور بغیر غم  
 زوہ شیر و شمش را بر شگافت  
 تھوڑا دیر اور اس کا سر پھاڑ دیا  
 چونکہ خود را او بدان حور نمود  
 جب اس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھا  
 باچناں شیرے کجائش گنجفت  
 ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شرمندہ ہوا  
**آں برت شیریں نقائے ماہرو**  
 وہ بہت شیریں تھا کہ پاندہ کمرے والی  
 جفت قند باو بشہوت آں زلفا  
 وہ فوراً شہرت سے اس سے بچا  
 زاتصال ایں دو جاں باہدگر  
 ایں دونوں جانوں کے باہم پرست ہونے سے  
**رو نماید از طریق زانے**  
 بننے کے طریق پر روش ہوتی ہے  
 ہر کجاو کس بمہرے یا بلیں  
 جب دو انسان محبت یا کینہ سے

**در میان پازنی آں زلف پرست**  
 وہ عورت پرست، محبت کی انگلی کے درمیان  
 دستخیز و غفلت از لشکر بخت  
 قیامت اور غم و غلٹ لشکر سے اٹھا  
**ذوالفقار چھو آتش و کف**  
 آگ جیسی تھوڑا ہاتھ میں لے  
**بر زوہ بر قلب لشکر ناگہاں**  
 اچانک وسط لشکر پر حملہ کر دیا ہے  
**صد طویلہ فیمہ اندر مزوہ**  
 سیکڑا بھگوان اور نیچے دم پر دم کر کے  
**در ہوا چوں موج دریاست**  
 لٹکا میں بیس کر دیا کہ موج کی طرح  
**پیش شیر آمد چو شیر مست نر**  
 مست نر شیر کی طرح شیر کے سامنے آیا  
**زود سوئے خیمہ مزوشتافت**  
 خیمہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا  
**مردی او چمنان بر پائے بود**  
 اس کی مردی اس طرح قائم تھی  
**مردی او ماند بر پای و خفت**  
 اس کی مردی قائم رہی اور نہ سوتی  
**در عجب در ماند از مردی او**  
 اس کی مردی سے تعجب میں پڑی  
**متو کشتند حالی آں دو جاں**  
 نواز دو جاں ایک ہو گئی  
**میرسد از غیب شاں جان و گر**  
 غیب سے ایک دوسری جاں پہنچاتی ہے  
**گر نباشد از علو قش رہزنی**  
 اگر محل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو  
**جمع آید ثانی زاید یقیں**  
 جمع آید ثانی، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے

لیک اندر غیب نے اید اک صُور  
لیکن دماغ غیب میں وہ موزن جتنی ہی  
آں ستاج کز قزانات تو زاد  
آن بجزوں کو جو تیرے لاپ سے پیدا ہوئے ہیں  
منتظر مباحش آں میقات را  
قرن و درہ گاہ کا منتظر رہ

کز عمل زابندہ اند و از غفل  
کہ عمل اور غفلتوں سے پیدا ہوئے ہیں  
بانگ شان میر سداں شمال  
اُن جہیزوں سے انھیں آباد آ رہی ہے  
منتظر در غیب جان فردوزن  
مردودت کی جان دماغ غیب میں خطر ہے  
راہ گم کرد او ازاں صبح دروغ  
اس نے سچ کا ذب کی وجہ سے راست گم کر دیا

چوں زوی آں سوب بینی در نظر  
جب قریش جانب بایگا، آنکسے نہ دیکھ دیا  
ہیں مکر داز ہر قرینے زود شاد  
غیب دار! ہر ساقی سے جلد غرض نہ ہو  
صدق واں الحاق ذریات را  
ذریات کے ملاپ سے جو تہا جسے

ہر یکے را صورت نطق و کل  
ہر ایک کو گویاں اور گونے ہی کی صورت ہو گی  
کائے زما غافل ہلا زو تر قتال  
کراے ہم سے غافل! غیب دار! جلد آ جا  
مول مولت چیست تر گام زن  
تیرا آہستہ آہستہ ہلنا کیوں ہے، جلد قدم آٹھا  
چوں مگس افتاد اندر دیک دوغ  
چوں مگس کی طرح چھا مگس کی دیکھ میں گر گیا

پیشیاں شدن آں سر لشکر از خیانتے کہ کردہ بود و سو گند  
اسی لشکر کے سردار کا اسی خیانت سے شہید ہوا جس نے کی حق اور اس کا  
دادن او اں کمینک را کہ بخلیفہ باز نگوید آ پنچہ رفت  
اس کی طرف سے کہم دینا کہ جو کہ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ گئے

چند رونے ہم بریں بد بعد از اہا  
وہ چند روز اسی رحمت اپر اور آنکے بعد  
داد سو گندش کہ اے بدترین  
اس نے اس کو قسم دی کہ اے دشمن چہ چہ رہا  
داد سو گندش کہ اے خورشید کو  
اس نے اس کو قسم دی کہ سورج جیسے چوکاں  
مختصر گویم بجز داں پہلوں  
میں مختصر بتاتا ہوں وہ پہلوں کے لیے  
چوں بدید اور خلیفہ دست گشت  
جب غیب نے اس کو دیکھا نہت ہو گیا  
دید صد چند آنکہ وصف از بند بود  
جو تقریب اس نے تیری ہی اس کو تیرا دیکھا

قدشیاں او ازاں جرم گراں  
وہ آہس بھاری جرم سے شہید ہوا  
کن حذر تا شاہ نگر دوزیں خیر  
احتیاط نہ کر تا کہ آشا، اس سے خبر دار نہ ہو  
باخلیفہ زانچہ شد مژمرے مگو  
جو کہ ہوا خلیفہ سے اُس کا اشارہ نہ کرنا  
مرکزیک را سونے شاہ جہاں  
شاہ جہاں کی جانب دھڑکی کر  
پس زبام اقتاد اور ایزد پشت  
قریش کا پشت بھی باغافل سے گر گیا  
کے بود خود و دیدہ مانند شود  
دیکھا ہوا، تھے ہونے کی بار بار کہ ہوتا ہے

لیکست مراد میرزا  
قرن نظر آ رہا ہے لیکن یہ نظر  
مضوی عالم آخرت میں نظر  
آئیں گے۔ بیچ۔ کتاب انسان  
کا فرض ہے کہ پچھلے اس فرض  
کو خوب دیکھے جس کے پاس  
سے منجور برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم  
کا ہے۔  
۱۔ بیقات۔ عالم آخرت  
الحاق ذریات۔ غزل پاک میں  
ہے ہم قیامت میں ہمیں کی  
موسن ذریعت میں ملا دیکھیں  
کے ساتھ کر لگے سروا نہ پہ  
ذریعت سے اعمال کے نتائج  
ملا دے ہیں۔ حق میں ہر ایک  
میں جتن سے پڑے کہ ہوں  
کے سبب پہنچے۔ آخرت  
میں ہر عمل کو اپنے کام شاق  
میں مل کر کرنا ہے جو حق حال۔  
۲۔ بیقات۔ عالم غیب میں  
ہر شخص کے اعمال میں کس قدر  
میں جاتی ہیں تیرے عمل کو قائم  
کر دے۔ یہ خبر پہلے ہی سے متعلق  
ہے کہ عمل کے فعل کی اور غفلت  
آضا یا سبب از روغ۔ سچ کا ذب  
جس سے وہ کہہ کر سراسر اصل  
پڑتا ہے اور نہ جاتا ہے۔  
۳۔ دوزخ۔ کوئی اشارہ۔  
پس زبام یعنی اولیٰ کی کشتی  
میں جہاں ہو گیا۔ کسے کو خوف  
کے بود اندر وہ۔ دھتھ۔  
کس چیز کے اوصاف ملنے کو  
اس کی تصریح یہی ہے کہ  
ہو گیا ہے اور اس کی صورت  
آنکسے سے نظر آتی ہے۔

تھے ایک مٹاے۔ جس مثال اور حکایت سے ہمیں سمجھایا کہ کہیں شہید کاؤ نہیں دیو سے کرتے ہے۔ کہ ایک مٹا لے ایک صاحب سے حق اور باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا کہ گوش۔ اس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اس کے ذریعہ جو علم حاصل ہوں باطل ہے انکے کے ذریعہ جو علم جڑتا ہے وہ صحیح اور یقینی ہوتا ہے۔

تھے آں بہ نسبت ہم نے سنی ہوئی بات کو دیکھ ہونے کے مقابل میں جو باطل کہا ہے وہ کفر کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر بھی مسرت ہوتے ہیں۔ درنہ چنگا ڈر کو سب کا جرم شاہد سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن ہم یہ بھی کہتے اور صحیح ہے بخت۔ دشمن کا خوف اس کو سب کا خیال وفاق ہے اور وہ خیال نہیں کر سکتا کہ اس نے جاکے۔

لے از خیال دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دوست پیدا کرنے اور اس سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ جیسا کہ ستر منٹوں کو شاہد کے دربار میں تھا کہ وہ کس حد تک علم نہ تھا لیکن ہم بھی وہ ہمارا پر مقرر ہوا۔ حق پرک۔ جتنی۔ تو کچھ۔ لیکن میں یہ کہ جس کو شاہد حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا جی۔ لیکن انسان کو حق قاتل کے خیال پر اتنا متاثر نہ کیا ہے وہ محض خیال سے واسطہ نہیں نہ ہوگا۔ تھے از خیال دشمن کا خیال اور تصور کی چیز نہیں

وصف تصویر است بہر چشم ہوش  
تقریب ہوش کی آنکھ کے لئے تصویر کی طرح ہے  
یک شے شالے گویم انوں گوش دار  
میں ایک شال کہتا ہوں اس سن

صوت آن چشم داں نے آن گوش  
صوت آنکھ کی گیت سمجھو کہ کان کی  
فہم کن اشغال معنی ہوش دار  
مشاغل کان کا مطلب سمجھو ہوش کر

## حکایت

کرد مردے از سخیل سوال  
ایک شخص نے ایک سخیل سے دریافت کیا  
گوش اب گرفت گفت این جلالت  
اس نے (اپنا کان پکڑا اور کہا) باطل ہے  
آں نسبت بل آمدشیں این  
ہاں! اس آنکھ کے ساتھ میرا نسبت اختیار ہے  
از آفتاب ارگرد خفاش احتجاب  
اگر چنگا ڈر نے سورج سے پردہ کر لیا ہے  
خوف اور اخو و خیالش میدہ  
دشمن کا اور اس کو خود اس (سورج) کا خیال  
آں خیال نور می ترساندش  
روشنی کا خیال اس کو ڈرا رہا ہے  
از خیال دشمن و تصویر او است  
دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے  
موسیا کشف لمع برکہ فراشت  
اسے موسیقی! جہاں کشف پہاڑ پر ہڑا  
ہیں مشوغتہ بدان کہ قابلی  
خیر دار! تو اس میں دھوکا نہ کھا کہ تو قبل کر نہ آؤ  
از خیال حرب نہر اسید کس  
جنگ کے خیال سے کوئی فرزند نہیں ہوتا  
باز خیال حرب حیز اندر فکر  
نامرد و لڑائی کے خیال سے فکریں  
نقش و رسم کاں حکماے بود  
رسم کی تصویر جو کس کام میں ہوتی ہے

حق باطل چیست انیکو قال  
لے ہمیشہ بیان! حق اور باطل کیسے ہے؟  
چشم حقت و نقیش حاصلت  
آنکھ حق ہے اور اس کو یقین حاصل ہے  
نسبت اغلب سمنہاے ایس  
ایس! اکثر اوقات میں نسبت ہے  
نیست محبوب از خیالے آفتاب  
سورج خیال سے پردے میں نہیں ہے  
آں خیالش سوئے ظلمت میکشد  
وہ خیال اس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے  
بر شب ظلمات می چغلاشدش  
تاریکیوں کی رات سے اس کو چھلکا رہا ہے  
کہ تو بر حصیدہ بریار و دوست  
کہ تو بریار اور دوست سے چھٹا ہوا ہے  
آں خیل تاب تحقیقت نداشت  
وہ خیال کرنے والا اپنی تحقیق کی طاقت نہیں تھا  
مزیخاش را ویز رہ واسلی  
اس کے خیال کو! اور قرض رہ سے مل رہی ہو  
لا شجاعہ قبل حرب این ان لب  
جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے اس کو کہیں  
میکند چون رستاں صد کر و فر  
رستوں کی طرح بیکرد کرتا رہتا ہے  
قرن حملہ فکر ہر خاے بود  
ہر انکس کے ٹکے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیال سمع چوں مبصر شود  
جب کان کا خیال دیکھتے ہوئے کی طرح ہوتا ہے  
جہد کن کر کو شس در حشمت شود  
تو کوشش کر کہ وہ کان جی رہی آگہ میں آجائے  
زاں سپس گوشت شود ہم طبع چیم  
ایکے بعد از کان میں آگہ کا ہم مزاج میں جائیگا  
بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود  
بلکہ جہاد جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا  
گوش انگیز و خیال و اک خیال  
کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال  
جہد کن تا میں خیال افروز شود  
کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑے  
آن خلیفہ گول ہم یک چند نیز  
اُس احمق غلیف نے بھی کچھ دن  
نلک را تو ملک غرب شرق گیر  
تو سلطنت کو مغرب اور شرق کی سلطنت میں کر لے  
مملکت کاں می مانند جاو دل  
وہ سلطنت جو ہمیشہ زور ہے  
تا چہ خواہی کرداں باد برود  
تو اُس زور کا کپ کرے گا؟  
ہم دریں عالم بدان کماست  
اسی دنیا میں جان لے کر اس کی جگہ ہے

چیز چہ بود درستی مضطر خود  
نامزد کیا ہوتا ہے ایک قسم میں مجبور ہوتا ہے  
آنچو آں باطل بدست آں حق شود  
جو باطل (ظلم) کا حق ہو جائے  
گو ہرے گرد و گوشت ہمچو شیم  
تیرے شیم جیسے وہ در کان گوہر بن جائیگا  
جملہ چشم و گو ہر سینہ شود  
سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا  
ہست دلالہ وصال آں جمال  
اُس حسن کے وصال کی مشاطہ بن جائے گا  
تا دلالہ رہب سیر مخوں شود  
تاکہ مجوں کے لئے مظاہر رہبر بن جائے  
ریش گادی کرد خوش با آن کینز  
اُس لڑکی کے ساتھ محبت برقی  
چوں نمی ماند تو آں را برقی گیر  
بیکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اسکو بھل کر لے کر آگے  
لے دلت نختہ تو آں اخواہ لہا  
اسے کہ تیرا دل سوا ہوا ہے تو اسکو خواب کھو  
کہ گیر دہم چو جلا دے لگوت  
جو جلا کی طرح خیر کا گھا بڈو لے  
از منافق کم شنو کہ گفت نیست  
منافق سے نہ سن اس نے کہا کہ نہیں ہے

### محبت منکران آخرت و بیان ضعف آل محبت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اُس دلیل کی کڑوری کا بیان

محبتش این ست گوید ہر دے  
اُس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے  
گر نہ بیند کو دے احوال عقل  
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے  
مرد کان ہی نہیں تمام آنکھ کا ترجمہ کرے گا۔ گوہر سینہ یعنی دل جو عقل جس کی بات سن کر  
انسان وصال محبوب تک پہنچ جائے۔ اسی خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوا ہے اُس کو وصال  
کا ماہر بنالے۔

ہے بلکہ شاہ اصل ہے  
چیز حقیقت اور بزدل بھی  
خیال قرآن میں بہت کدور  
دکا کہ ہے نقش برست  
کی خیالی تصویر سے تو بزدل  
حریف خطبے۔ اسی خیال  
خیال بیکانہ ہے لیکن اگر  
میں آجائے تو ہر مفید  
ہو جائے۔  
جہد کن۔ انسان کو  
کوشش کر کہ اپنے کمال  
کا سامع مشہور بن جائے  
اور اُس میں کسی باطل کا  
احتمال نہ رہے۔ ذرا کوشش  
اُس کے بعد کان آنکھ با رہ  
حاصل کرے۔ پھر معمول  
بشر ہے یعنی کان جو کمال  
چیز ہے اب وہ گوہر بن جیت  
یہ باقیگا۔ بلکہ کوشش ہے  
لے آن نلیذ غا و معرین  
اُس لڑکی کے اعتقاد عقل  
کرنے کا نکتہ اسی کی  
خوشی سلطنت کی وجہ سے  
نئی سلطنت خواہ مشرق و مغرب  
کی بردہ بھل کی کو نہ نہادہ  
نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان  
جس کی سلطنت بھٹکا ہے اُس  
کی حقیقت خواب بن جائے  
نہیں ہے۔ تاچہ۔ یہ سلطنت  
کا گھبراہٹ انسان کے لئے بتا دے  
کلام کرتا ہے۔

ہم ہر آدمی کو عالم میں نہا  
کو اور اُس کی سلطنت کو  
اس کی جگہ ہم اس کی جگہ  
عالم آخرت ہے جس کا عالم  
آخرت کے عقل کی دلیل ہے  
کو اگر عالم آخرت جتنا قرین  
اُس کو دیکھ سکتا۔ اگر جتنی  
لیکن اُس کے نہ دیکھ سکے  
اس چیز کا انکار کیے ہو سکتا



ہے بزم عشق کے احوال کو  
 نہیں سمجھ سکتا لیکن ہرگز  
 اس کا احاطہ نہ کرے گا۔  
 کلمہ روزِ سند اگر کوئی مسافر  
 عشق کے احوال نہیں کہ  
 کلام ہے ترس کے نہ دیکھے  
 سے عشق میں کوئی حال نہیں  
 کہ ہے عشق پرست کا حسن  
 بھائیوں کو نظر آتا تو اس  
 سے اس کا ہر ہر کمال  
 مرخصا حضرت عشق اشتیاق  
 عسا کی حقیقت نہ دیکھے  
 نیکو اس کو دروہ قاتل ہی  
 قبل لے اس کو دیکھ لیا۔  
 طبع چشم توئی ایک ہی چیز  
 ایک کے لئے نیال ہے دوسرے  
 کے لئے تین ایس سن ایک  
 ہی چیز کی مختلف نگاہیں ہیں  
 مختلف حقیقت کا بیان قوت  
 دیکھ جو شخص پیش اور فرج  
 کی شہرت کو ہی حقیقت کہے  
 اس کو شہر کی باتیں سنا سنا  
 ہے بہترین اور گریب شہ  
 شہر کی شہرت سے جڑی  
 ہیں ان کو لوبانی ماہل ہوتا  
 ہے۔  
 کلمہ کلمہ بیگانہ مودہ کا ذکر  
 میں سمجھو کہ غلاب ہے کہ ان  
 کا فرد ہے کہ بجے تھامے

دور نہ بیند عاقلے احوال عشق  
 اگر کوئی تقلید عشق کے احوال نہیں دیکھتا جو  
 حسن یوسف دیدہ احوال ندیدہ  
 یوسف کے حسن کو بھائیوں کی آنکھ نے دیکھا  
 مرغصا را چشم موئی چوب دید  
 حضرت ہوشی کی آنکھ نے عسا کو کوئی دیکھا  
 چشم برتر با چشم سر در جنگ بود  
 ہوشی کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی  
 چشم موئی دست خود را دست  
 حضرت ہوشی کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا  
 ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال  
 اس بات کا قاتل نہیں ہے ہر کمال  
 چون حقیقت پیش اور فرج و گلو  
 ہر کمال کے سامنے حقیقت شہر کا اور وطن ہے  
 پیش اور فرج و گلو باشت خیال  
 بارے سامنے شہر کا اور وطن خیال ہے  
 ہر کمال فرج و گلو آئین و خواست  
 جس شخص کا وطن اور ذات شہر کا اور وطن ہے  
 باخیاں انکار کو کہ کن سخن  
 اپنے انکار کے ہوتے ہوتے ات منتظر کر

کم نگر در ماہ نی کو فال عشق  
 در عشق کا نیک فال پاند نہیں گھٹتا ہے  
 از دل یعقوب کے شہ ناپید  
 حضرت یعقوب کے دل سے کب شہ  
 چشم قطعی افعی و آشوب دید  
 قبل کی آنکھ نے اسکی اڑھا اور صیبت دیکھا  
 غالب آمد چشم برتر حجت نمود  
 باطن کی آنکھ غالب ہر گز نہ اثر چشم چل کر لیا  
 پیش چشم غیب نورے بکر پدید  
 غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور کا ہر قضا  
 پیش ہر محروم باشد چوں خیال  
 ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے  
 کم بیاں کن پیش اور اسرار دوست  
 دوست کے راز اس کے سامنے بیان ذکر  
 لاجرم ہر دم نماید جاں جمال  
 لا محالہ جاں ہر وقت جمال دکھائی ہے  
 آل لنگہ دین دلی دین بہر او  
 نبی کے قہار دین اور نبی کے برابر دین الیک ہے  
 اخذ اکم گوے با گبر کہیں  
 اے احوال! پڑانے کا سر سے ات ذکر

# شرح

خليفة مصر سے ایک غماز نے کہا کہ بادشاہ موصل ایک حور سے  
 ہم آغوش ہے یعنی اسکی پہلو میں ایک کینزک ہے جس کی  
 نطیر عالم میں نہیں ملتی اور چونکہ وہ بیحد حسین ہے اسلئے اس کا حسن بیان  
 سے باہر ہے اگر آپ کو میرے بیان میں کچھ مبالغہ معلوم ہو۔ تو لیجئے یہ اسکی تصویر  
 ہے جو اس کا غد میں موجود ہے آپ اسکی میرے بیان کی تصدیق فرمائیں۔  
 جب ————— خلیفہ نے کاغذ میں اسکی تصویر کا مطالعہ کیا تو مبہوت ہو گیا اور

جام شراب اس کے ہاتھ سے گر گیا جب حواس درست ہوئے تو اس کی ایک نہایت  
 بہادر افسر کو بہت بڑی فوج کے ساتھ شاہ موصل کی طرف روانہ کیا اور اس کو ہدایت  
 کر دی کہ اگر وہ اس کنیز کو کو دینے سے انکار کرے تو موصل کو تہس نہس کر دو  
 اور اگر وہ اس کو تمہارے حوالہ کر دے تو اس کے کچھ تعرض نہ کرو اور صرف اس چاند کو  
 کو لے آؤ۔ تاکہ میں زمین پر ہی چاند کو بفل میں لینے کا فخر حاصل کروں۔

یہ ہدایت سن کر وہ پہلوان لادشکر اور ہزاروں شجاعان جنگی اور طبل و علم  
 کے ساتھ موصل کو روانہ ہو گیا۔ اور جس طرح بہت بڑا ٹیٹا دل ..... کھیت کھود

جمع ہو کر اس کو تباہ کرنا چاہتا ہے یوں ہی یہ ٹیٹا دل سپاہ اہل موصل کے تباہ کرنے  
 پر آمادہ ہو گئی اور ہر طرف کوہ قاف کی مانند بڑے بڑے منجیق قائم کر کے  
 ان سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور یہ حالت تھی کہ تیر اور منجیقوں سے پتھر  
 برس رہے تھے اور لوگوں کو زحمتی کر رہے تھے اور تلواریں اپنی جگہ کے  
 سبب گرد میں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے ابر میں بجلیاں کو نذر ہی ہوں۔

القصد ایک ہفتہ تک انہوں نے یوں ہی خون ریزی کا بازار گرم رکھا  
 اور قلعہ سنگین سوم کی طرح یعنی قابل تسخیر ہو گیا۔ پس جبکہ شاہ نے اس خوف  
 ناک جنگ کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنے یہاں سے ایک قاصد روانہ کیا اور پوچھا  
 کہ ان مسلمانوں کے خون سے ... جو کہ اسی شدید جنگ کے سبب شہید ہو رہے  
 ہیں۔ تمہارا کیا مقصد ہے اگر تمہارا مقصد ملک اور شہر پر قبضہ کرنا ہے تو میں یہ  
 تم کو بدوں اس خون ریزی کے دے سکتا ہوں۔ لو میں جاتا ہوں تم آجاد اور جنگ کو  
 چھوڑ دو۔ تاکہ مظلوموں کا خون تمہارا دامن گیر نہ ہو۔ اور اگر مال اور دولت حاصل  
 کرنا مقصود ہے تو یہ تو ملک اور شہر سے بھی زیادہ معمولی ہے جو کچھ اور جس قدر مال تم کو  
 مطلوب ہو میں تمہارے پاس بھیج دوں۔ پھر یہ شور و شر کیوں ہے یہ پیغام لے کر قاصد  
 روانہ ہو گیا اور جب کہ وہ اس افسر کے حضور میں حاضر ہوا تو اس کی پیغام شاہی اس سے

بیان کر دیا اسلش اس کے جواب میں کہا کہ نہ مجھے ملک مطلوب ہے اور نہ مال۔ میں تو ایک  
 حسین کا طالب ہوں یہ کہہ کر رقعہ اسکے حوالہ کر دیا جس میں اسکی تصویر تھی اور یہ کہہ دیا کہ  
 اپنے بادشاہ سے میرا یہ پیغام صاف صاف کہہ دینا کہ غور سے دیکھ لو کہ کس کی صورت  
 ہے اور جس کی یہ صورت ہے اسکو ہمارے حضور میں روانہ کر دو ہم نہ تمہیں کچھ کہیں گے  
 نہ تمہارے ملک کو۔ میں مکرر کہتا ہوں کہ اس مرقع کو دیکھ لو۔ میں اس کا طالب ہوں  
 اور اسے میرے حوالہ کر دو۔ ورنہ میں ملک پر قبضہ کرتا ہوں۔ جب قاصد شاہی یہ پیغام لیکر  
 لوٹا۔ تو اس نے اس کو بادشاہ کے حضور میں عرض کر دیا اور مرقع ان کے حوالہ کر دیا اور  
 تصویر دکھلا دی اور بادشاہ نے پیغام کا مدعا سمجھ لیا۔ اب سنو کہ اس مرد بادشاہ نے  
 اس کا کیا جواب دیا۔ اسلش نہایت بے پرواہی کے ساتھ کہا کہ اچھا! ایک تصویر نہ سہی  
 تم لے جاؤ۔ میں اپنے زمانہ ظہور اسلام میں بت پرست نہیں ہوں کہ بت پرستی کر دوں  
 وہ بت پرست ہے۔ اسلش بت کا اسی کے پاس ہونا زیادہ مناسب ہے یہ کہہ کر  
 اسلش لڑکی کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ قاصد کے حوالہ کیا۔ اور قاصد اسکو لیکر  
 لشکر گاہ کو روانہ ہو گیا اور افسر کے حوالہ کر دیا جبکہ وہ قاصد کنیز کو افسر کے پاس  
 لے گیا تو وہ اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا۔ یہاں تک اس واقعہ کو پہنچا کہ آگے مولانا  
 انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق ایک سمندر ہے اور آسمان اس پر مثل خشن خاشاک  
 کے ہے۔ یعنی گردش فلک کا منشا عشق ہے جس طرح کہ گردش خشن خاشاک کا سبب  
 ملاطمت سمندر ہے اور وہ زلیخا کی طرح ایک ایک یوسف کی محبت میں سرگردان ہے۔  
 خلاصہ یہ ہے کہ گردش کا سبب موج عشق کو سمجھو

اور ایک آسمان ہی کی... کیا تخصیص ہے ہم تو  
 کہتے ہیں کہ نظام عالم ہی عشق پر مبنی ہے کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو اجزائے عالم ایک  
 دوسرے سے کشیدہ رہتے اور جماد۔ نبات میں فنا نہ ہو سکتا۔ اور مٹی اور پانی نبات  
 نہ بن سکتی۔ اور نباتات حیوان پر قربان نہ ہو سکتی اور اغذیہ جزو حیوان ہو کہ اس کی تربیت

دکر سکتیں۔ اور روح اس صاحب نفع (حق سبحانہ) پر قربان نہ ہوتی۔ جس کی لیم فیض سے مریم بے شوہر کے حاملہ ہو گئیں تھیں۔ بلکہ ہر چیز اپنی جگہ پر برف کی طرح اتر کی رہ جاتی۔

اور طبع کی طرح دوسری چیز کی طالب اور جویاں نہ ہوتی۔ پس جو انساق و انتظام ان کی آپس کے تعلق سے مشاہد ہے وہ انساق و انتظام ناممکن ہو جاتا۔ شاید کسی کو ہکا بیان سے شبہ ہو کہ حق سبحانہ پر صرف روح ہی عاشق ہے اسلئے اس کا دفع کرنا۔۔۔ مناسب معلوم ہوتا ہے سنو! یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر ذرہ اصالتہ حق سبحانہ کے جمال پر عاشق ہے اور اس بنا پر وہ پورے کی طرح علوم معنوی حاصل کر رہا ہے اس ترقی سے ہماری مراد وہ ترقی ہے جو ان کو تسبیح حق سبحانہ سے حاصل ہے (جس کو حق سبحانہ نے سبح لله صافی المسنون و صافی الامرض سے بیان فرمایا ہے) اور اس طرح وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے جسم کا تنقیہ کرتے ہیں۔

(فائدہ: تفصیل اس کی یہ ہے کہ تسبیح کے معنی ہیں حق سبحانہ کی شوائب نقص سے پاک ہونے کا اظہار۔ اور یہ اظہار دو طرح کا ہوتا ہے اول تکوینی اور دوسرے تشریحی پس چونکہ ہر چیز سے حق سبحانہ کا کمال علم و قدرت و حکمت وغیرہ ظاہر ہوتا ہے اور ہر چیز مستحق امر الہی ہے اسلئے تسبیح تکوینی تو۔۔۔۔۔ ہر چیز کے لئے ثابت ہوگی۔ اور تسبیح تشریحی سو اس کا تعلق صرف مکلفین سے ہوگا۔ اور وہ دو قسم کی ہوگی۔۔۔ اول وہ جو موافق امر الہی ہو جیسے تسبیح طالعین۔ دوسری وہ جو خلاف امر الہی ہو جیسے تسبیح عاصین مثل کفار کہ ان کی تسبیح غیر اللہ ہی مالا تسبیح حق سبحانہ کیونکہ وہ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں تو یا ان کمالات کی بنا پر کرتے ہیں جو ان کے لئے ثابت نہیں ہیں بلکہ حق سبحانہ کے لئے ثابت ہیں جیسے ان کا بالذات نافع یا ضار ہونا یا ان کمالات کی بنا پر کرتے ہیں بلکہ ان کے لئے لبطاً حق ثابت ہیں جیسے آگ یا ستاروں کا روشن ہونا وغیرہ اور ہر صورت میں تسبیح اربع حق سبحانہ ہے گو مستحقین کا مقصد نہیں تسبیح اعلیٰ مقبول ہے اور تسبیح ثانی مردود اس کے ثابت ہونا کہ عالم میں ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے خواہ وہ تسبیح تکوینی ہو یا تشریحی اور مقبول حق سبحانہ ہو

یا مردود حق سبحانہ۔ اسلئے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر چیز عاشق حق سبحانہ ہے کیونکہ اس مقام پر عشق سے مراد مطلق منشأ و مبداً تسبیح ہے۔ خواہ وہ عشق متعارف ہو یا غیر متعارف۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے تسبیح کی علت غائی تنقیہ تن فرمایا ہے

پس چونکہ تسبیح دو قسم کی تھی اسلئے تنقیہ بھی دو قسم کا ہوگا ایک عام جس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ ہر چیز تکوینی طور پر مسخر امر الہی ہے اور اطاعت حق کے لیے اسلئے اپنے جسم کو مشقت طاعت میں ڈال رکھا ہے۔ اسلئے کہ گویا کہ وہ اس طرح اپنے جسم کا تنقیہ کر رہے ہیں تاکہ مادہ عصیان اس کی جان کو ہلاک نہ کر دے۔ یہ تنقیہ تو تکوینی ہوگا جو کہ تسبیح تکوینی سے متعلق ہوگا۔ اور دوسرا تنقیہ خاص۔ یہ تنقیہ تسبیح تشریحی کی طرح صرف مکلفین کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اور تسبیح تشریحی کی طرح وہ بھی دو قسم کا ہوگا۔ ایک واقعی اور دوسرا خیالی۔ تنقیہ واقعی طالعین کا ہے۔ اور تنقیہ خیالی عاصیوں کا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر چیز خدا پر عاشق ہے خواہ بعشق تکوینی ہو یا بعشق تشریحی۔ اور ہر چیز کے لیے ہر قسم کے عشق سے اس عشق کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب تنقیہ تن مرتب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

خیر! یہ مضمون تو استطاردی تھا۔ اب سنو کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ فخر اس کنیزک پر عاشق ہو گیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اس کو ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ اس کو دیکھنا چاہیئے تھا کہ یہ کمال اس میں کہاں سے آیا ہے اور اس کے مبداً پر عاشق ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اسلئے ایسا نہیں دیکھا۔ اسلئے کھنڈیں کو رستہ اور ایک مضر شے کو اپنے لئے مفید سمجھا۔ اسلئے وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ اور ایک زمین مشور اور بے نتیجہ شے اُسے پسند آگئی۔ اور اسی میں اپنا تخم عشق بو دیا۔ اسلئے اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے ایک شخص سو رہا ہو اور اس کو خواب میں ایک خیالی صورت دکھلائی دے

اور وہ اس کے ہمبستر ہوا اور اپنی منی گرا دی۔ اور جب ایسا شخص جب خواب سے بیدار ہو گا تو دیکھے گا کہ وہ محبت چین بیداری کے وقت نہیں ہے اس پر وہ افسوس کرے گا اور کہے گا کہ افسوس! میں نے اپنی منی کو ایک بے حقیقت چیز پر ضائع کر دیا۔ اور اس دھوکہ باز کا دھوکہ کیا گیا۔ پس یہی حالت اس افسر کی ہے اور اس کو بھی اپنے اس فعل پر ایک وقت میں ندامت ہوگی۔ اچھا اب سنو! کہ اس بیہوشی کا منشا کیا تھا جو اس افسر نے کی۔ سو بات یہ ہے کہ بس وہ جسم ہی کا پہلوان تھا۔ اور حقیقت مردے (یعنی قوت کمال ایمانی) اسے حاصل نہ تھی اس لئے اس کی مرانگی کا بیج (یعنی عشق جو کہ جسٹ ہے قوت کمال ایمانی کی) ریت میں بودیا۔ یعنی ایک فانی پر عاشق ہو کر یہ اپنے عشق کو بے نتیجہ بنا دیا۔ خیر اس کا تو عشق... سرکش اور بے قابو ہو گیا تھا۔ اور وہ جو عشق عشق سے فاخستہ کی طرح نعرہ لگا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ مجھے خلیفہ کی کچھ پرواہ نہیں ہے میں عشق میں بادشاہ کی کیا پرواہ کروں گا۔ میرے نزدیک تو زندگی اور موت دونوں برابر ہیں پس مجھے خلیفہ سے کس بات کا خوف ہو سکتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بے باک افسر سے کوئی کہے کہ میاں! تجھ... عشق کے بونے میں اس قدر جانفشانی نہ کرو۔ ذرا اس معاملہ میں کسی جاننے والے سے بھی مشورہ کر لو۔ تاکہ وہ اس کے نشیب فراز سے تمہیں واقف کرے اور تمہارے فعل کی خرابی تم کو سمجھا دے مگر کجا صلاح و مشورہ اور کجا عقل۔ اس کے سیلاب حرص نے تو عقل کے پردے اُدھیر دیئے ہیں پھر وہ صلاح و مشورہ کیونکر کرے گا اور اس کی تو آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے پھر وہ مفتون رخسار آگاہ بیچا کیسے دیکھے گا اور اس کی قصر جان میں تو عشق کا سیلاب عظیم آچکا ہے۔ اب وہ کیونکر بچے گا۔ اس کا نتیجہ تو یہ ہو گا۔ کہ ایک لوطی (کمزور عورت) ایک شیر (اتنے بڑے بہادر) کو تباہی کے کنوئیں میں گرا دیگی۔ اور اب تو کنوئیں سے ایک معدوم شے محسوس نظر آنے لگی ہے لہذا اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ خیالی شے پہاڑوں کی طرح غیر متزلزل شیروں

کو اس میں گر دیگی۔ پھر وہ افسر کیسے بچ سکے گا۔

الحاصل وہ حسن فانی سے دھوکا کھا کر عشق کے پنجہ میں گرفتار ہو گیا ہے اب اس کی نجات کی کوئی سبیل نہیں نظر آتی۔ حنین! اس واقعہ کو تو ہم یہیں چھوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو! تم اس واقعہ سے عبرت کچڑو۔ اور کسی شخص کو عورتوں کا محرم نہ بناؤ۔ کیونکہ عورت اور مرد کی مثال رتنی اور آگ کی سی ہے پس جبکہ ان میں اتصال اور اختلاط ہوگا تو نتیجہ بد کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مرد کا عورت کے ساتھ اختلاط ہو اور معصیت سے ملوث نہ ہو اس کی لیے ضرورت ہے کہ آب رحمت حق سے آتش شہوت دہنی ہوئی ہو۔ جیسے کہ حرام کاری کے مقابلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام معصوم تھے کہ وہ زلیخا سے خوب صورت اور سرفرد عورت کے اپنے کوششوں کی طرح الگ کھینچتے ہیں اور باوجود اس کے خواہش اور اصرار شدید کے معصیت میں ملوث نہیں ہوتے۔

اچھا اب سمجھاؤ کہ وہ آگ کیونکر دب سکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو کچل دیا جائے اور نفس کو بدوں امداد عقل کاملہ (اہل اللہ) کے نہیں کچلا جاسکتا اس لیے اس آگ کو دبانے کے لیے ضرورت ہے امداد و تربیت اہل اللہ کاملین کی۔ پس اگر تم اس آگ کو دبانا چاہتے ہو۔ تو ان سے مدد لو۔ اور اپنے کو ان کے سپرد کر کے ان سے تربیت حاصل کرو۔

(فائدہ: واضح ہو کہ مولانا کا مقصود یہ نہیں ہے کہ نفس کشی اور تہذیب اخلاق کے بعد آدمی کو اختلاط بازناں کی اجازت ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا اس کے لیے مباح ہو جاتا ہے۔ بلکہ مولانا کا مقصود صرف اس قدر ہے کہ اگر شخص مذکور کو کسی مجبوری سے عورتوں کے ساتھ اختلاط ہو جائے تو وہ خود اس کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے ساتھ غیر اختیاری اختلاط ہو گیا تھا۔ تو وہ بچ گئے تھے اس لیے لازم نہیں آتا کہ ان کو اختیار خود ایسا کرنا جائز ہو جائے۔ راز اس کا یہ ہے کہ گو کسی کا نفس کتنا ہی مردہ ہو جائے مگر وہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا



کہ اسکے اندر تقاضائے معصیت بالکل نہ رہے بلکہ فی الجملہ تقاضائے نفس سب میں ہوتا ہے خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ جیسا کہ مولانا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں ”ایک قدم زد آدم اندر ذوق نفس شد فراق صد حنت طوق نفس“ (اسکی شرح شروع دفتر دوم میں گزری چکی ہے اسکو دیکھ لو) مگر انبیاء اور غیر انبیاء میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ انبیاء کو تقاضائے نفس کو مغلوب کرنے کی پوری قوت حاصل ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی جانب سے ان کی حفاظت کا وعدہ بھی ہوتا ہے اسلئے وہ تقاضائے نفس پر اسکو خلاف مرضی الہی سمجھ کر عمل نہیں کرتے اور صدور گناہ ان سے نامکن ہوتا ہے۔

اور غیر انبیاء کو نہ تقاضائے نفس کے مغلوب کرنے پر وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور نہ حق سبحانہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا وعدہ ہوتا ہے اسلئے وہ نفس کو مخالف مرضی حق جان کر اس پر عمل کر سکتے ہیں یعنی ایسا کرنا ان کے لیے نامکن نہیں ہے۔ اب غیر انبیاء کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو مغلوب نفس اور اسکے ہاتھ میں کھلونا ہوتے ہیں کہ وہ جھڑپا پتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے پس یہ لوگ تو اہل ہویٰ کہلاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا نفس مغلوب ہوتا ہے اور وہ اس پر غالب ہوتے ہیں ایسے لوگ اہل اللہ کہلاتے ہیں اور چونکہ غلبہ قابل شدت و ضعف ہے اسلئے اسکی درجات متفاوت ہوتے ہیں اور اسکی ان کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے اور بعض دوسرے بعض سے اکمل ہوتے ہیں۔ پس چونکہ غیر انبیاء معصوم نہیں ہیں اسلئے انکو ہرقت خطرہ ہے معصیت میں مبتلا ہو جانے کا۔ لہذا انکو قصداً اختلاط بازاں کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی اپنے نفس پر بالکل قابو یافتہ یا اسکو بالکل مردہ سمجھ کر عورتوں کے ساتھ اختلاط کو اپنے لیے مضر نہ سمجھے تو یہ اسکی غلطی ہے۔ اور خود اس کا ایسا سمجھنا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا نفس زندہ ہے جو کہ اسکو اس دھوکہ میں ڈال کر اسکی اپنا کام نکالنا چاہتا ہے۔

اور مولانا کے الفاظ آتشِ بایں نشستہ زابِ حق - اور نفسِ خود را کے توان کردن  
 زبوں میں ہمارے مضمون بالاک صریح تائید کیونکہ انہوں نے آتش کو نشستہ  
 اور نفس کو زبوں کہا ہے اور مردہ نہیں کہا جس میں اشارہ ہے اسکے زندہ اور منکسر  
 السورۃ ہونے اور معدوم محض نہ ہونے کی طرف — اور جہاں کہیں الفاظ مردہ وغیرہ  
 لقا معشوق اسکی رجولیت کو دیکھ کر دنگ رہ گئی - اب وہ شہوت سے اسکے ساتھ  
 ہمبستر ہوا وہ دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہو کر ایک جان ہو گئے اور ان دونوں  
 کے اتصال سے ان کو غیب کے ایک اور جان عطا ہو رہی تھی ان دونوں کو ایک بنا رہی  
 تھی - اگر وہاں مانع حل نہ موجود ہوتا تو طریق ولادت سے اس کا ظہور ہوتا -

اب سمجھو کہ یہ کچھ انہیں کے اتصال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جب کبھی دو شخصوں کا محبت یا عداوت  
 سے اجتماع ہوتا ہو تو یقیناً وہاں ایک تیسری شے پیدا ہوتی ہے لیکن وہ صورتیں عام طور پر دنیا میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ  
 عالم غیب میں پیدا ہوتی ہیں - جب تم وہاں جاؤ گے اس وقت وہ تمہیں دکھلائی دیگی -  
 ہماری مراد ان صورتوں سے وہ نتائج ہیں جو کہ تمہارے اقتربات و اتصالات  
 یا افعال وغیرہ افعال سے پیدا ہوتے ہیں - پس تم کو چاہیے کہ ہر متقارن کے اقتران  
 سے تم کو فوراً خوش نہ ہو جانا چاہیے کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ اسکی اقتران سے کیسی  
 صورت پیدا ہوگی - بلکہ غیب سوچ سمجھ کر کسی فعل یا غیر فعل کی مقارنت پیدا کرنی چاہیے  
 تاکہ اس اقتران سے بُرے نتائج پیدا نہ ہوں -

(مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی تم کرو اور جس شخص کے ساتھ اختلاط کرو اسکی  
 متعلق یہ سوچ لو - کہ اسکی کوئی بُرا نتیجہ تو نہ پیدا ہوگا - اگر بُرا نتیجہ پیدا ہو تو اسکو  
 چھوڑ دو - اور اگر اچھا نتیجہ پیدا ہو تو اسکو اختیار کرو)

تم اس وقت کے منتظر رہو جبکہ وہ تم کو دکھلائی دیں گے اور ان ذریعات کو  
 کے الحاق کو حق سمجھو - جو کہ ہر ایک کے لیے اسکی اعمال سے جو کہ ان کے لیے علتیں ہیں  
 یوں ہی پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ اپنی علتوں سے گویائی اور گونگا پن پیدا ہوتی ہیں - یا  
 جیسے کہ گویائی اور گونگے پن سے ان کے آثار پیدا ہوتے ہیں - ان خوش جمال (نتائج)

اعمال کی طرف سے لوگوں کو ہر دم یہ آواز پہنچ رہی ہے کہ ارے غافلو! ہم سے جلدی  
 آکر ہم سے ملو۔ ہم کہ مردوں اور عورتوں کی جان اور ان کے بچے ہیں تمہارے منتظر  
 ہیں پس تم کو توقف کیوں ہے جلدی آؤ اور ہم سے ملو۔

[فائدہ: نتائج اعمال کو باوجودیکہ ان میں اچھے اور بُرے دونوں ہیں  
 استعمال کیے ہیں وہاں مردہ سے یہی معنی مراد ہیں۔ پس اس مضمون کو خوب سمجھ  
 لینا چاہیئے۔ اور دھوکا نہ کھانا چاہیئے واللہ اعلم]

اچھا اب اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے تمام قصہ کی طرف لوٹنا چاہیئے  
 کیونکہ یہ گفتگو تمام نہیں ہو سکتی۔ اچھا سنو! افسر مذکور موصول سے روانہ ہو گیا اور  
 چلتے چلتے وہ ایک بن میں پہنچا۔ جہاں اُسکی پٹاؤ ڈال دیا چونکہ اس کی آتش عشق  
 اس قدر بھڑک رہی تھی اور وہ اسکی اس قدر بے خود ہو گیا تھا کہ زمین اور آسمان میں  
 اسکو امتیاز نہ رہا تھا۔ اسلئے اسکی غیمہ کے اندر اس کینزک سے ہم بستری کا قصد کیا  
 عقل کہاں اور خلیفہ کا خوف کہاں۔ جو اسکو ایسا کرنے سے باز رکھے کیونکہ جب شہوت  
 آدمی کے اندر شعلہ زن ہوتی ہے تو عقل کو یونہی بھسم کر دیتی ہے جیسے شعلہ آتش کانٹوں  
 کو۔ اور جبکہ وہ آدمی پر اپنا تسلط کرتی ہے تو پھر بے چارے عقل کی کیا حقیقت  
 ہوتی ہے کہ اسکی مزاحم ہو۔ اس وقت اس کی دہکتی ہوئی آنکھوں کے سامنے سبکدول  
 خلیفہ لکھی سے زیادہ بے وقعت سمجھتے ہیں اسلئے وہ اس فعل پر آمادہ ہو گیا اور جبکہ  
 وہ زن پرست پاجامہ اُتار کر کینزک کے پاؤں کے درمیان بیٹھا ہے اور جبکہ عضو تناسل  
 اپنے مقام کی طرف سیدھا جا رہا تھا اس وقت لشکر میں ایک شور قیامت برپا ہوا  
 اس شور کو سنکر وہ ننگا ہی صف لشکر کی طرف یوں دوڑا کہ شعلہ آتش کی طرح چمکتی  
 ہوئی تلوار اسکے ہاتھ میں تھی اور اس طرح وہ وہاں پہنچا اور جا کر دیکھا کہ ایک کالا شیر  
 بن سے نکل کر دفعۃً قلب لشکر پر آ پڑا ہے اور گھوڑے جو شان و خروش میں ہیں اور انہوں  
 نے طویل اور خمیوں کو تپس نہیں کر دیا ہے اور شیر ہوا میں موج دریا کی طرح ہیں  
 ہیں گزاونی اُچھل رہا ہے۔ یہ افسر چونکہ نہایت بہادر اور نڈر تھا اسلئے وہ شیر مست

اور نہ کی طرح اُس کے سامنے آیا اور اس پر تلوار کا وار کیا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کا کام تمام کو کے فوراً خیمہ کی طرف چل دیا۔ جبکہ وہ اس حور و شل کے سامنے گیا ہے تو اس کا عضو تناسل اسی طرح کھڑا تھا۔ اور باوجودیکہ اسٹل ایسے خطرناک شیر سے مقابلہ کیا۔ مگر اس کا عضو تناسل اسی طرح قائم رہا اور بیٹھا نہیں اور وہ شیریں مطلقاً غوش جمال کہنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کی بُرائی ذاتی نہیں ہے بلکہ ان میں جو کچھ بُرائی ہے وہ عکسِ زشتی افعال اختیار یہ مکلفین کا۔ پس ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے آئینہ جو کہ اپنی ذات سے بُرا نہیں ہے بلکہ عکسِ روئے زشت سے بُرا معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم)

ہاں تو وہ افسر صبح کا ذب کو دیکھ کر مغالطہ میں پڑ گیا اور مکھی کی طرح بیٹھے کی ہانڈی میں گر گیا (یعنی وہ کنیز کے حُسنِ فانی کو حُسنِ باقی اور اس کے حُسنِ مستعار کو حُسنِ ذاتی سمجھ کر اس عشق میں مبتلا ہو گیا۔ اسلئے اس کی ایسی مثال ہوئی۔ جیسے کوئی صبح کا ذب کو صبح صادق سمجھ کر مغالطہ میں پڑ جائے یا مکھی لسی کو دودھ سمجھ کر اس میں گر جائے)

چند روز تک وہ افسر اسی تعیش و کامرانی پر قائم رہا لیکن اس کے بعد جبکہ نشہ شہوت اُترا تو اُسے اس بھاری جُرم پر ندامت ہوئی اور اس نے خیال کیا کہ میں نے بڑی غلطی کی کہ بادشاہ کی محبوبہ پر دستِ اندازی کی۔ اس کے لیے اسٹل یہ تدبیر کی کہ کنیز کو قسم دیکر کہا کہ دیکھو! ان واقعات کی بادشاہ کو اطلاع نہ ہو اور اسٹل اسے قسم دیدی کہ دیکھو جو معاملہ ہوا ہے بادشاہ کو اس کی ہوا بھی نہ دینا۔ خیال میں اس قصہ کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ افسر اس کنیز کو بادشاہ کی حضوری میں لے گیا جب بادشاہ نے اس کو دیکھا تو مست ہو گیا اور اس طرح وہ بھی مبتلائے ذلت ہو گیا کیونکہ جس قدر اسٹل اس کی تعریف سنی تھی اس کو اسٹل سونگنا پایا پھر خود سننے اور دیکھنے میں بھی فرق ہے اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ معلوم ہے۔ کیونکہ تعریف تو صرف چشم خیال کے لیے ایک نقشہ کھینچتی ہے اور آنکھ اس کا ادراک

نہیں کر سکتی اور صورتِ حسیہ مبصرہ آنکھ کا حصہ ہے کان سے اسے علاقہ نہیں  
پس جبکہ یہ امر معلوم ہو گیا تو مشاہدہ کا سماع پر تفوق ظاہر ہو گیا کیونکہ مشاہدہ  
عین شے مدرک ہوتی ہے اور وصف میں اسکی تصویر۔ اور ایک شے کا بلا واسطہ  
ادراک لامحالہ اسکے ادراک بلا واسطہ تصویر سے بڑھا ہوا ہو گا۔

اب ہم تم سے اس مضمون کی تائید کے لیے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اسکو غور  
سے سنو۔ اور اس کا ہمیشہ لحاظ رکھو کہ جب کسی مقصود کو مثالوں کے ذریعے بیان  
کیا جائے۔ تو ان مثالوں کو خوب سمجھو تاکہ مقصود خوب ذہن نشین  
ہو جائے اور اسکے سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

ایک شخص نے کسی شخص دان سے سوال کیا کہ جناب حق کیا ہے اور باطل کیا اسکے  
جواب میں اس شخص کان پیکر ۱۲ اور کہا کہ یہ تو باطل ہے اور آنکھ کی نسبت کہا کہ یہ حق ہے  
اور اسکو یقین حاصل ہے یعنی سنی سنائی بات کا کچھ اعتبار نہیں ٹھیک اور کچی بات  
وہ ہے جو آنکھ سے دیکھ لی جائے اسکو معلوم ہو گیا کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی  
شے کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک تو مضمون بالا کی تائید تھی۔

اب ہم ایک غلطی کا ازالہ مناسب سمجھتے ہیں جو اس حکایت کے سننے سے پیدا  
ہو سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ سنی ہوئی بات کو باطل کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ واقعہ  
میں غلط اور ناقابلِ اعتبار ہوتی ہے۔ بلکہ اسکی یہ معنی ہیں کہ چونکہ سنی ہوئی بات  
دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہوتی۔ اسلئے وہ اسکو مقابلہ میں باطل ہے خواہ وہ فی نفسہ  
ٹھیک ہو۔ چنانچہ اکثر باتوں میں نسبت کا لحاظ ہوتا جن میں تم بھی نسبت کا اعتبار کرتے  
ہو۔ پس تم حق سبحانہ کے غیر مبصر ہونے کی بنا پر اسکو علمِ سماعی کو... بے حقیقت  
اور باطل محض نہ سمجھنا۔ کیونکہ حق سبحانہ واقع میں موجود ہے اور گو تم ان کا مشاہدہ نہیں  
کرتے مگر تم کو ان کے وجود کا جو علم ہے وہ واقعت رکھتا ہے اسلئے حق سبحانہ کی  
اور تمہاری ایسی مثال ہے جیسے آفتاب اور خفاش کی کہ آفتاب واقع میں موجود ہے  
اور گو خفاش نے اسکو روپوشی اختیار کی ہے۔ اور اسلئے وہ اسکو دکھلائی نہیں

دیتا مگر جو اس کا علم ہے وہ واقعی ہے اور اس کے خیال صحیح اور علم واقعی سے بے بہرہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا یہ خیال واقعی ہی اسے ڈراتا ہے اور وہ خیال واقعی ہے اسکو ظلمات کی طرف لے جاتا ہے اور اسکی نور کا خیال واقعی ہی اسکو خوف زدہ کرتا اور اسکو شب تاریکے وابستہ کرتا ہے نیز دوست اور دشمن کا جو علم خیالی تم کو حاصل ہے۔ وہ بھی غیر واقعی نہیں ہے بلکہ ان کا وہ خیال واقعی اور علم صحیح ہی ہے جس کی بنا پر تم دوستوں سے تعلق دوستی اور دشمنوں سے علاقہ دشمنی رکھتے ہو پس ایسا ہی تم حق سبحانہ کو سمجھ لو۔ اور جان لو۔ کہ گو وہ ہمیں دکھلائی نہیں دیتا مگر ہے ضرور۔ اور ہم کو جو اس کا علم ہے وہ ٹھیک ہے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے تحصیل مشاہدہ حق کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور اسکی لیے اول مشاہدہ حق اور اس کے علم خیالی کا فرق بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے موٹے گو کوہ طور پر حق سبحانہ کے نور کی ایک جھلک پڑی تھی۔ مگر اس سے جو کوہ طور کو حق سبحانہ کا علم ہو سکا وہ تو اس قدر کمزور تھا جس کو آپ کے مشاہدہ قلبی کے مقابلہ میں شل خیال کے کہا جائے اسنے اس کا وہ علم تنہیل آپ کے علم تحقیقی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تنہیل اور تحقیق میں جو تفاوت ہے وہ ظاہر ہے اس فرق کو بیان کر کے اب ترغیب تحصیل مشاہدہ شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو تم کو حق سبحانہ کا علم خیالی واقعی حاصل ہے مگر تم اسکی دھوکا نہ کھانا۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم صرف اس خیال کی بنا پر وصال حق سبحانہ کے قابل ہیں۔ کیونکہ یہ ضرور نہیں ہے کہ جو کوئی کسی شے کے علم خیالی کے قابل ہو وہ اس تک وصول کے بھی قابل ہو۔

چنانچہ خیال جنگ سے کسی کو خوف نہیں ہوتا۔ لیکن اسکی اس کا قابل جنگ ہونا بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اسنے کہا جاتا ہے کہ جنگ سے پہلے کی شجاعت اور فوج قابل ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ جنگ سے پیشتر اور عالم خیال کے اندر نامرد بھی رستموں کی طرح فوجاں کیا کرتے ہیں اور رستم کی تصویر جو حمام میں منقوش ہو اسکی مقابلہ کا خیال ہر نابکار پکا سکتا ہے لیکن جب یہ خیال مسوع مبصر ہوتا ہے اور جنگ یا

رستم کا سامنا ہوتا ہے تو پھر کسی نامرد کی۔ تو کیا مجال ہے۔ بڑے بڑے بہادر جو اس  
 باختہ ہو جاتے ہیں۔ پس تم حق سبحانہ کے علم خیالی پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ کوشش  
 کرو کہ جس کو تم اب تک کان سے سنتے ہو اس کو اپنی آنکھ (چشم قلب) سے  
 دیکھ لو اور جو چیز کہ اب تک مشاہدہ کے اعتبار سے بے حقیقت ہے گو فی نفسہ بے حقیقت  
 نہیں ہے۔ اب مشاہدہ قلبی کے سبب اسکی واقعیت یقینی طور پر حاصل ہو جائے جس  
 وقت یہ بات تم کو حاصل ہو جائیگی اس وقت تمہارے کان ہی ہم طبع چشم ہو جائیں گے  
 اور تم کو اس کی خبر سے بھی وہی اطمینان حاصل ہو گا۔ جو دیکھنے سے ہوتا ہے اور اس  
 وقت تمہارے کان یشب کی طرح بیش قیمت اور قابل قدر ہو جائیں گے اور صرف  
 کانوں کی تخصیص نہیں۔ بلکہ حصول مشاہدہ کے بعد تمہارا سارا جسم مثل آئینہ کے  
 ہو جائے گا۔ اور سب کا سب وہی کام دے گا جو آنکھ اور گوہر سینہ یعنی قلب یتاہے  
 یعنی تم اپنے تمام جسم سے حق سبحانہ کے جمال کا یوں ہی مشاہدہ کرو گے۔ جیسا کہ آنکھ یا  
 دل سے کرتے ہو جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا۔

تو اب سمجھو کہ گو تمہارا علم سماعتی۔ بے کار ہے مگر بالکل بے کار نہیں۔ کیونکہ سننے  
 سے خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال مشاہدہ جلی حق کا ذریعہ بنتا ہے پس تم اس  
 کو بالکل بے حقیقت نہ سمجھو۔ بلکہ اس کام کو اور کوشش کرو۔ تاکہ تمہارا یہ خیال ترقی  
 کرے اور پختہ ہو کر تم کو تمہارے مطلوب تک پہنچا دے۔

خیر: یہ مضمون تو استطرادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ اس افسر کی طرح بادشاہ  
 نے بھی ایک عرصہ تک اس کینز کے ساتھ احمقانہ برتاؤ یعنی تعیش و تلاف کیا۔ لیکن  
 جس طرح اس افسر کے لیے اس کا کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ تھا۔ یوں ہی اسکو بھی کچھ حاصل  
 نہ ہوا۔ خیر! وہ تو ایک کینز تھی ہم تو کہتے ہیں اگر کتے کو مملکت شرق و غرب بھی حاصل  
 ہو جائے اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ جب وہ باقی بھی نہیں ہے تو پھر اس میں اور  
 برق خاطف میں کوئی معتد بہ فرق نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ برق دل لگانے کی چیز نہیں  
 ہے پس یوں ہی ملک شرق و غرب بھی دل لگانے کی شے نہ ہوگی۔ پس جو سلطنت



کہ ہمیشہ نہ رہے تم اسکو بمنزلہ خواب کے سمجھو اور اسکی دل نہ لگاؤ۔

بھلا! ہم اس جاہ کو کیا کر دگے جو آخرت میں جلاد کی طرح تمہاری گردن پکڑ لگی  
پس تم تلذذات دنیا کو چھوڑ دو اور اسے عالم میں اس بات کو یقین کامل کے ساتھ  
جان لو کہ کوئی جائے امن ہے اور اپنے کو اس جائے امن کے قابل بناؤ۔ اور دھری کی  
یہ بات نہ سنانو کہ دنیا کے علاوہ کوئی جائے امن نہیں ہے کیونکہ اسکی پاس اس کی کوئی  
دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اسکی دلیل اور جو وہ کہتا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اگر کوئی  
ما من ہوتا تو میں ضرور اسے دیکھتا لیکن یہ اسکی غلطی ہے کسی کی ایک شے کو نہ دیکھنے  
سے اس کا عدم لازم نہیں آتا پس تم اسکی تبلیہ سے دھوکہ میں نہ پڑو اور ما من  
غیبی کا انکار نہ کرو کیونکہ اگر سچا احوال عقل سے ناواقف ہو اور اسلئے وہ عقل کا  
انکار کرے تو عاقل آدمی اس کی بات پر اعتماد کر کے عقل سے دست بردار نہیں ہو جاتا  
اور اگر کوئی عاقل احوال عشق سے ناواقف ہو تو اسکی ماہ نیک خال عشق معدوم نہیں  
ہو جاتا۔ اور اگر حسین یوسف کو بھائیوں کی آنکھوں نے نہ دیکھا تو وہ اسکی یعقوب علیہ  
السلام کے دل سے نہیں مٹ گیا۔ غرض کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شے ایک شخص  
کو دکھلائی نہیں دیتی اور دوسرے کو دکھلائی دیتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک  
شخص ایک شے کو کچھ دیکھتا ہے اور دوسرا کچھ اور چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا ایک  
لکڑی معلوم ہوتی تھی یعنی وہ اسکی کچھ خوف نہ کرتے تھے لیکن فرعون یوں کو وہ ہی  
لاٹھی اڑھا اور ان کی پریشانی کا سبب دکھلائی دیتی ہے۔ اور اسلئے اسکی ان کا  
وہ فنا ہوتا تھا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود ایک ہی شخص کے چشم قلب اور چشم ظاہر  
میں مخالفت ہوتی ہے۔ مگر آخر کار چشم باطن کو غلبہ ہوتا ہے اور وہ چشم ظاہر کو  
مغلوب کر دیتی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہر آنکھ ان کے ہاتھ کو عام ہاتھوں کی طرح ایک ہاتھ  
دیکھتی تھی مگر انکی غیب میں آنکھ کے منہ وہ کھلا ہوا اور تھا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو  
حکم ہوا ہے کہ اَسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ رَيْضًا مِّنْ غَيْرِ سُوْرۃٓ اٰلۡعَنۡقَبِ اس کا اور ہونا  
ظاہر ہو گیا جس کو چشم ظاہری نے بھی دیکھ لیا اور اس طرح اسکو چشم باطن کے مقابلہ

میں مغلوب ہونا پڑا۔

خیر! یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اس کو چھوڑو اور حاصل اتنا سمجھ لو کہ جو شخص جس کمال سے محروم ہوتا ہے وہ اس کی نظر میں معدوم ہوتا ہے۔ چونکہ یہ خطاب ایک محبوب کو تھا جو کہ اہل اسرار نہ تھا۔ اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ اسی کے نزدیک تو واقعی چیزیں کھانا پینا۔۔۔ اور جماع وغیرہ لذاتِ دنیویہ ہیں اور اس کو سوا جو کچھ بھی ہے سب بے حقیقت اور باطل و معدوم ہیں پس تم اس کے اسرارِ خداوندی نہ بیان کرو کیونکہ وہ ان کا اہل نہیں اور ذرّہ تم فی خوضہم یلعبون۔ پر عمل کرو۔ اس کے نزدیک لذاتِ نفسانیہ امور واقعیہ میں اور نعمائے روحانیہ بے حقیقت۔ اس لئے وہ لذاتِ نفسانیہ سے مستمتع اور لذاتِ روحانیہ سے بے بہرہ ہیں۔

اور ہمارے نزدیک لذاتِ دنیویہ بے حقیقت ہیں اس لئے ہم ان کی طرف التفات نہیں کرتے اور حق سبحانہ ہم کو اپنے جمال کے دیدار سے شرف فرماتے ہیں پس جس کا دین و ایمان لذاتِ نفسانیہ ہوں اس کو اس کا دین مبارک رہے اور ہم کو ہمارا دین مبارک رہے اور ہم یوں ہی اس کے لکھ دینکے ولی دین کہتے ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے اپنے رسول کو کفار سے کہنے کی ہدایت فرمائی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ معاندین ملتے ہی نہیں تو ان سے کچھ نہ کہئے اور فرما دیجئے۔

يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۚ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ  
مَّا أَعْبُدُ ۚ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۚ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ  
مَّا أَعْبُدُ ۚ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۚ



# آمدن آں خلیفہ نزد آں خوبروز برائے جماع

ہبستری کے لئے خلیفہ کا اس سید کے پاس آنا

آں خلیفہ کردارای اجتماع  
خلیفہ نے ہفتا ہونے کی سہوی  
سوی آں زن رفت از بہر جماع  
ہبستری کے لئے اس لڑکی کے پاس گیا  
قصہ خفت خیز مہر افزای کرد  
اس محبت بڑھانی کیساتھ سنے اور مانگے کا ادا کیا  
پس قضا آمد رے عیشش بہت  
ترتیباً پہنچی اس کے پیش کا دھارہ بند کر دیا  
خفت کش شہروش علی رسید  
اس کا ترسناں سرخی ہلکے خیرت بالکے جاگ اٹھی  
کہ ہی جنبد بہ شندی از حصار  
جو تیری سے بچانی سے حرکت کر رہا ہے

## خندہ گرفتار آں کنیزک را از ضعف شہوت خلیفہ وقوت

اس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری کا ہنس بڑھا

## شہوت آں امیر وفہم کردن آں خلیفہ خندہ کنیزک را

اور لڑکی کے ہنسے کر خلیفہ کو لایا

زن بیدار آں سنی آواز شکفت  
حسرت نے حیران سے اس کی سستی کو کیا  
آمد اندر قہر خندش گرفت  
وہ قہر مارنے لگی اس پر ہنسی طاری ہو گئی  
یادش آمد مردی آں پہلواں  
اس کو ہنسی پہلوان کی مردانگی یاد آگئی  
غالب آمد خندہ زن شد دراز  
حسرت کی ہنسی غالب آگئی، لمبی ہو گئی  
سخت می خندید چھوٹ بنکیاں  
وہ بہت گزروں کی طرح بہت ہنسی  
ہر چہ اندیشید خندہ می فرود  
مٹتا ہی سر جی، ہنسی بڑھتی تھی  
گریہ و خندہ غم و شادی دل  
درد اور ہنسا، دل کی غرض اور غم

تھیں چلے جب بالکل تیار ہو  
تھا کہ کھانا نے راہ روک دی  
اور ایک چہرے کی کٹکٹ  
کی آواز آئی جس سے وہ غمزدہ  
ہو گیا اور اس کی شہوت ختم  
ہو گئی۔ اس چہرے کی  
کٹکٹ کے بارے میں  
اس کو یہ خیال آیا کہ یہاں  
کے چنے کی آواز ہے جو سر  
کے نیچے ہے۔ خندہ غمزدہ  
کی نامزدی اور پہلوان کی ہلاکت  
کو یاد کر کے لڑکی ہنسے لگی۔

لے سکتے ہیں کہ یہ ہنسی  
بہت سی ہیں۔ لیکن وہ کچھ نہیں  
ہے اور اس ہنسی میں اس کو  
یہ خیال بھی نہ رہا کہ یہاں  
انگاری اس کو نقصان پہنچا  
گریہ و خندہ۔ ہنسی اور رونے  
کے ملائے، اشد قندے کے  
میں ہی۔ خندہ خفت کا لہجہ  
دی ہنسا کا ہے وہی وہ ہنر۔

ہر کیے را حزن و مفتاح آں  
 ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی گنجی  
 مہج ساکن می لشکر آں خندہ زو  
 پس کی ہنس کسی درد نہ حسرتی تھی  
 زود شمشیر از غلافش بر کشید  
 اس نے فوراً خلافت میں سے تلمذ سونت ل  
 در دلم زین خندہ ظنی او قناد  
 اس میں سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی ہو  
 در خلافت راستی بفرستیم  
 اگر تو ہائی کے خلاف مجھے فریب ہے کہ  
 من بدنام در دل من دوستی  
 میں کچھ ہائی کہ میرے دل میں دشمنی ہے  
 در دل شاہاں تو مجھے ال مطر  
 تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا جانہ سمجھ  
 یک چراغ ہست دل وقت گشت  
 چلنے پھرنے کے وقت میں ایک چراغ ہے  
 ال فرست این زماں یار مست  
 اس وقت وہ شہنشاہ میری دوست ہے  
 من بدیں شمشیر بزم گردن  
 میں کس تلوار سے تیرے گردن ادا کروں گا  
 این ماں بکشم تر بے ہج شک  
 اس میں مجھے بے شک نہیں کروں گا  
 در بلوئی راست آزادت کنم  
 اگر تو مجھے کہتی ہیں مجھے آزاد کروں گا  
 ہفت مصحف آں ماں بر ہم نہا  
 اس نے سات قرآن اور بچے رکھے

لے برادر در کف قشاح داں  
 اسے بھائی اکھڑنے والے اخلا کے اتھو میں کچھ  
 پس خلیفہ تیرہ گشت و گشت  
 تو خلیفہ ناراض اور فہمناک ہو گیا  
 گفت بہتر خندہ و آگواے بلید  
 کہنے لگے اے ناپاک! پس کارا رہتا  
 راستی گو عشوہ تنوا یسم داد  
 کی تارے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہو  
 یا بہانہ چرب آری تو بزم  
 یا میرے سامنے بکھانا چاہتا یا نہی  
 بایدت گفتن ہر آنچه گفتنی است  
 تجھے کہنے کے واجب، بات کہہ دیجیہ پانچ  
 گرچہ کہ کہ شذر غفلت لیرابر  
 اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کر دے اب کے مجھے آج آگاہ ہے  
 وقت خشم و حرص آید زیر پشت  
 جو غصہ اور حرص کے وقت غفلت کے مجھے بھٹا آگاہ ہے  
 گر نگوی آنچه حق گفتن است  
 اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے  
 سو دینود خود بہانہ کردت  
 تیسرا بہانہ کرتا کچھ مفید نہ ہوگا  
 تیغ را کرد او حوالہ گفت نک  
 اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا ہے  
 حق یزداں شکم شادت کنم  
 خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کروں گا  
 خورد سو گند و چسبیں تقریر داد  
 قسم کھائی کہ ہر دین میں عیب نہ

۱۵۰۰ روپیہ کی بے حیا  
 ہنس پر شاد کر گشت چلایا اور  
 تلوار مسرت لی اور کہنے لگا  
 ہنس کا راز صبح بتا دئے غلط  
 بات سے تو مجھے غصہ ہو چکی  
 میرے دل میں حق کی روشنی  
 ہے  
 لے آں کرمست وہ غلام  
 روشتی اس وقت میرے  
 ساتھ ہے اگر تو صبح بات نہ  
 کہے گی میں خود کچھ جانوں گا  
 اور مجھے اڑواؤں کا اور ہے  
 کہ کہ تلوار اس کے سامنے کرنا  
 اور سات تیراں اسے مجھے رکھ  
 کر قسم کھائی کہ اگر تو کھتا ہی  
 تو مجھے آزاد کر دوں گا۔

فاش کردن آں گنیز کار از را خلیفہ از ہم زخم شمشیر  
 تلوار کے زخم سے خود کو اس تلوار کا خلیفہ سے راز کھانی کر دینا  
 اگر اہ خلیفہ کہ راست ہو سبب اس خندہ را و گرنہ بکشتت  
 اور خلیفہ کا مجھ پر کیا کہ اس میں سبب کا بتا دینا جس نے اڑواؤں کا

ملے تھن۔ لڑی بھبھن  
 آگنی ترس نے پہلوان کا  
 سارا قدر سنا دیا اور کہا کہ  
 اس نے شیر کو کس قدر کرایا  
 پھر خبر میں پائیں کیا اور اس  
 کی خبرت میں کوئی نہ آئی  
 تھی۔

ملے تو بڑی سستی۔ لڑنے نے  
 کہا لیکن تیری یہ حالت ہے  
 کہ مجھ سے کی کشت سے  
 خبرت کا قدر ہو گئی میرے  
 ہمنے کا یہ سبب ہے۔ راز  
 مولا فرماتے ہیں کہ ہر راز  
 ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ ہلاک  
 کا بیج نہ بونا چاہیے اس نے  
 کہہ گئے گا۔ آج۔ پانی  
 گریں ۱۱۔ سورج میں سے بھی  
 راز ظاہر کر دیتے ہیں اور  
 زمین کی ہر شے دیکھ کر  
 آتی ہے۔ آج ہمارے ہر  
 میں آج سے جو ہے میں ہر  
 نعلی حاصل کر لیتے ہیں جو  
 حفر و فطر کے لئے ایک دیکھ  
 ملے دیکھ رہا ہوں جو ہم سار  
 میں نہ رہے ہر دیکھ ایک  
 پڑتا ہے ہمنے میں سے بھی  
 خدا اس سے جس سے بھی  
 حقیقت کھل جاتی ہے۔  
 ہر کس میں پھول کی موت  
 میں چلتے۔ اناسی ہے جو  
 معصیت آتی ہے وہ اس  
 کے کس میں کا خبر ہو ہے۔  
 ملے بات لیکن اس کو  
 نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ  
 اور بھی کس کا نتیجہ ہے۔  
 جی غار۔ الیہ میں سے بھی  
 ہیں۔ جتنے۔ وہ اور اس کے  
 غرو میں کوئی ظاہر شہادت  
 نہیں ہوتی ہے جس میں سے  
 اور میں میں تھکتے ہیں۔

راں چوما جو شہ گشت احوال را  
 محبت جب ماہر آگنی میں نے حالات بتائیے  
 شرح آں گردک کہ اندر راہ بو  
 اس خبر کی تفصیل جو راستہ میں تھا  
 شیر کشتن سوئی خیمہ آمدن  
 شیر کا تھن کرنا خیمہ میں آتا  
 او بدای قوت کہ از شیر شکار  
 وہ اس وقت کے ساتھ شکاری شیر سے

تو بدیں سستی کہ چوں کردی گوش  
 ترس سستی میں کہ جب قوت نہ تھی  
 من جو دیم از تو این ازو آں  
 میں نے جب مجھے نہ دیکھا اور اس سے وہ  
 راز ہا را می گشت حق آشکار  
 اذ (قائل) عیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے  
 آب و آبر و آتش ایسا قباب  
 پانی اور آبر اور آگ ۱۱۔ سورج  
 ایں بہار نور بعد برگ لیز  
 یعنی بہار۔ پتہ جب برگ کے بعد  
 دیکھ بہاراں بہتر پائیدار شود  
 بہاروں میں راز ظاہر ہو جائے ہیں  
 برود آں از دہان و از لبش  
 اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ آگ پڑتا ہے  
 ستر بخ ہر درختے و خورش  
 ہر درخت کی جڑ کا راز اور اس کی خوراک  
 ہر غنہ کزوے تو دل آزدہ  
 ہر غنہ جس سے تو دل آزدہ ہے  
 لیک کے دانی کہ آں رنج خار  
 لیکن کوکب باطن سکتا ہے کہ عمار کی تکلیف  
 ایں خمار اشکوہ آں دانہ مست  
 یہ خمار اس پرانہ کا شگون ہے

مردی آں رستم صد زال را  
 سیکڑن زال دالے رستم کی مرداگی کے  
 یک بیک باآں خلیفہ و امخود  
 وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کمزوری  
 و ان ذکر قائم جوشاخ گردن  
 اور لنگہ کر کا گیندے کے بیگ کیلے کھڑا  
 بیج یغیر شش نشد بد برقرار  
 اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برستار تھا

نشت نشت مؤفکے رفتی زہوش  
 ہر جہا کی کٹ کٹ ہے ہوش ہو گیا  
 زال بسبب خندیم اے شاہ جہاں  
 اے شاہ جہاں! میں اس سبب سے ہنسی  
 چوں خواہد رست خیمہ بیدار  
 جبکہ آگ کر رہے گا، بڑا بیج نہ ہو  
 راز ہا را می برارند از شراب  
 جتنی سے عیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں  
 بہت بڑیاں وجود و ستیز  
 قیامت کے دو دو پہر دھسل ہے  
 ہر چہ خوردست این میں شل شود  
 اس زمین نے جو کیا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے  
 تا پدید آید خمیر و مذہبش  
 یہاں تک کہ اس کا دھب اور خمیر کس کا ہے  
 جملگی پیدا شود آں بر سرش  
 سب اس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے  
 از خارے لود کاں خوردہ  
 اس شراب کا شمار ہوتا ہے جو قتلہ ہے  
 از کد امیں سے برآمد آشکار  
 کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے  
 آں شناسد کاگ و فرزانہ است  
 وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشکوف نما ندانہ را

شاخ اور اشکوف ندانہ کے مشابہ نہیں ہوتے

نیت مانند میولا با اثر

ادب و نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

نطفہ از ناست کے مانند بنال

نطفہ، روئی سے (بنا) ہے روئی کے مشابہ کہ ہے؟

جنتی از نارست کے مانند بنار

جنتی آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کہ ہے

از دم جبریل عیسیٰ شد پدید

حضرت عیسیٰ جبریل کی ہرک سے پیدا ہوئے

آدم از خاکست کے مانند بنجاک

حضرت آدم جنتی سے ہیں بنی کے مشابہ کہ ہیں

کے بوند طاعت جو خلد پائیدار

بناست، مستقل جنت کی طرح کہ ہے؟

بیچ اصلے نیست مانند اثر

کوئی من نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

لیک بے اصلے نباشد اس جزا

لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے

آپچو صلت کشدہ آل شئی مست

دور اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے

پس بدال رحمت نیوز تلتے

پس جو بڑے کی تیرہ حلیف کسی لڑش کا نتیجہ

گزندی آل گندہ را ناعت ہار

اگر غربت کے لئے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے

سجدہ کن صد بار میگوئے خدا

سہ بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!

لے تو سچاں پاک از ظلم و تم

لے سچاں تو ظلم و ستم سے پاک ہے

من عین می نذا ظم جسم را

میں جو دم کو عین کر کے نہیں جانتا ہوں

نطفہ کے مانند تن مردانہ را

نطفہ انسان جسم کے مشابہ کہ ہے؟

دانہ کے مانند آید با شجر

دانہ، درخت کے مشابہ کہ ہوا ہے؟

مردم از نطفہ است کے باشند خیاں

انسان، نطفہ سے ہے و یا کہ ہوتا ہے؟

از بخارست ابر و نمود چوں بخار

اُبر، بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے

کے بصورت بھیجاؤ بند ناپدید

صورت کے اجارے کی طرح توٹ کر کھو جاتے

بیچ انگور سے نمی مانند بتاک

کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بوند زوری بشکل پائیدار

چوری، سولی کے ستون کی شکل کی کہ ہے؟

پس ندانی اصل رنج و درد سر

تو تو رنج اور درد سر کی اصل نہیں جان سکتا

بیگانہ ہے کے برنجاند خدا

خدا بے گناہ کو کہ رنج دیتا ہے؟

گر نمی مانند بوسے ہم از فرست

اگر وہ اس کے مشابہ نہیں ہوتا ہم وہ کسی کی طرح

آفت اس غربت از شہوت

تیری اس ہیٹ کی آفت، کس شہوت کی درد ہے؟

زود زاری کن طلب کن اعتقا

بہت جلد عاجزی کر اور مسامحی چاہ

نیست اس غم غیر در خورد سزا

یہ غم سزا کی پاداش کے برابر نہیں ہے

کے دہی بے جرم جائز اور دم

تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کہہ سکتا ہے؟

لیک ہم جرمے بساید کرم را

لیکن بخشش کے لئے جرم ہی چاہئے

بہتر پیدا ہوتا ہے لیکن بچہ اور  
نہیں جس شایہت نہیں ہے  
بیتلا لاقہ، آخر جو چیز ان  
سے بنی ہے۔

نطفہ، روئی سے روئی سے بنو  
لیکن آپس میں کوئی شایہت  
نہیں ہے۔ جتنی میں ایک  
پیدا ہوا ابر بخار سے پیدا  
ہوا لیکن آپس میں شایہت  
نہیں ہے۔ دم جبریل سے  
حضرت عیسیٰ حضرت جبریل  
کے دم سے پیدا ہوئے  
میں کوئی شایہت نہیں ہو  
سے آدم سے آدم سے  
پیدا ہوئے، انگور میں سے  
پیدا ہوا، ان میں بھی کوئی  
شایہت نہیں ہے۔  
بوند جنت، جنت کا ثمر  
ہے چوری کا نتیجہ سولی ہے  
لیکن باہمی شایہت نہیں ہے  
آپس میں اور نتیجہ میں اگر  
کوئی شایہت نہیں ہوتی  
لیکن نتیجہ کو اصل سے ہی جو  
پس بدال رحمت نیست  
خدا کا ثمر جو گناہ پائے۔  
سجدہ تو خدا کی خواہش  
حضرت مصل کرنے کے لئے  
اس گناہ کو نہ سمجھ سکے  
نتیجہ میں صحت میں گزند  
ہوا ہے لیکن اس گناہ کی  
سامانی کی درخواست کرنی  
چاہئے۔ سجدہ کن صد بار  
کہنا چاہئے کہ میرے گناہ  
کی سزا ہے، اے خدا! سزا  
قائل ہے عرض کرنا چاہئے  
کہ تیری نافرمانی سزا  
پاک ہے، لیکن سزا کو سزا  
نہیں دیتا ہے، کرم بخشش  
حق کی مستحق ہے۔

لے چوں سے صاحب  
 نے میری خبر لوں اسے  
 میں خوشیہ کروا رہا ہوں  
 نہیں جو کہتا ہے بہت  
 کہ خدا کی ہمت کا ہے  
 تو اب پیش کے لئے میری  
 اس حکم کے لئے ہے  
 راز جو کہ اہل کلا سب  
 میں جانی ہے جب چہ کہ  
 پانی جوتی ہے تو کہ  
 جاتے ہیں کہ اس لئے جوتی  
 کی ہے۔ تا کہ۔ مابریہ  
 نیاز مندی بہت سے  
 پر ہے۔  
 علی قوم کہ۔ اہل کلا  
 میرا کہلان کی غیبت پر  
 علی کہ مرنے پر نہاں نے  
 علی کہ اس پر کہلان پر ظلم  
 نہ کرے۔ دہنہ انہی کے  
 کہ یہ کہانی اس کو کہے  
 زلت۔ عرض۔ جہاں میں  
 گناہ پر جاز۔  
 علی کہ۔ اہل کلا  
 کہ کہ یہ سب کہ میری ظلم  
 کی سزا ہے۔ قہر بہت میری  
 نے ظلم و ستم کی کہانی  
 علی کہ مرنے پر نہاں نے  
 علی کہ اس پر کہلان پر ظلم  
 نہ کرے۔ دہنہ انہی کے  
 کہ یہ کہانی اس کو کہے  
 زلت۔ عرض۔ جہاں میں  
 گناہ پر جاز۔  
 علی کہ۔ اہل کلا  
 کہ کہ یہ سب کہ میری ظلم  
 کی سزا ہے۔ قہر بہت میری  
 نے ظلم و ستم کی کہانی

چوں پڑھیں ہدیہ زانہ  
 بہ کہ تو نے سب کہ بہت  
 کہ جزا اظہار جسم من بود  
 کہ کہ جزا اظہار جسم من بود  
 باز گرم سونے کو بہ شاہ باز  
 میں بادشاہ کی توہ کی طرف ہر رختا ہوں

دانما اک جرم را پوشیدہ دار  
 اس خطا کہ بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ  
 کہ زیست دزدیم ظاہر شود  
 کہ کہ زیست دزدیم ظاہر شود  
 تا شود معلوم اسرار نیاز  
 تاکہ ماجر کی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزیم کردن شاہ چوں واقف شد مراں عیانت کہ  
 جب بادشاہ اس عیانت سے واقف ہوا تو اس کا امانہ کہنا کہ چشم پوشی کرے  
 پشوشاند و عقوبتند و اورا با او دہد و دانست کہ اس قتنہ  
 اللہ صاف کر دے اس کو جس ہی کو دے۔ اور کہنا کہ یہ قتنہ  
 جزائے قصداؤ بود و ظلم او بر صاحب موصول کہ من  
 موصول کے بادشاہ نے اس کے ظلم اور امانہ کی سزا ہے کہ جس میں غصہ نے  
 اَسَاءَ فَعَلِيْهَا وَاِنْ رَبِّكَ لَبِاْلْمُنْذِرْ اذ و ترسید کہ اگر  
 نہ لگاؤ تو اس پر ہے۔ اور شک تیرا بہت گہرا ہے کہ جس میں ہے اور وہ تو کہ اگر  
 اس انتقام کشداں انتقام باز ہم بر سر او کید چنانکلاں  
 یہ کہ لے گا تو جلد ہی اس کے سر پہ آئے گا یہ کہ لے گا تو جلد ہی  
 ظلم و طمع بر سرش آمد  
 اس کے سر پہ آئے گا

شاہ با خود آماستغفار کرد  
 وہ بخش میں آگیا اس نے توبہ کی  
 گفت با خود آنچه کردم باکسان  
 اپنے آپ سے بولا میں نے ہمہ گنہگاروں کے  
 قصہ حقیقت دیگر ایں کردم زجاہ  
 میں نے توبہ کی وجہ سے دوسروں کی توبہ کا  
 من درخانہ کس دیگر زدم  
 میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پٹا

یاد جرم و زلت و سرگرد  
 جرم اور زلت و سرگرد کی یاد کی  
 شد مجبیلے آں بجائے من مہاں  
 اس کی سزا میری پہ پہنچنے والی بن گئی  
 بر من آمد آن واقف از کجماہ  
 وہ مجھے بخش آیا اور میں نے توبہ میں کر لیا  
 او در خانہ مرا ز دلاجرم  
 اس نے لاچار میرا دروازہ پٹا

ہر کہ باہل کساں شد فق جو  
 جو شخص دلوں کے اہل کے ساتھ فق کا ملکا رہا  
 زانکہ مثل آن جزای آں شود  
 کیونکہ جس کی جزا اس کی مثل ہوتی ہے

اہل خود راں کہ تو ادست او  
 میرے کہ وہ اپنے اہل کی طرف ہے  
 چوں جزای سیتہ مثلش بود  
 جبکہ جزا کی سزا اس جیسا ہوتا ہے



چونکہ گری کشیدگی خوش

جب ترسب بنا۔ تو نے اپنی جانب کینہا  
غضب کردم از مشہ مصل کینز  
میں نے خاہ برصل کی دہدی غضب کی  
او امین من بدولا لائے من

و میرا امین تھا اور مصل غلام  
نیست وقت کیں گذاری افتہام  
کینت دوی اور بدل کا وقت نہیں ہے  
گر کشم کینہ ازاں میر و حرم

اگر میں مہس لڑھی اور سردار سے بدلوں  
ہمچناں کیں یک بیامد در جزا  
بیگار یہ ایک بدلے میں آیا  
در و صاحب مصلم گردن شکست

مروصل کے بادشاہ کے دروے میری گردن لڑھی  
و ادحق ماں از مکافات گہی  
بدلے سے خدا نے ہیں مصلار کر دیا  
چون فزونی کردن اینجا شوقیت

چونکہ ابس جگر زیادتی کرنا مفید نہیں ہے  
رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا سَهْوَرَفَت  
اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا بہل ہوتی  
عفو کردم تو ہم از من عفو کن

میں نے معاف کیا تو ہم مجھے معاف کر دے  
گفت اکنون اے کینزک واکو  
کہا اے لڑھی: اب نہ کہینا  
پس وارو باکے عرفتہ کن

معدود رکھ اور کسی سے نہ کہہ  
با امیرت جفت خواہم کردن  
میں امیر سے تیرا نکاح کر دوں گا  
تا نگردد او ز رویم مشر سار  
تا کہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو

مثل آں راپس تو دلتونی پیش

اُس جیسا پس تو پہلے سے دیرت ہے  
غضب کردم از من اور از دوزینز  
انصر نے اس کو میرے پاس ہی تو غضب کیا  
خانش کرداں خیانتہائے من

اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرتے لانا  
من بدست خویش کردم کار خام  
میں نے نیراکام اپنے ہاتھ سے کیا  
اُس تعذی ہم بیاید بر سرم

و ظلم بھی میرے سر پر آئے گا  
اگر مودم باز نرنامم ورا  
میں نے آنا لیا پھر میں اس کو نہ آؤں گا  
من نیام ایں دگر رانیزخت

میں ایس کو دوبارہ نہیں توڑ شکست ہوں  
گفت ان عذتھم عذتھم  
فرمایا اگر تم اور باں ایں کر لگے ہم دوبارہ نہ توڑنا  
غیر صبر و رحمت محو نیست

سوائے صبر اور رحم کے کچھ بچتا نہیں ہے  
رحمتے کن اے حمیہات نفوت  
رحمت کر لے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں  
از گناہان نو و جرم کہن

نئے گناہوں اور پرانی خطاؤں کو  
ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو  
یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی  
آنچہ گفتی اے کینزک زیں سخن

اے لڑھی: تو نے جو یہ بات کہی  
اللہ اشد زیں حکایت مہم وزن  
خدا کے لئے اس تعقہ کو نہ کہہ  
کوئی بکرونی کی صد ہزار  
کیونکہ اس نے ایک بڑائی اور لاکھوں بھونکائی

چون سبب جبسترا  
نفس و دھرم را ہی بری کے  
نفس و دھرم کا سبب بنا تو  
معلوم ہوا کہ تو قوت تھا۔  
غضب میں نے خاہ دھوں  
کی دہدی غضب کی میرے  
سردار نے میری دہدی غضب  
کر لی۔ قدامی غلام۔

میں نے غیبت۔ قریب دھرم  
سے کیا بدل لیا یہ تو میرا خدا  
کر دے۔ تو کہ غم۔ اب اگر  
میں پہلوان کر سزا دوں گا تو  
تس کا کیا تارہ بھی مجھے بھگتا  
پڑے گا۔ ہتھکڑیاں۔ ایک  
دھرم میں آنا چکا کہ بڑائی کا  
بدل بڑائی سے چاہے اب  
میں ایسا نہ کروں گا۔ آٹ  
غذ غم۔ قرآن پاک میں فرمایا  
ہا ہے کہ اگر تم میری  
خیر از میں کر دے تو ہم بھی  
بہر دہی کریں گے۔

میں نے جن۔ اب میں پہلوان  
پر کنی ظلم و زیادتی نہ کرنا  
نہیں ہے میرا دھرم سے  
کام لینا ہی مناسب ہے۔  
تجنا۔ اب تو باکو و خدا کی  
میں ہیں و ماگرتی چاہے کہ ہم  
سے ظلم ہوا مصل جوئی تو مناسب  
کر لے شکوہ کر۔ شاہ جرنے  
دھرم میں کہا اے خدا میں نے  
اے گفت۔ شاہ میر نے  
دھرمی کو ہدایت دی کہ پہلوان  
کا قہد اب کسی سے نہ کرنا۔

ہاں بہت۔ میں نے لے کر دیا  
ہے کہ پہلوان سے میری  
شاہی کردوں گا تو اب  
پہلوان کا رات کا قہد کسی  
سے نہ کرنا۔ تا کہ درد۔ اس  
لے کہ ایک بڑائی کی ہے  
تو بہت لکڑیوں پہلوان میں  
کی ہیں میں شکوہ نہ کرنا  
نہیں چاہتا۔

بارہا من امتحانش کردہ ام  
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے  
خوب تر از تو بد و سپردہ ام  
جو سے زیادہ میں اس کے سپرد کئے ہیں  
درا منت یا فتم اور اتم  
میں نے اس کو امانت میں سمیٹ لیا ہے  
یہ بھی میرے کاموں کی سند تھی

### کینزک بخشیدن شاہ بچیلست بہلولان

ادلاء کا پہلوان کو ایک تہہ سے لڑھی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیر خورش را  
بہر اس نے اس اپنے امیر کو بلا  
کشت در خود خشم قہر اندیش را  
قہر لٹانے والے غم سے کہ اپنے اندر دباوا  
کشد تم زیں کینزک بس نفیر  
کہیں اس لڑھی سے بہت متفر ہو گیا ہوں  
مادر فرزند دار و صد ایزر  
لڑکے کی ان بہت فریاد کر رہی ہے  
مادر فرزند ہست اندر غنا  
لڑکے کی ان مصیبت میں ہے  
اوند در خود جنیں جور و جفا  
اس طرح کی ظلم و زیادتی کے وہ نہیں ہے  
زیں کینزک سخت تلخی می برد  
اس لڑھی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی  
پس ترا اولی ترست ایس اعوز  
اے پیارے! تجھے دیتا زیادہ بہتر ہے  
خوش نباشد دادن آں جز بہتو  
تیرے سوا کسی کو اس کا دینا اچھا نہ ہو گا  
خشم را و حرص را بسو نہاد  
غمت اور لاچ کو ایک طرف رکھ دیا  
کرد خشم و حرص را و خود مرد  
اس نے غم اور لاچ کو بیزہ بیزہ کر دیا

بیان آنکہ نحن قسمناکریکے راقوت و شہوت خراں دہد  
اس کو بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ کسی کو گمراہی کی قوت اور شہوت

ویکے را کیاست وقوت انبیا و فرشتگان دہد  
دیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی قوت اور نجات دیتا ہے

۱۵ خوب تر۔ میں نے تجھ  
سے بھی زیادہ میں اس کو سپرد کیا  
اس کے سپرد کی تھی لکھا میں  
نے خیانت نہیں کی۔ اچھا  
تھانے۔ یہ میری برائیوں  
کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔  
اس کے بدشاہ نے اس  
امیر پہلوان کو مجھ یا اور اس  
سے یہ بہاد کیا کہ میں اس  
لڑھی سے متفر ہوں۔  
۱۶ تل۔ اور میری نفرت  
کا سبب یہ ہے کہ میری  
بیری بہت تالاں ہے۔  
آریز۔ لڑھی کے کچنے کی  
آواز۔ زان۔ سبب۔ میرا  
لڑھی سے متفر ہونے کا  
سبب یہ ہے کہ میرے  
بچہ کی ان کو اس سے کھینچ  
پہنچتی ہے۔ غنا۔ غفلت۔  
در خود۔ لاف۔  
۱۷ جوں کے۔ اسبیکہ۔  
لڑھی مجھے کسی کو دیتی ہے  
قرز یا وہ حق ہے۔ کڑو۔  
کہ نہ کہ تو نے اس کے لانے  
میں جاننازی کی ہے۔ غم۔  
غنا۔ میرے اس لڑھی  
کا اس پہلوان سے نکاح کیا  
اور اپنے غم کو ختم کر دیا۔  
بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے  
جسمانی طاقتوں کی تقسیم ہر  
ایک کے مناسب حال کی  
ہے کسی کو ترک مہوں کی سی  
قوت شہوانی دی ہے کسی  
کو فرشتوں اور نبیوں کی  
قوت اور نجات دہان  
ہے۔

تک پہاڑا فتن از سروریت  
خوابش نشان سے سزائی کرنا سرور کی ہے  
تمہائے کشہوتی نبود  
وہ بجو شہرت والے نہوں

ترک ہوا قوت پیغمبری است  
خوابش نشان کو چہرہ دینا پیغمبری کا تہی  
بر او جز قیامت نبود  
اُن کا پہل قیامت کے سوا دھار نہوگا

گر بندش سستی ز تیزی خراں  
اگر اس میں گروں کی سی شہرت سے سستی تھی  
تک خشم و شہوت و حرص و آوری  
غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا  
تیزی خرم و مباشا اندر گش  
گروں کی رگ میں گرے ساسا نہ بنانا ہو  
مردہ باشم بمن حق بسگرد  
اگر میں مردہ ہوں (اور حق دراصل ہی کا نظر ہو  
مغز مردی اس شناس پوست  
اس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چمکا ہے  
حُفَّتِ النجۃ مکا و رار سید  
جنت کی دی گئی ہے۔ نا پسندہ و چہرہ کو

بود اورا مردی پیغمبر اس  
ز اس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی  
ہست مردی و رگ پیغمبری  
مردانگی اور پیغمبری رگ ہے  
حق ہی خواند افع بکثر بکث  
اللہ (حقانی) اسکی امید لارائی کو چاہتا ہے  
بہ ازاں زندہ کہ باشم دور درو  
اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور دور درو  
آں بردور و وزخ و ایں درینا  
وہ (وزخ میں سے) جانگی اور یہ جنتوں میں  
حُفَّتِ النّار از ہوا آمد پدید  
وزخ کی دی گئی ہے۔ خوابش نشان سے غار ہو

لاہ تہرہ ہوا غمناشت  
بقا پر اپنا سرور کی  
دیں ہے اور یہ پیغمبر جنت  
ہے بشر ہونا کا نہیں  
ہے بلکہ کستان کا ہے۔  
چھلنے جو شخص شہرت کی  
تہرہ ہونے کے کا قیامت  
میں اپنی تہرہ کی پابلی پانچا  
بشر میں لانا نہیں ہے  
حیم تانی کا ہے۔ مگر جلی  
شاہد میں گروں کی سی  
شہرت نہ تھی اس میں نہی  
مردی تھی۔  
تہرہ خشم نشان لانا  
کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے  
آواز بزرگ بزرگ  
ایسا لار۔ مردہ باشم دور درو  
جو خدا کی جملہ نظر ہیں (مردی  
سے بہتر ہے جو مردہ ہوا  
ہو تہرہ مردی اس میں ہے  
جو پیغمبر میں ہے وہی جنت

یہ ہے جنت کی شہرت پرست کی زری ہوا کستان کی شہرت

## شرح

خیال جبہ کینز بادشاہ کے پاس پہنچ گئی تو اس نے اس کے ساتھ  
ہمبستری کا قصد کیا اور جماع کے لیے اس کے پاس گیا اس نے جماع  
کا خیال کیا اور عضو تناسل کو استادہ کیا اور روح افزا عیش و نشاط کا ارادہ کیا  
پس جبکہ وہ اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو تقدیر الہی نے اس کے عیش و  
نشاط کا راستہ بند کر دیا۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ چوہے کی حرکت کی آواز اس کے کانوں میں آئی اور  
اس نے اس کے شہوت بالکل منقطع ہو گئی اور اس کا ذکر استادہ بیٹھ گیا کیونکہ اسے  
خیال ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہے جو کہ تیزی کے ساتھ بوری کے نیچے سے گزرا ہے جب  
عورت نے اسکی اس کمزوری کا مشاہدہ کیا تو وہ تعجب سے تہمتہ مار کر مہلنے لگی کیونکہ اس

وقت اس کو اس افسر کی مرمانگی یاد آگئی۔ جسے شیر مارا تھا اور باوجود اس کا عضو مخصوص اسی طرح استادہ تھا۔ اس خیال سے اس پر ہنسی کا غلبہ ہوا اور یہ تک ہنستی رہی وہ کوشش بھی کرتی تھی کہ ہنسی بند ہو جائے مگر وہ رکتی تھی اور اس کا منہ بند نہ ہوتا تھا۔ اور جھنگڑوں کی طرح بے غود ہو کر خوب ہنس رہی تھی اور وہ ہنسی نفع و نقصان کے خیال پر غالب آ رہی تھی اور جو کچھ بھی سوچتی تھی اس سے بھلے اس کے ہنسی ر کے اور ہنسی آتی تھی۔

اس کی ہنسی کی یہ حالت تھی جیسے کہ سیلاب کا بند دفعہ کاٹ دیا جائے اور اس وقت وہ جاری ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اس غیر اختیاری ہنسی کا راز کیا تھا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہنسی اور رنج اور خوشی کا ایک مخفی اور مستقل معدن اور گودام ہے اور اس کی کبھی حق سبمانہ کے ماتحت میں ہے پس وہ جس وقت چاہتے ہیں اس وقت اس کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور رنج اور خوشی خندہ و گریہ آدمی پر ٹوٹ پڑتی ہیں جس کو وہ دفع نہیں کر سکتا۔

اس بنا پر اس کنیز کی ہنسی نہ رکتی تھی اور وہ برابر ہنس رہی تھی اس بادشاہ کی طبیعت ملکہ ہو گئی اور اسے غصہ آگیا اور اس کو فوراً میان سے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ او خبیثہ! اس ہنسی کا راز بتلا۔ میرے دل میں تیری ہنسی سے شبہ پیدا ہو گیا ہے دیکھ سچ کھنا اور دھوکا نہ دینا۔ کیونکہ تو مجھے دھوکا نہیں دے سکتی۔ اور اگر تو جھوٹ بول کر مجھے دھوکا دیگی۔ یا کوئی دل خوش کن بہانہ پیش کریگی تو میں تیرے فریب کو سمجھ لوں گا کیونکہ میرے دل میں روشنی اور نور فراست ہے پس جو کچھ کہنے کے لائق ہو وہ ہی کہنا۔ اور جھوٹ نہ بولنا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے دل میں فی الحقیقت ایک عظیم الشان چاند (نور فراست) ہوتا ہے۔ جس سے وہ صحیح اور غلط اور جا اور بے جا میں تمیز کر لیتے ہیں لیکن کبھی وہ ابر حوص و خشم کے نیچے مستور ہو جاتا ہے۔ اور ان کے دل میں تفریح کے وقت ایک چراغ ہوتا ہے اور غصہ اور حرص کے وقت وہ طشت کے نیچے مخفی

ہو جانا ہے اور روشنی نہیں دیتا۔

اب اس جملہ معترضہ کو تمام کر کے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ  
کہا کہ وہ فراست اس وقت میسر ساتھ ہے اور میں اس کی تیرے صدق اور کذب میں  
تمیز کر لوں گا۔ اسیلئے سچ کہنا اگر تو سچ سچ نہ کہے گی تو میں اس تلوار سے تیری گردن  
اڑا دوں گا اور جیل بہانہ کرنے سے تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور میں تجھے ابھی مار ڈالوں گا  
تجھے اس میں کچھ شبہ نہ کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ کر تلوار اس کے حوالہ کر دی گئی اور کہا کہ لے کچھ  
لے یہ تلوار موجود ہے لیکن اگر تو سچ سچ کہے گی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ اور غلطی  
قسم میں تجھے نہ ماروں گا بلکہ خوش کروں گا۔

اسٹیل سے یقین دلانے کے لیے اس وقت سات قرآن اور پتلے رکھے  
اور قسم کھائی اور اس طرح اپنے عہد کو پختہ کر دیا۔ خیر جب عورت مجبور ہو گئی اور  
مے کچھ بن نہ آیا تو واقعہ کہہ دیا اور اس بہادر کی مردانگی کو بیان کر دیا۔ اسٹیل اس واقعہ  
کی جو کہ رستہ میں واقع ہوا تھا پوری تفصیل بادشاہ سے بیان کر دی کہ یوں اس نے  
شیر مارا اور یوں واپس آیا اور جب واپس آیا تو اس کا ذکر گینڈے کے سینک  
کی طرح کھڑا تھا وغیرہ وغیرہ اور اسٹیل کہا کہ اس کی قوت کی تو یہ حالت تھی کہ شیر  
سے اس میں کچھ تغیر نہ آیا اور اسی طرح قائم رہی اور تمہاری کمزوری کی یہ حالت ہے  
کہ چوہے کی رفتار کی آواز سے تمہارے حواس جلتے ہے۔ پس جبکہ میں نے  
اس کی وہ حالت اور تمہاری یہ حالت دیکھی تو مجھے ہنسی آ گئی۔

اس واقعہ سے تم سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ حق سبحانہ یوں اسرار کو ظاہر  
کر دیتے ہیں اور جبکہ تم نے سمجھ لیا کہ جو بیج بویا جائے وہ اُگے گا تو تم کو احتیاط  
چاہیئے اور برائیج نہ بونا چاہیئے ورنہ اس کی ظہور کے بعد تم کو رسوائی کا سامنا ہوگا۔  
اب ہم تمہیں اس مضمون کو دوسرے نظائر حسیت سے سمجھاتے ہیں اچھا سنو! پانی اور  
آب اور گہمی اور آفتاب سب کے سب مٹی سے امور مخفیہ کو ظاہر کرتے ہیں پس یونہی  
حق سبحانہ بھی آدمیوں کے اسرار مخفیہ کو ظاہر فرماتے ہیں۔

یہ پت جھڑ کے بعد درختوں کی سرسبزی قیامت کے وجود کی اعلیٰ درجہ کی دلیل  
یعنی قیامت کے متعلق جو استبعاد ہے جس کی بناء پر اس کا انکار کیا جاتا ہے  
اس کو بالکل دور کر دیا ہے۔ کیونکہ موسم بہار میں اسرار مخفیہ بلا ہتہ ظاہر ہوتے ہیں اور  
جو کچھ زمین نے کھایا ہے وہ ظاہر ہوتا اور اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ تا آنکہ اس کی  
باطنی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر درخت کی جڑ کی باطنی حالت اور اس کی غذا  
سب کی سب اس کے سر پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

جب واقعات مشاہد اور ناقابل انکار ہیں تو قیامت کا وقوع مستبعد نہیں رہتا  
کیونکہ وہاں بھی یہی ہوگا کہ ہر شخص کی حالت مخفیہ ظاہر ہوگی۔ اور اس پر اس کے موافق  
نتیجہ مرتب ہوگا۔ واقعات مذکورہ سے تم کو یہ بھی نتیجہ نکالنا چاہیے کہ جو غم تم کو لاحق  
ہو اور تم اس پریشان ہو وہ اس شراب کا خمار ہے جو تم نے پی ہے اور ان  
افعال کا نتیجہ ہے جو تم نے کئے ہیں لیکن تم کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ رنج حاکم  
کس شراب سے پیدا ہوا ہے اور تم کیا جان سکتے ہو کہ یہ خمار فلاں دانہ کا شگوفہ اور  
یہ رنج فلاں عمل کا اثر ہے۔ ہاں ایک حقائق شناس عارف اس کو سمجھتا ہے مگر  
نہ جاننے کا سبب یہ ہے کہ تم اشیاء اور ان کے نتائج میں۔ مشابہت کو ضروری۔۔۔  
سمجھتے ہو اور افعال اور ان کے آثار میں مشابہت نہیں دیکھتے۔ اشیاء اور ان کے  
نتائج میں کسی ایسے مشابہت کا ہونا خود ضرور نہیں ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ سکے  
دیکھو! شاخیں اور شگوفے بیج سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان میں ایسی مشابہت  
نہیں ہوتی۔ جس کو ہر شخص مان لے۔ علیٰ ہذا آدمی لطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر لطفہ  
کو آدمی سے کون سی واضح مشابہت ہوتی ہے۔

غرض کہ تمام مادہ اپنے آثار کے ساتھ کھل ہوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دانہ درختوں  
کے مشابہہ نہیں ہوتے اور مٹی رُوٹی سے پیدا ہوتی ہے مگر اس کو رُوٹی سے مشابہت نہیں  
ہوتی۔ آدمی لطفہ سے پیدا ہوتا ہے مگر لطفہ کے مشابہہ نہیں ہوتا۔ بذاتِ الٰہ سے پیدا ہوتے  
ہیں مگر الٰہ کے مشابہہ نہیں ہوتے۔ اگر ہمارے پیدا ہونا ہے مگر ہمارے مشابہہ نہیں ہوتا

عیسیٰ علیہ السلام نفعہ جبریلی سے پیدا ہوئے مگر جس طرح نفعہ غیر محسوس تھا یوں حضرت عیسیٰ علیہ  
 غیر محسوس نہ تھے۔ نین آدم علیہ السلام خاک سے پیدا ہوئے تھے مگر وہ خاک کے مشابہ  
 نہ تھے۔ انگور اپنی بیل سے پیدا ہوتا ہے مگر وہ بیل سے مشابہ نہیں ہوتا۔ جنت نتیجہ  
 اعمال حسہ ہے (ابا میں جنت اعمال صالحہ کے بدلے میں ملے گی نہ ہا میں جنت اعمال صالحہ سے پیدا ہوئی ہے)  
 مگر اعمال حسہ سے اُسے کیا مناسبت اور چوری کا نتیجہ سولی ہے۔ مگر چوری کو اس کی کیا  
 مشابہت ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ عام طور پر کسی اصل کو اپنے اثر سے مشابہت  
 نہیں ہوتی۔ اور چونکہ تم سمجھ ہوئے ہو کہ ہر اصل کو اس کی اثر کے مشابہ ہونا چاہیئے۔ اسیلے  
 تم ان رنجوں اور تکلیفوں کا منشا نہیں سمجھ سکتے جو تم کو گناہ کے عوض میں دی جاتی ہے۔  
 واقع میں وہ سزا بلا وجہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ حق سبحانہ بدوں گناہ کے تکلیف اور سزا نہیں دیتے  
 پس جو چیز کسی سزا کی اصل اور اس کو کھینچنے والی ہے۔ گو وہ سزا اپنے اصل کے مشابہ  
 نہ ہو۔ مگر وہ پیدا اسی سے ہوئی ہے۔ اس کی تم سمجھ لو کہ تمہاری تکلیف ضرور تمہاری غلطی کا  
 نتیجہ ہے اور اس سزا کا منشا ضرور کوئی خواہش نفسانی ہو۔ اگر تم اس گناہ کو خصوصیت  
 کے ساتھ نہ جان سکو تو عجب سے فوراً حق سبحانہ کے سامنے تضرع کرو اور اس کی معافی  
 چاہو۔ اور سود فہ سجدہ کرو اور کہو کہ اے اللہ! یہ غم اور سزا ضرور اسی لیے ہے کہ میں  
 مستحق سزا ہوں کیونکہ اے سبحان! اور اے ظلم و ستم سے پاک تو بے قصور جان کو تکلیف  
 اور سزا نہیں دیتا۔ اور گو میں خصوصیت کے ساتھ اس جرم کو نہیں جانتا۔ مگر اتنا ضرور...  
 جانتا ہوں کہ سزا کے لیے کسی جرم کی ضرورت ہے۔ پس ضرور مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے  
 جس کی یہ سزا ہے۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ جب آپ نے میرے جرم کو میرے علم  
 مخفی کیا ہے تو اس کو آپ ہمیشہ کے لیے پوشیدہ رکھیے یعنی مجھے سزا سے معافی۔  
 دیجئے اس لیے کہ سزا دنیا میں جرم کا اظہار ہے۔ کیونکہ عقوبت سے میری چوری ظاہر ہوگی  
 (فائدہ: اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایلام حق سبحانہ کی ضروری تفصیل  
 کر دی جائے۔ تاکہ مضمون شنی کی توضیح ہو جائے اور کسی کو مغالطہ نہ ہو۔ سود واضح ہو کہ حق...  
 سبحانہ کو اپنی مخلوق پر مختلف قسم کے حقوق حاصل ہیں وہ ان کا مالک بھی ہے اور مرنے بھی۔



اور بادشاہ حاکم بھی۔ پس اگر وہ کسی کو بحیثیت مالکانہ تکلیف پہنچا دے۔ یا اس میں کوئی تصرف کرے تو چونکہ وہ اس حق کی بنا پر ہے جو اس کو حاصل ہے تو یہ تصرف کی حالت میں ظلم نہیں کہلا سکتا لیکن چونکہ وہ حکیم بھی ہیں اسلئے اس تصرف میں کسی حکمت کا ہونا ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ اس حکمت کا علم مخلوق کو بھی ہو۔ بلکہ اس حکمت کا خدا کو علم ہونا کافی ہے اور اگر وہ کسی کو مرتبانہ حیثیت سے تکلیف پہنچا دے تو چونکہ وہ بنا بر مصالح مخلوق ہے خواہ بنا بر مصلحتِ مومن ہو۔ یا بنا بر مصالحِ مخلوق دیگر۔ اسلئے اس کو بھی ظلم نہیں کہا جاسکتا۔

مثلاً ڈاکٹر کسی مریض کی مصلحت کا لحاظ رکھ کر اس کو کوئی عضو کاٹ ڈالے یا کسی جگہ شگاف دیدے۔ یا کوئی حاکم بنا پر رعایتِ مصلحت عامہ بشرائطِ مخصوصہ کوئی ایسا فعل کرے جو بعض رعایا کے لیے موجب تکلیف ہو تو اس ڈاکٹر یا حاکم کے فعل کو ظلم نہ کہا جائے گا اور اگر وہ کسی کو حاکمانہ حیثیت سے اور بطور سزا کے کوئی تکلیف دے تو اس کے لیے ضرورت ہے کہ مومن کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو۔ کیونکہ سزا بلا جرم ظلم ہے اور حق سبحانہ ظلم سے منزہ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ شَيْئًا ذَرَّةً

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ غیر مکلفین کو جو تکلیفیں ہوتی ہیں ان کا منشا یا حق مالکانہ ہوتا ہے یا حق مرتبانہ۔ اور ان کے لیے کسی جرم کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو تکلیفیں مکلفین کو ہوتی ہیں ان میں تینوں احتمال ہوتے ہیں یہ بھی کہ بحق مالکانہ ہوں اور یہ بھی کہ بحق مرتبانہ ہوں۔ اور یہ بھی کہ بحق حاکمانہ اور بطور سزا ہوں۔ تیسرے صورت میں تقدم جرم لازمی ہے اور پہلی دو صورتوں میں جرم کی ضرورت نہیں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ جو تکلیف

عہ : شرائطِ مخصوصہ کی قید ہم نے اسلئے بڑھائی ہے کہ ہر حاکم کو ہر مصلحت عامہ کا لحاظ کر کے ایسا فعل کرنا جو بعض رعایا کے لیے موجب تکلیف ہو جائز نہیں ہے بلکہ خاص شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً یہ کہ وہ فعل کسی اور ہم مصلحت کے معارض نہ ہو۔ نیز اس میں کسی حاکم بالادست ۔۔۔۔۔ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ

منزل کے طمع پر ہو فقط۔ اس کے لیے تقدم جرم کی ضرورت ہے اور کسی تکلیف کے لیے تقدم جرم کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ مکلف یہ نہیں جان سکتا کہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کا منشا کیا ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے کو متہم کرے اور سمجھے کہ یہ میرے کسی جرم کا نتیجہ ہے اور حق سبحانہ سے استغفار کرے کیونکہ اگر وہ کسی تکلیف کو اپنے گناہ کا اثر سمجھے گا اور اس کے استغفار نہ کرے گا۔ اور واقع میں وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوگی تو اس کے ایسا کرنے میں فرغ خدا کا اندیشہ ہے۔

اس تفصیل سے ما اصابکم من مصیبة فَمَا كَسَبَتْ ایدیکم کا مطلب بھی واضح ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں مصیبت کے ہر تکلیف مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ تکلیف مراد ہے جو منزل کے طور پر ہو۔ اور جس طرح دلائل عقلیہ اس تخصیص پر دلالت کرتے ہیں۔ یوں ہی دلائل نقلیہ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً خود حق سبحانہ فرماتے ہیں وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ الخ یہ آیت دلیل ہے اس امر کی کہ ہر تکلیف کا منشا جرم نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں حق سبحانہ نے بعض تکالیف کا منشا محض امتحان قرار دیا اور ان کو کسی جرم کا نتیجہ قرار نہیں دیا نیز دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعُسَىٰ اَنْ تَكُوْهُوا شِیْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایک مصیبت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لوگوں کو اس مصیبت میں پھنسانا کسی جرم کا سبب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا منشا رحمت ہے جس کی طرف ہمو خیر لکم میں اشارہ ہے پس ضرور ہوا کہ آیہ مذکورہ بالا میں مصیبت سے مراد ہر مصیبت نہ ہو۔ بلکہ خاص مصیبت ہو وہ ہو المدعی۔ پس آریوں کا آیہ مذکورہ میں مصیبت کے ہر تکلیف مراد لینا مقصود متکلم کے خلاف ہے اور اس تنازع پر استدلال صحیح نہیں)

اچھا اب ہم بادشاہ کی توبہ کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس کے توبہ کے اسرار معلوم ہوں۔ اچھا سنو! کنیزک کے منہ سے واقعہ خیانت افسر شکر اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے فرقا توبہ کی اور اپنے جرم اور اپنی لغزش اور ضد کو یاد کیا اور اپنے دل میں کہا کہ جو کچھ میں نے دوسروں کے ساتھ کیا تھا۔ وہ میرے آگے آیا۔ میں نے دوسروں

کے محبوبوں پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اس کا وبال مجھ پر پڑا اور جو کُنواں میں نے اوروں کے لیے کھودا تھا اس میں میں خود گر گیا۔ میں نے دوسروں کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تھا میں نے افسر نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! جو کوئی دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بد فعلی کا قصد کرتا ہے وہ گویا کہ اپنی بیوی کی بھرمتی کرتا ہے کیونکہ جس جرم کا وہ ارتکاب کرتا ہے وہ بدالات حال اس کی مثل سزا پر رضا مند ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جینا تم ہوتا ہے اسی قسم کی اس کی سزا ہوتی ہے پس جبکہ تم نے دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بد فعلی کا ارتکاب کیا تو حالاً تم نے ویسی ہی سزا کو قبول کر لیا۔ اسگ تمہارا دیوتھ ہونا خود ظاہر ہو گیا۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ بادشاہ نے کہا کہ میں نے شاہ موصل سے کینز غضب کی تھی اوروں نے مجھ سے چھین لیا۔ وہ افسر میرا معتمد اور غلام خاص تھا۔ وہ ہرگز خیانت نہ کر سکتا تھا اسکو خائن خود میری خباثت نے بنایا ہے۔

اچھا اب اس کا وقت نہیں ہے کہ اس کے دشمنی نکالی جائے اور بدلہ لیا جائے بلکہ خاموشی اور غفو ہی مناسب ہے کیونکہ میں نے اپنا کام خود خراب کیا ہے اس کا کیا قصور ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں اس افسر اور کینز سے انتقام لیتا ہوں تو اس ظلم کا وبال بھی مجھ ہی پر پڑے گا جیسا کہ اُس جرم کا وبال پڑا ہے پس مجھے انتقام کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ اور جب مجھے ایک بار تجربہ ہو چکا ہے تو پھر دوبارہ اُس قسم کی حرکت کر کے دوسری دفعہ اس کا تجربہ نہ کرنا چاہیئے۔ صاحب موصل کی تکلیف نے میری گردن توڑ دی ہے۔ اب مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ دوسرے وبال کا طالب ہوں۔ حق سبحانہ نے ہم کو بدلے کی اطلاع کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم پھر ایسی ہی حرکت کرو گے تو ہم پھر اسی قسم کی سزا دیں گے۔ اس بنا پر دوبارہ سزا ضرور ملے گی پس جبکہ اس موقع پر زیادتی کرنا ہے فائدہ ہے تو اب صبر اور شفقت ہی بہتر ہے۔ اے اللہ! ہم نے ظلم کیا اور ہم سے غلطی ہوئی پس اے بڑی رحمتوں والے

تو ہم پر رحم کر۔ میں نے اپنے مجرموں کو معاف کیا تو مجھے معافی دے اور میرے نئے اور پرانے  
 گناہ بخش دے۔ اس کے بعد اسٹیل کینزک سے خطاب کیا اور کہا کہ اے کینزک جو بات  
 تو نے مجھ سے کہی ہے اس کو کسی اور سے نہ کہنا۔ دیکھ میں پھر کہتا ہوں کہ اس بات کا خیال  
 رکھنا۔ اور جو کچھ تو نے مجھ سے کہا ہے اس کو کسی اور کے سامنے بیان نہ کرنا۔ میں امیر سے تیری  
 شادی کر دوں گا۔ مگر خدا کے لئے اس واقعہ کو اس سے بھی ذکر نہ کرنا۔ تاکہ وہ مجھ سے شرمندہ  
 نہ ہو۔ کیونکہ اس نے اگر ایک بُرائی کی ہے تو لاکھوں بھلائیوں کی ہیں ایسی حالت میں اُسے  
 شرمندہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں بارہا اس کا امتحان کر چکا ہوں اور تجھ سے بڑھ کر حسین  
 حسین عورتیں اس کے سپرد کر چکا ہوں لیکن اس نے خیانت نہیں کی اور ہمیشہ میں نے اسے لہذا  
 این پایا ہے۔ یہ واقعہ محض بتقدیر الہی اور میرے افعال کی بدولت پیش آیا۔ بادشاہ  
 نے کینزک کو یہ ہدایت کر کے افسر کو طلب کیا۔ اور غصہ جو کہ قہر کو مقتضی تھا اس کو اسٹیل دیا  
 اور اس کے ایک جی لگتا بہانہ کیا اور یہ کہا کہ مجھے اس لونڈی سے سخت نفرت ہو گئی ہے کیونکہ  
 اس کے رشک سے بچی کی ماں بہت کڑھتی ہے اور اس کے رشک سے وہ ہمیشہ مبتلائے رنج  
 رہتی ہے اور چونکہ وہ قدیم الصبیہ ہے اس لئے اس کے حقوق مجھ پر بہت ہیں اور وہ اس  
 قسم کی تکالیف کی مستحق نہیں ہے پس چونکہ وہ نہایت رشک کرتی ہے اور اپنا خون  
 جگہ کھاتی ہے اور اس کینزک سے اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں  
 کہ اس کو الگ کر دوں۔ پھر خیال کرتا ہوں کہ جب الگ کر دوں گا تو آخر کسی کو دوں گا۔ ایسی  
 حالت میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کو دے دوں کیونکہ تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ اس  
 لئے کہ تم اس کے لئے جان پر کھیل گئے ہو۔ اور اس کو اپنی جان بچ کر لائے ہو۔ پس  
 مناسب نہیں ہے کہ تمہارے سوا کسی اور کو دی جائے۔

یہ کہہ کر اس کا امیر سے نکاح کر دیا اور اس کو امیر کے حوالہ کر دیا اور غضب اور حرص کو  
 بالائے طاق رکھ دیا اور اس کا امیر سے نکاح کر کے اس کو امیر کے سپرد کر دیا اور اپنے  
 غضب اور حرص کو چھٹا چھڑ کر دیا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو اس بادشاہ میں مستی حیوانی کی تھی مگر اس میں پیغمبروں کی

مردانگی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنے غضب اور شہوت اور حرص کو چھوڑ دیا۔ اور ان کا چھوڑ دینا پیغمبروں کی مردی اور رگ پیگیری ہے پس اگر اس میں گدھوں کی مستی نہ ہو۔ نہ سہی خلا سے عظیم الشان خان خاں کہتا ہے اور یہی درکار بھی ہے کیونکہ اگر ہم عورتوں کی نظر میں بالکل مردہ ہوں مگر ہم پر حق سبحانہ کی نظر عنایت ہو یہ ہزار درجہ بہتر ہے اس لئے کہ ہم لوگوں کی نظر میں زندہ ہوں۔ مگر حق سبحانہ سے دُور اور اس کی درگاہ سے مردود ہوں۔ تم سمجھ لو کہ حقیقت مردی ترک غضب و شہوت و حرص ہے اور غلبہ شہوت مردی نہیں ہے بلکہ یہ محض بے وقعت چیز ہے۔

کیونکہ غلبہ شہوت تو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے اور ترک شہوت وغیرہ جنت میں پہنچانے والا ہے کیونکہ غلبہ شہوت موجب تلذذ و تنعم ہے اور ترک خشم وغیرہ موجب اذیت اور نہایت ناگوار۔ اور جنت ناگوار یوں سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشات نفسانیہ سے۔ پس ناگوار یوں کے تحمل سے آدمی جنت میں پہنچتا ہے اور خواہشات نفسانیہ کے اتباع سے دوزخ میں۔ اس قصہ کو حکم کو کے پھر مولانا خطاب محسود کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

### دیگر بار خطاب پادشاہ باایاز و امتحان کردن ارکان

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکان دولت کا امتحان لینا

### دولت را و نمودن فرمانبرداری ایاز بایشان

اور ایاز کی فرمانبرداری ان کو دکھانا

لے جینے میں کامیاب رہیں  
شار میں نے پہلے کہے  
بات پہنی ہے کرت کو آ  
سے گہری گئی ہے اور  
معر کا ترس میں کیا ہے  
کڑی خواہش نفس سے  
گہری گئی ہے ظاہر ہے  
یہی بات حدیث کی ہیں  
پہنی ہے اور بات حدیث  
سے ظاہر ہے۔ دیگر کہ  
سلطان محمود نے ایاز کو دو  
خطاب کیا اور ان کو ایاز کی  
فرمانبرداری دکھانی۔ مگر ان  
میں پیغمبروں کی مردی  
بہ دوسرے سرکاروں کے  
جو تباہی سمجھا

مردی خرم فروں مردی جش  
گے کہ مردانگی کم ہے ہوش کی مردانگی بڑھانی  
لعب کو دکھ کو دیش تایت  
تیرے سامنے پہن کا کیں تھا۔ زبہ مردانگی  
جاں سپردہ بہر افرم در وفا  
دفا داری میں میرے حکم پہ جان فدا کردی  
ایں حکایت گوش کن تا واری  
ہ حکایت تھی ہے تاکہ ترنماں باجائے

لے ایاز شیر نر دیو کش  
لے ایاز: فرخیرا دیو کو مار ڈالنے والے  
آپنے چندیں صدر لدا رکش نکر د  
جس چیز کو اپنے صدوں نے نہ سمجھا  
اے بدیدہ لذت امر مرا  
لے وہ: جس نے میرے حکم کا خدا جیسا ہے  
اے کہ از تعظیم امر شش آگہی  
لے وہ: کہ تو جس بادشاہ کے حکم کی پیروی ہے

داستان ذوق امر و چاشنیش  
علم کے ذوق اور اس کی چاشنیش کی داستان

باشنو انکوں در میان مغنیش  
اب اس حکایت منبری بیان گوش لے

دادن شاہ گوہر را در میان دیوان و مجمع بدست زیر  
پیکری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ جس  
اس پچند آرزو و مبالغہ کردن وزیر در قیمت فرمودن  
قیمت کا ہے اور قیمت اس وزیر کا بابت کرنا اور بادشاہ  
شاہ کہ انکوں اس را بشکن و گفتن وزیر کہ اس گوہر  
کا ہم دینا کہ اب اس کو تقدیر ہے اور وزیر کو کہنا کہ اس کو  
نفیس را چگونہ بشکنم  
موتی کو کیسے توڑوں

۷۷ اتے بدیدہ لے باز  
تویرے حکم کی نیت سے  
واقف ہے اس نے تویرے  
حکم پر جان بھرتا ہے کہ  
یہ مرہ نام کا کام ہے امیش  
میں شین کی غیر شاہ کی باب  
ہے چاشنیش کی غیر ہر کی  
جانب اور مغنیش کی غیر  
حکایت کی جانب موتی ہے  
۷۸ دیوان، دفتر، دربار  
چند آرزو کس قیمت کا ہے  
گفت یعنی بیان کرنا ہے  
نے کہا ہے شش بندہ

۷۹ ششیر روشن خروار  
گدھے پر لادنے کا ہوا محزون  
خزانہ نیاید درسا جس کی  
قیمت کا اندازہ نہیں لگایا  
ما سکتا۔ ہذرہ انگاں  
غلطے شامی لباس تھے  
فتی کا مال ہے نوجوان  
۸۰ ملے محلہ بکروں کا جوڑا  
مشغول محسن چونکہ بادشاہ  
کو سب کا استعما لینا تھا  
تو بات کاٹ دی تاکہ اثر  
نودوسروں سے سوال و  
جواب کرے۔ حاجب  
جو دربار جویشی کا وزیر ہوتا  
تھا۔

گفت رونے شاہ محمود غنی  
کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن

شاہ رونے جانب دیوان شیتا  
ایک دن، بادشاہ پیکری کی جانب گیا  
گوہرے بیروں کشید او مستنیر  
اس نے ایک روشن موتی بہر کا لہر  
گفت چون ست چار زوایں گہر  
کہا کیا ہے اور یہ موتی کس قیمت کا ہے  
گفت بشکن گفت خوش بشکنم  
کہا توڑ دے اس نے کہا اسکو کیسے توڑوں  
چوں روا دارم کہ مثل اس گہر  
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی  
گفت شاباش و بدادش غلطے  
کہا شاباش ہے اور غلط غطا کی  
کردا یشار وزیر اس شاہ جوڈ  
اس شاہ سخی نے وزیر کو غطا کر دیا  
ساتے شاں کرد مشغول سخن  
ان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا

آں شر غنی و سلطان سنی  
جو غنی کا باضاد اور بزرگ شاہ تھا

جملہ ارکان ادراس دیوال بیتا  
اس پیکری میں سب ارکان کو (موجود) پایا  
پس نہادش زود در کف وزیر  
پھر اس کو جلد وزیر کی بھیلی پر رکھا  
گفت بیش از زر صد خروار زر  
اس نے کہا سونے کے سیکڑوں بولوں کا اندازہ قیمت کا  
نیک خواہ مخزن و مال متهم  
میں آپ کے مال اور خزانہ کا غیر خواہ ہیں  
کنیاید و رہا گرد ہذر  
جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا انگاں ہر جا  
گوہر ازوے بستد آں شاہ فتنے  
اس جو انور شاہ نے موتی اس سے لے لیا  
ہر لباس و محلہ کو پوشیدہ ہوڈ  
جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا  
از قضیہ تازہ و راز کہیں  
نے معاملہ اور پرانے راز میں

تھے گفت۔ ماجب نے کہا  
یہ آدمی سلطنت کی قیمت کا  
ہے خود شیر تیغ یعنی وہ  
جس کی تلوار سورج جیسی  
چمکدار ہے تیغ چمک  
کرتخت۔ دن کی روشنی  
اس کے سامنے مائل ہے۔

لے اور آ رہا ہوا تیغ خواہ  
کشتور۔ انکی تعریف اسنے کی  
تاکہ دوسروں کا امتحان کر کے  
بقدر تعویذی دیکے بعد شاہ  
نے وہ موتی ایک دوسرے  
ایمر کے ہاتھ میں دیا۔ نہیں  
تیغی، جالیگیا۔ وہ ایسے جو  
ملازمین کو سالانہ دیتے ہیں۔  
آن خیسایں۔ یہ داد و پیش  
ان سب کیلئے گراہی گلیب  
تھی چونکہ مجھ سے تھے  
کشاہ کو جواب پسند آ رہا  
ہوئے وہ انعام دے رہا ہے۔  
تھا۔ نہیں۔ جو جواب پیسے  
ایمر نے وہ اس کی تعید میں  
سب ایروں نے وی جوت  
دیا۔ اگرچہ۔ دنیا کا کام تقلید  
سے ہی چل رہا ہے۔ درکار  
وہ موتی کیے بعد دیکرے  
اسی طرح ایروں کے ہاتھ  
میں جاتا رہا۔ اخیر میں شاہ  
نے ایاز کے ہاتھ میں دیا۔  
تھے ایک بیگ۔ شام نے  
ایاز سے کہا اس موتی کو  
سب سرور دیکھ گئے اب  
تو بھی دیکھو۔ رستمین  
موتی ایاز کے ہاتھ میں جب  
پہنچا تو اس نے پہلے سوارا  
کی تقلید میں جواب نہ دیا  
اور بادشاہ کے انگر خلعت  
وغیرہ دینے سے دھوکے  
میں نہ آیا۔

بعد ازاں دادش بدست چاہے  
انکے بعد اس کو ماجب کے ہاتھ میں دیا  
گفت ارزدایں بنیمہ ملک  
اس نے کہا یہ آدمی سلطنت کی قیمت کہے  
گفت بشکن گفت خورشید تیغ  
کیا تو اسکو توڑ دے اس کا اے سورج کی تلوار ولے!  
قیمتیں بگذار میں تاب و لمع  
انکی قیمت کو رہنے دیکے چمک اور روشنی کو دیکھنے  
دست کے جنب مراد کر سرد  
انکے توڑنے میں میرا ہاتھ کب لے گا!

شاہ خلعت داد و آذرارش فرزود  
شاہ نے انکو خلعت دی انکی تیغ خواہ بڑھادی  
بعدیک ساعت بدست میراد  
تعویذی دیر کے بعد ایک ایمر کے ہاتھ میں دیا  
اویامی گفت دہمہ میراں ہمیں  
اس نے دی کہا اور سب ایروں نے دی  
جالیگیا شاہ ہمیں انسرود شاہ  
بادشاہ انکے دیکروں کے جوڑے بڑھا رہا تھا  
انچنین گفتند بنچہ شصت ایمر  
پچاس ساٹھ ایروں نے بھی کہا  
گرچہ تقلید سنت استون جہاں  
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے  
شاہ چون کرد امتحان جملگاں  
شاہ نے جب سب کا امتحان کیا  
ہچنین دروور گرداں شد گہر  
موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا  
آخریں نہباد در گفت ایاز  
بالآخر اس کو ایاز کی جیلی پر رکھا  
یکتہ یک یزدایں گوہر تو ہم  
انھوں نے ایک ایک کر کے اس موتی کو دیکھا تو بھی

کہ چہ ارزدایں بیشیں طلبے  
کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے؟  
کش نگہدار خدا از مہلکت  
خدا اس کو بڑا دی سے بچائے  
بس دروغ ستایش کنستن بہر دروغ  
اسکا توڑنا بہت کاہل انسو ہے بہت قابل انسو  
کہ شدت اس نور و زاور تیغ  
کہ دن کی روشنی انکے تابع بن گئی ہے  
کہ خزینہ شاہ را با ششم عدو  
بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟  
پس وہاں در مدح عقل او کشتور  
پھر اس کی عقل کی تعریف میں منہ کھولا  
دور آں امتحان کن باز داد  
اس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا  
ہر کیے را خلعت داد او تمیں  
اس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی  
آں خیسایں را بزر واز رہ گاہ  
ان کیسوں کو راست سے کنویں میں لگیا  
جملہ ایک یک ہم تقلید وزیر  
وزیر کی تقلید میں ایک ایک کر کے سب نے  
ہست رسوا ہر مقلد را امتحان  
آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے  
مال و خلعت بردہر یک کیل  
ہر ایک نے لا اعتدال مال اور خلعت حاصل کیا  
تا بدست آں ایاز دیدہ ور  
یہاں تک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں آیا  
گفت اورا کاے حریف دیدہ با  
اس سے کہا اے ماجب نفرت دوست  
در شعا عیش در نگر اے محترم  
اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے



رسیدن گوہر از دست بدست آخر دور بایاز و کیاست  
 موتی کا دست بدست آخری دلد میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچا اور ایاز کی  
 ایاز و مقلد ناشدن اوایشان را و مغرور ناشدند او  
 زبات اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اسکا دھوکے میں نہ پڑنا  
 بمال دادن شاه و خلعتہا و جا بلیکھا افزوں کردن  
 بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

مدح عقل ایشان کردن بگوین کہ شاید مقلد را مسلمان دانستن  
 ان کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہئے  
 مسلمان باشد اما نادرا باشد کہ مقلد ثبات کند بران اعتقاد و  
 مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور  
 مقلد از میں امتحانہا بسلامت میرسد کہ ثبات بینایان اور  
 مقلدان امتحان سے سلامت کیساتھ عہدہ برآجوں کو کہ وہ دور اندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

چند می ارزد بدیں تاب و ہنر  
 اس چمک اور دل کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟  
 گفت انکوں زود خوش و دشمن  
 اس نے کہا اب اسکو فوراً ریزہ ریزہ کر دے  
 خرد گردش پیش او آں بد صواب  
 اس کو توڑ دیا انکے نزدیک یہ درست تھا  
 دست داداں لحظہ نادر بخشش  
 اس وقت نادر حکمت انکے ہاتھ آگئی  
 کردہ بود اندر نعل دوسنگ را  
 اس نے دو پتھر بن میں دالے تھے  
 کشف شد پایاں کارش ز آکر  
 انکے لئے انجام کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے کھل گیا تھا  
 پیش او یک شد مراد بے مراد  
 انکے لئے مراد اور نامراد یکساں ہے  
 اوچہ تر سدا ز شکست کارزار  
 وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

لے ایاز انکوں بگوئی کایں گہر  
 اے ایاز اب تو بتا کہ موتی  
 گفت افزوں ز آنچه تا نم گفت من  
 اس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اس سے بڑھا ہوا ہے  
 سنگہا و آستیں بوش شتاب  
 پتھر اس کی آستیں میں تھے، جلد  
 ز اتفاق طالع باد و تشش  
 اس کے باقیان نصیب کے اتفاق سے  
 یا بخواب ایس دیدہ بوداں صفا  
 یا اس روشن دل نے خواب میں تو کیسا تھا  
 پیچہ یوسف کا ندر و نفع چاہ  
 یوسف کی طرح کہ کنوس کی گہرائی میں  
 ہر کراستع و ظفر سیف داد  
 جس کو رخ اللہ کامیابی نے پیغام دیا  
 ہر کہ پایتداں شے شد وصل یاد  
 یاد کا وصل جس کا مناسبت ہو گیا

ادھمک تقیہ ایسان  
 معتر نہیں ہے ایمان کا استحقاق  
 یقین سے ہے اور اعتقاد کو عموماً  
 یقین حاصل نہیں ہوتا ہے  
 معمولی خلک کو ہے اس کا  
 علم زایل ہو جاتا ہے۔  
 بینائیاں وہ لوگ جن کو  
 میں یقین کا درجہ حاصل  
 ہوتا ہے۔ اے ایاز۔ بارشہ  
 نے موتی کی قیمت ایاز سے  
 گھواں اس نے جواب دیا کہ  
 یہ اس قدر بیش قیمت ہے کہ  
 اسکی قیمت کا بیان کرنا  
 ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے  
 اسکو توڑ ڈال اسی آستین  
 میں پتھر تھا اس نے اس کے  
 ذریعہ فوراً اسکو توڑ ڈالا اسکا  
 نصیب تھا کہ دانائی نے اسکا  
 ساتھ دیا لیکن ہے کہ اس نے  
 خواب میں یہ قصہ دیکھا ہے  
 اور اسی لئے وہ آستین میں پتھر  
 لیکر مجلس میں آیا ہو۔  
 لے ہجو حضرت یوسف نے  
 قیدی میں خواب میں آنے  
 والے واقعات دیکھ لئے  
 تھے۔ ہرگز۔ جس شخص کو فتح  
 اور کامیابی کی خوشخبری مل  
 چکی ہو اس کے لئے فتح و شکست  
 کے اسباب یکساں ہوتے ہیں۔  
 لے پایتداں خاص چون  
 جب بازی کی کامیابی پر  
 یقین ہو جاتا ہے تو اس کو  
 اپنے اسب اور نعل کے  
 بدلے کی کوئی پروا نہیں ہوتی  
 گرچہ اسکا حریف اگر  
 انکے اسب کو مارے تو  
 اس کا پٹیا اسکی کامیابی کا  
 بیش خمیہ ہوگا۔

لہ تردد را شرطی کو اچھے  
 کوئی بہت نہیں ہوتی وہ تو  
 جیسے کا خواہاں ہوتا ہے تیر  
 ہمیشہ ہی تپ صداع۔  
 دوسرے صورت یعنی امید  
 معنی یعنی کامیابی بہت حدی  
 کے اور ان کے بھی مراتب  
 مختلف ہیں ناہ کو انجام کا کم  
 رہتا ہے کہ کہنے کیا ہوتا ہے  
 عارفوں جو لوگ مکمل ہیں انکو  
 ابتداء سے ہی انجام کا کم  
 ہوتا ہے اور انکا غم خوف  
 اور امید کو ختم کر دیتا ہے۔  
 گھ وید عارف باہاں ایسا ہے  
 جو بڑا ہے اسکی پیداوار کیا  
 ہوگی چونکہ اسکی عقل ہی علم  
 حاصل ہو گیا ہے لہذا انجام  
 کے فکر کا ضرور قتل ختم ہو گیا  
 ہے۔ نیز اسکو ہی انجام کے  
 بارے میں خوف اور امید کی  
 کلکلی تھی لیکن اس پر حقیقت  
 واضح ہو جانے کی وجہ سے اب  
 خوف ختم ہو گیا ہے اور امید  
 باقی رہ گئی ہے۔  
 گھ خوف۔ اس کے لئے  
 اب خوف ختم ہو گیا اور وہ نو  
 بکر نور و طلق کے تابع ہو گیا۔  
 زاتحسان ایاز بھی انہی میں  
 سے تھا جن کو انجام کی خبر  
 ہوتی ہے لہذا وہ بادشاہ  
 کے احکام و فیروے کے  
 میں بڑا ہو کر جس نے  
 مقلد کو شاہ کے حکم کے مطابق  
 فیض توڑا لایا تاکہ وہ اسکو  
 نے شہر کیا اور ایاز سے کہا  
 کرے کیلے بلکہ ہے کہ ایسے  
 عمدہ مقلد کو تو نے توڑ  
 نکالا۔

چوں یقین گشتش کہ خواہد کرد تا  
 جب اسکو یقین ہو گیا کہ وہ مات دے گا  
 گر بڑو پیش ہر آنکہ اسے جو ست  
 شخص اس کا طالب ہے اگر اسکا اسب مارا  
 مگر با اسب کے خوشی بُود  
 انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے  
 بہر صورت تہا ملکش چندین زحیر  
 صورتوں کے لئے استعداد ہی و تاب نہ اشا  
 ہست ز اہدرا علم پایان کار  
 زائد کو انجام کا غم ہے  
 عارفان ز آغاز گشتہ ہوشمند  
 عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں  
 بُود عارف را ہمیں خوف زجا  
 عارف کو یہی خوف اور امید تھی  
 دید کو سابق زراعت کرد ماش  
 دید کو سابق زراعت کر دیا  
 وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے ڈک کاشت کی ہے  
 عاریت او باز ست از خوف نیم  
 وہ عاریت ہے وہ خوف اور گدے سے چھوٹ گیا ہے  
 بُود اور ایم و امید از خدا  
 اس کو خدا سے خوف اور امید تھی  
 خوف طے شد جنگلی امید شد  
 خوف بٹ گیا وہ بہنم امید ہو گیا  
 ز امتحان شاہ بُود آگہ ایاز  
 ایاز بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا  
 خلعت وادرا با زراہش بُود  
 خلعت اللہ و فیض نے اسکو ملوایا  
 چوں شکست او گوہر خاص ز نرگس  
 جب اس نے خاص مقلد توڑا اس وقت  
 کا بیچہ میا کیست و اشد کافر  
 کہ کیا ہے باک ہے خدا کی قسم کافر ہے

فوت اسب فیل پیشش تر شا  
 اسب اور فیل کا مارا جانا انکے لئے کھواس ہے  
 اسب او گویا کہ پیش آہنگ آو  
 تو گویا اسب اس کا پیشرو ہے  
 عشق پیش از پے پیشی بُود  
 گھوڑے سے اسکا عشق آگے بڑھنے کیلئے ہوتا ہے  
 بے صداع صورت  
 صورت کا دردمرغ نہ غیر معنی حاصل کر  
 تاچہ باشد حال او روز شمار  
 کہ قیامت کے دن اسکا کیا حال ہوگا  
 از غم و احوال آخر فنا غ اند  
 آخرت کے احوال اور غم بے نیاز ہیں  
 سابقہ رایش خوداں ہر دورا  
 انکی پیش رفتیں نے ان دونوں کو ختم کر دیا  
 او ہی دانچہ خواہد بُود چاش  
 وہ جانتا ہے کہ اس کی پیداوار کیا ہوگی  
 ہائے و ہورا کرد تیغ حق دومیم  
 اللہ تعالیٰ کی تلوار سے ضرور فنا ہو کر تیغ حق کو دے گا  
 خوف فانی شد عیاں گشت آں  
 خوف فنا ہو گیا وہ امید ظاہر ہو گئی  
 نور گشت و تابع خورشید شد  
 نور بگلیا اور سورج کے تابع ہو گیا  
 و ذریعہ پشہ نشد مگرہ ایاز  
 شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا  
 کرد او گوہر ز امیر شاہ خرد  
 اس نے بادشاہ کے حکم سے مقلد توڑا  
 زان امیر غایت حد باک و فنا  
 امیروں سے بہت حد اور انداز بند ہوئی  
 ہر کس اس بُور گوہر را شکست  
 جس نے اس شہنشاہ کو توڑا

واللّٰ جماعت جملہ از جہل و عی

اور اس جماعت نے نارائی اور اندھے ہیں سے  
قیمت گوہر نتیجہ مہر و دود  
دستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت

در شکستہ دُرّ امر شاہ را

بادشاہ کے مکہ کے موتی کو توڑا تھا  
برخیاں خاطر چرا پوشیدہ شد  
ایں قیمت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن مرا برا باز کہ چرا شکستی جواب دان یا از ایشان

ایہ دن کا ایاز کو علامت کرنا کرتے تھے میں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز نے بہت ان نامور

ایاز نے کہا اے نامور سردارو!

امر سلطان بر بود پیش شما

تمہارے نزدیک بادشاہ کا مکہ بہتر ہے

لے نظرتاں برگہر بر شاہ نے

اے تمہاری نظر موتی پہنے شاہ پر نہیں ہے

من ز شہ بر می نگر دام بصر

میں شاہ سے نظر نہیں پھرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگ آہ

وہ بے گہر جان جو راستہ کے رنگیں پتھر

پشت سوی قیمت گل رنگ کن

پہلوں میں سے رنگ کی گویا کی جانب پشت کرے

اندر آدر جو سبور سنگ زن

نہر میں آجا، شلیا کو پتھر پر مار دے

گر نہ در راہ دیں از رہن زمان

اگر تو دیہ کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہو

گوہر امر شہ بود اے ناکساں

اے ناکھو! موتی بادشاہ کا مکہ ہوتا ہے

امر شہ بہتر بقیمت یا گہر

قیمت میں بادشاہ کا مکہ بہتر ہے یا موتی

یا کہ ایں نیس کو گہر بہر خدا

یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ

قبلتائ غولست جاہ راہ نے

تمہارا قبلہ چلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من جو مشرک رویے نام در حجر

میں مشرک کی طرح پتھر پہنچا نہ رخ نہیں کرتا ہوں

برگزیند پس نہد او امر شاہ

پسند کرے وہ شاہ کا مکہ بھیے ڈال دے گا

عقل در رنگ آور نہ رنگ کن

عقل رنگ دینے والے میں حیران کر دے

آتش اندر بود اندر رنگ زن

بہ اور رنگ میں آگ لگا دے

رنگ و گوہر پرست مانند زنان

عورتوں کی طرح رنگ و گوہر پرستش نہ کر

جملہ بشکستید گوہر اعیان

تم سب نے ملائے موتی کو توڑا

جملہ از کاں خوار گشتند و تر شد

سب آڑ کاں خوار اور ذلیل ہو گئے

لہ و اس جماعت اپنے جہل سے یہ

نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا

اور ان لوگوں نے بادشاہ کا

مکہ توڑا قیمت محبت اور

دستی کے موتی کو انھوں نے

اس موتی سے زیادہ قیمتی

نہ سمجھا۔ آخر شہ ایاز نے ان

امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ

موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ

کا مکہ!

لہ آئے تفر تم لوگوں کا

منظور نظر موتی تھا بادشاہ

کا مکہ نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ

سیدھا راستہ جو در حجر چلاؤ

کو بنا لیا۔ من ز شہ بادشاہ

کو جو در گو موتی کی طرف

توجہ کرنا محبت کا شرک

ہے بے گہر جو شخص راستہ

کے رنگیں پتھر کو بہتر سمجھے اور

شاہ کے مکہ کو پس پشت

ڈال دے وہ خود بے جوہر ہو کر

لہ پشت مضوعات سے

روگردانی کر کے صانع کی

جانب توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ

کا ہر کی طرف رخ کر ملاحظہ

پر اکتفا نہ کر رنگ و گوہر

دنیا کی خوشنائی راہ کی نکاوٹ

ہے جو گہر اصل موتی شاہ

کا مکہ تھا تا فراموشی کر کے تم

نے اس کو توڑ ڈالا۔ حق

ایاز کی یہ تقریر سن کر سب

امیر خشنود اور حیران ہو گئے۔

# شرح

واضح ہو کہ اس قصہ میں محمود و آواز محض روپوشی کے لیے ہیں اور اصل مقصود اس معاملہ کا بیان کرنا ہے جو اہل اللہ اور حق سبحانہ کے درمیان

ہوتا ہے۔ اسلئے اس قصہ میں بعض الفاظ و مضامین تو ایسے واقع ہوئے ہیں جن میں ظاہر قصہ کا لحاظ کیا گیا ہے جیسے ”امی تو سلطان و خلاصہ امر کنی“ وغیرہ اور بعض ایسے جن میں مقصود کی رعایت کی گئی ہے۔ جیسے ”اچھے معلوم تو نبود چیت آں وغیرہ جیسا کہ مضامین آئندہ سے آپ کو معلوم ہوگا اور بعض خطابات و عنوانات تو ایسے آئیں گے جن میں صاف طور پر مقصود کی تصریح ہوگا ان سے یہ امر صاف طور پر کھل جا دیگا۔ کہ مولانا نے آواز سے عبد حقیقی مراد لیا ہے اور محسوس سے شہنشاہ حقیقی۔ جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا تو اب مضمون اول سے آخر تک منسق و منظم ہو گیا اور انتشار کلام جو باوی النظر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے دفع ہو گیا اور تکلف انتقالات کی ضروری نہ رہی۔ محشیں چونکہ اس دقیقہ سے غافل تھے اسلئے انکو

شرح کلام و تعین انتقالات میں سخت دقت پیش آئی ہے فقیر نے۔۔۔ جب یہ مضمون تمہیدی معلوم ہو گیا تو اب جل شاعر سونوٹا دیتے ہیں کہ محمود آواز کو پھر خطاب کیا اور کہا کہ اے مشبہ زراور شیطان کش آواز جس میں مردی حیوانی کم اور مردی عقلی زیادہ ہے۔ تیری کمال عقل کی یہ حالت ہے کہ جس امر کو اتنے اُمر نہ سمجھ سکے وہ تیرے نزدیک ایک بچوں کا کھیل اور نہایت معمولی شے تھا اور اے وہ شخص جو میرے حکم کی لذت سے آتشا ہے اور جس بابے فانیں یہ حالت ہے کہ میرے حکم کے لیے جان دینے میں بھی دریغ نہیں ہے تو نہایت ہی عجیب شخص ہے۔ [فائدہ: اس مضمون کے الفاظ بھی صاف بکار ہے ہیں کہ آواز سے عبد حقیقی مراد ہے] محسوس کہ خطاب کو ختم کر کے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو کہ محمود آواز کی اتنی تعریف کرے اور اسلئے اتنے بڑھانے چڑھانے سے واقف ہے تو یہ حکایت سن! تاکہ تو شک شبہ سے جھوٹ جائے اور آواز کو امروسلطانی میں جو مرزا آتا تھا اسکا بیان تو ایک پرستی بیان کے اندر سن! تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ تعریف بالکل صحیح اور بلا مبالغہ ہے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ غزنی اور علیجاہ بادشاہ نے کہا۔ کیا کہا اسکو تو ہم آگے بیان کرینگے پہلے یہ سن لو کہ ایک روز محمود اپنے دربار میں آیا۔ اور راکیں دولت لے کر اپنے حاضر دربار پایا۔ اس وقت اسلئے ایک مجلس موتی نکالا اور وزیر کے ہاتھ

پر رکھا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب اس نے کہا کہ اس نے کہا کہ اسے زیر یہ موتی کیسا ہے اور کس قیمت کا ہوگا وزیر نے جواب دیا کہ حضور! یہ موتی اشرفیوں کے سو گونوں سے بھی زیادہ قیمت کا ہے جب اس نے یہ کہا کہ تو مجھ نے حکم دیا کہ اچھا اسے توڑ دو اس نے کہا کہ حضور بھلا میں کیسے توڑ دوں۔ میں خزانہ سلطانی اور دولت شاہی کا خیر خواہ ہوں۔ ایسی حالت میں میں کیسے جائز رکھ سکتا ہوں کہ ایسا انمول موتی ضائع ہو جائے محمود اسے شاباش دی اور خلعت سے نواز کیا اور موتی اس کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ اس وقت جو کچھ پہننے ہوئے تھا اس نے وہ سب وزیر کو دیدیا۔

اس کے بعد اس نے لوگوں کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگایا تاکہ یہ اقتدار کے ذہنوں سے بھل جائے اس کے بعد اس کو دربان کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا کہ خریدار کی نظر میں یہ کتنے کا ہوگا اس نے جواب دیا کہ حضور! اس کی سلطنت کا نصف اس کی قیمت ہوگی یہ سن کر محمود نے کہا کہ اچھا اسے توڑ دو اس نے عرض کیا کہ اے بادشاہ! جس کی تلوار آفتاب کی طرح چمک رہی اور عالم گیر ہے اس کا توڑنا نہایت ہی قابل نفوس ہے اچھا آپ اس کی قیمت کو جانے دیجئے اس کی چمک دمک ہی کچھ لیجئے کہ روز روشن کا نور اس کے تابع ہے ایسی حالت میں میرا ہاتھ اس کے ٹوڑنے کے لیے کیسے ہلے گا اور میں اسے کیسے توڑوں گا میں خزانہ شاہی کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا بادشاہ نے اس کو خلعت دیا اور اس کا وظیفہ بڑھا دیا اور اس کے عقل کی بہت کچھ تعریف کی تھوڑی یہ کہ بعد اس کو داروہ عدالت کے ہاتھ میں دیا اس نے بھی یہی جواب دیا جو اوروں نے دیا تھا اور دیگر اُمراء نے بھی۔ ایسا ہی کیا اس نے سب کو بیش بہا خلعتیں عطا کیں اور سخاوتیں بڑھا دیں اور اس طرح ان ذیلیوں کو راہ راست سے ہٹا کر کنوئیں میں گرادیا۔

خبریں خلاصہ یہ ہے کہ پچاس ساٹھ اُمراء نے وزیر کی تقلید میں موتی کے ٹوڑنے کا کار کر دیا۔ اس موقع پر استطراداً اتنا سمجھ لو کہ گو عالم تقلید سے پُر ہے اور اس کا چارہ بھی نہیں کیونکہ تحقیق کے لیے بھی اول تقلید کی ضرورت ہے۔ اور اس لیے کہ گویا کہ عالم ستون تقلید ہی پر قائم ہے لیکن ہر مقلد کو امتحان میں ذلت اٹھانا پڑتی ہے اس لیے تقلید پر اکتفا نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کو تحقیق کا ذریعہ بنا کر درجہ تحقیق حاصل کرنا چاہیے۔

جب یہ مصنوعی استطراد ہی ختم ہوا تو اب سمجھو کہ جب بادشاہ نے تمام اراکین دولت کا امتحان کیا تو ہر ایک بہت کچھ مال و دولت اور خلعت لے گیا اور اس طرح وہ موتی

تمام حلقہٴ اراکین دولت میں گشت کر گیا۔ یہاں تک کہ وہ آخر میں حقیقت شناس ایاز کے ہاتھ میں آیا اور بادشاہ نے اس کو کہا کہ اے صاحب بصیرت ندیم! ان سب نے ایک ایک کو کے موتی دیکھ لیا۔ اب تم بھی اس کی شمع کو دیکھ لو۔ اور یہ بتلاؤ کہ یہ موتی اس چمک اور کمال کے ساتھ کس قیمت کا ہوگا اس پر ایاز نے جواب دیا کہ میں جو کچھ بھی ہوں اس کی قیمت زائد ہوگی۔ جب اس نے یہ کہا تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا اسے توڑ دو۔ اس کی آستین میں پتھر موجود تھے اس نے نکالتے ہی اس موتی کو وہیں چور چور کر دیا۔ اور ایسا کرنا ہی ٹھیک بھی تھا اب یا توں کہا جائے کہ اس کی بادولت طالع کے موافقت سے اس کو یہ نادر حکمت سوجھ گئی یا یوں کہا جائے کہ اس کی خواب میں یہ واقعہ دیکھ لیا تھا۔ غرض کچھ بھی ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ اس آستین میں دو پتھر چھپا رکھے تھے۔ اور اس واقعہ میں اس کی حالت یوسف علیہ السلام کے مشابہ تھی جن کو اپنے معاملہ کا نتیجہ خدا کی طرف سے کنوئیں کے اندر ہی معلوم ہو گیا تھا۔ یہاں سے مولانا فضیلت مآل دے کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسن مآل کا علم ہو جانا نہایت عجیب چیز ہے کیونکہ جس کسی کو فتح و ظفر

پیغام دیدہ پتی ہے یعنی اس کو اپنی فتح کا علم ہو جاتا ہے اس کے نزدیک کامیابیاں اور عارضی ناکامیاں سب برابر ہو جاتی ہیں اور جس کو وصل یار کا اطمینان ہو چکا ہے اور گویا کہ اس طرح وصل یار اس کے پاس رہیں ہو جاتا ہے اس کو اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ خوف نہیں ہوتا اور جس کو یہ اطمینان ہو جائے کہ بازی میں ہی جیتوں گا اس کے نزدیک گھوڑے یا خیل کا مارا جانا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اگر طالب اس کے اس کا گھوڑا لے جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ مقدمہ ہے اس کی فتح کا۔ کیونکہ اس کے لئے اس بازی کا راستہ کھلتا ہے جس سے وہ اپنے حریف کو شکست دے گا۔ ایسی حالت میں اس کو گھوڑے کے مرنے کا کیا رنج ہو سکتا ہے کیونکہ آدمی کو گھوڑے سے رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو جو کچھ تعلق ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ اس کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ پس جبکہ ترقی اس کے مرنے کی صورت

میں یہی حاصل ہے تو اس کا مرنا اسکو کچھ صدمہ نہیں پہنچا سکتا۔  
 جب یہ مضمون معلوم ہو گیا۔ تو اب تم کو چاہیئے کہ تم صورتوں کے لئے زحمت  
 نہ اٹھاؤ اور صورتوں کے لئے درد سر کیے بغیر معنی حاصل کرو۔ کیونکہ مقصود صورتیں  
 نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود حقیقت ہے جیسے کہ شطرنج میں اصل مقصود باقی گھوڑا  
 نہیں ہے۔ بلکہ اصل مقصود مات دینا ہے پس جس طرح شطرنج باز حصول فتح  
 کے لیے باقی گھوڑے کی پرواہ نہیں کرتا اور ان کو مرادیتا ہے یونہی تم بھی حقیقت پھرتوں  
 کو قربان کر دو اور لذات روحانیہ کے لیے لذات جسمانیہ کو چھوڑ دو اور آخرت کے لئے  
 دنیا کو وغیرہ وغیرہ۔ ہاں تو مرنے اور کہا تھا کہ مالِ بین اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ  
 خیال نہیں ہوتا اور اس مضمون کو ہم نے واقعات ثابت کیا تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ نادر خٹک چونکہ مال  
 کا رے مافاقف ہوتا ہے اسلئے اُسے نتیجہ کی فکر ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھئے کہ قیامت میں ہمارا  
 انجام کیا ہوتا ہے مگر عارف آغاز سے واقف ہوتے ہیں اسلئے انکو نتیجہ کے متعلق کوئی فکر نہیں ہوتی۔ یہ  
 ضرور ہے کہ پہلے اہل عرفان بھی امیدِ ہم کی حالت میں ہوتے ہیں مگر اسکے آغاز دانی اس امیدِ ہم کو  
 چٹ کر جاتی ہے دیکھو جو شخص ہوتا ہے وہ مال کا رو دیکھتا ہے اور جانتا ہے  
 کہ انبار غلہ کیا ہو گا اسلئے اسکو اس کے متعلق کوئی فکر نہیں ہوتی پس چونکہ عرفا بھی  
 آغاز دانی کے سبب مال کا رے واقف ہوتے ہیں اسلئے وہ بھی امیدِ ہم کے مخصوصے  
 نجات پا جاتے ہیں اور تیغِ حق اسکی شور و شغب اور صائے داتے کا خاتمہ کر دیتی ہے  
 اور گو ابتداء میں ان کو بھی خلا سے امیدِ ہم دونوں ہوتے ہیں۔ مگر آخر میں خوفِ فنا ہو  
 جاتا ہے اور صرف امیدِ ظاہر ہو جاتی ہے اور خوف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ تمام امید  
 ہو جاتا ہے اور خوف سر یا نور بن کر تابعِ غورِ شید امید ہو جاتا ہے۔  
 (فائدہ: تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ جب تک آدمی محجوب ہوتا ہے اس  
 وقت تک اسکو نجات و عدمِ نجات کے بارے میں غلبان رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ  
 دیکھئے نجات ہوگی یا نہیں لیکن جب وہ عارف ہو جاتا ہے تو اس وقت اسکو نجات کی



طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے اور وہ غلبان جو پیشتر تھا دفع ہو جاتا ہے۔ اطمینان سے مراد ہماری یقین منہیں ہے بلکہ محض سکون قلب مراد ہے) اور وجہ اس اطمینان کی یہ ہوتی ہے کہ اس کو حق سبحانہ کے وعدہ پر اطمینان ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ بدوں جرم کے سزا نہ دیں گے پس وہ نجات کی طرف سے توبہ فکر ہو جاتا ہے اب جو کچھ فکر ہوتی ہے وہ اس کی ہوتی ہے کہ اعمال میں کوئی خرابی نہ آئے اور وہ اپنے اعمال کو درست رکھتا ہے اور انکی درستی کی خود بھی کوشش کرتا ہے اور حق سبحانہ سے اس میں مدد لیتا ہے اور جبکہ وہ حق سبحانہ کی عنایات کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی توفیق اور امداد کو اپنے شامل حال پاتا ہے تو اس کو اعمال کی طرف سے بھی اطمینان ہو جاتا ہے اور اب اس کو نجات کے متعلق بالکل غلبان نہیں رہتا لیکن چونکہ عقلاً وہ یہ جانتا ہے کہ نہ فی نفسہ مجھ سے صدور معصیت کفر وغیرہ ناممکن ہے اور نہ حق سبحانہ پر میری حفاظت واجب ہے اور نہ اسکی میری حفاظت کا قطعی طور پر وعدہ کیا ہے اسلئے عقلی خوف اس کو ضرور ہوتا ہے پس اس تقریر پر چلانا کا کلام خلاف حدیث الایمان بین الخوف والترجاء نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

خیفہ آیا ز امتحان شاہ سے واقف تھا اسلئے اسکی وہی کیا جو بادشاہ چاہتا تھا اور اس کے دھوکہ سے مغالطہ میں نہیں پڑا۔ اور خلعت اور وظیفہ نے اُسے گمراہ نہ کیا بلکہ اُس نے بحکم شاہی موتی کو توڑ دیا۔ جب اسکی وہ خاص موتی توڑا تو امیر نے چلانا شروع کیا کہ اسے یہ کیلے باکی ہے کہ ایسا بیش بہا موتی توڑ دیا گیا۔ واللہ وہ شخص نہایت کافر نعمت شاہی ہے جسکی ایسے بیش بہا موتی کو توڑ دیا۔

اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایاز کے خلاف شور و شر کرتے ہیں جسکی کو حکم شاہی سے ایک موتی کو توڑ دیا تھا۔ حالانکہ خود انہوں نے اپنی جہالت اور اندھے پن سے امیر سلطانی کے موتی کو توڑ دیا ہے یہ روش انکی نہایت غلط ہے کیا مہر و محبت اور خلوص و وفا کا نتیجہ فی الواقع قیمت گوہر ہے۔ جس کی رعایت کو وہ اپنی محبت و وفا کا۔

اور جس کا خیال نہ کرنے کو ایاز کے نمک حرامی کا شاہد بناتے ہیں ہرگز نہیں پس سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے زیرک طبیعتوں پر اتنی کھلی ہوئی بات کیسے معفی رہی۔

اسکو ختم کر کے مولانا ایاز کے جواب کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ اے معزز سزاوار! تم بتلاؤ کہ کیا امر شاہی زیادہ قیمتی ہے یا موتی اور خدا کے لیے تم مجھے بتلاؤ کہ تمہارے نزدیک امر سلطانی اچھا ہے یا یہ عمدہ موتی۔ صاحبو! تمہاری نظر موتی پر ہے اور بادشاہ پر نہیں ہے اور تمہارا قبلہ توجہ راہ راست نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو کہ تم کو راہ راست بھٹاتا ہے مگر میں تو بادشاہ ہی پر نظر رکھوں گا اور اس کی اپنی نظر نہ ہٹاؤں گا اور مشرکین کی طرح ایک پتھر کی طرف رُخ نہ کروں گا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے کمال ہے وہ شخص جو کہ رنگین پتھر (حطام دنیا) کو قبول کرے۔ اور امر حق سبحانہ کو پس پشت ڈال دے اس کی کوئی کہہ کہ اسے بے وقوف تو حسین معشوقوں وغیرہ کی طرف سے منہ موڑ لے اور اپنے عقل کو رنگ پیدا کرنے والے کے مشاہدہ جمال میں متحیر کر۔ اور گھڑے کو توڑ کر ہندی میں گھس جا یعنی مطلوبات خسیہ کے بو رنگ کو آگ لگا۔ اور ان کی معدن کو مطمح نظر بنا۔ اور اگر تو راہ دین کا ڈاکو نہیں ہے تو مرد بن اور عورتوں کی طرح رنگ بو کو مقصود نہ بنا۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر مقولہ ایاز کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا۔ کہ اصل گوہر تو امر شاہ ہے لیکن تم نے کھلم کھلا اس موتی کو توڑ دیا اور تمہیں اس کا کچھ بھی خیال نہ ہوا۔ میں نے ایک پتھر کو توڑا وہ بھی حکم شاہی سے تو تم مجھ پر ملامت کرتے ہو کتنی نا انصافی کی بات ہے پس جبکہ ایاز نے اس راز کو کھولا ہے تو تمام امیر ذلیل اور پریشان ہو گئے اور دل سے اپنی بھول کا عذر کرتے ہوئے سب سے مارے شرم کے سر جھکا لئے۔ اور ہر شخص کے دل سے اس وقت مارے غم کے سینکڑوں آہیں دھوئیں کی طرح آسمان پر جا رہی تھیں۔



لے خود مصنت کرنے  
کے کم سے ہرچہ یعنی اول  
ہر ایک آپس برہنہ تھا۔  
تھ کر شاہ نے ان سزا  
کی نافرمانی پر ان کے تھن کا  
حکم دے دیا اور کہا کہ یہ  
کینے میری جس کے تھن نہیں  
ہیں ان سے جس کو پاک کرنا  
چاہیے انھوں نے ایک پتھر  
کی خاطر حکم عدلی کی ہر پر  
ایز شاہی تخت کی طرف  
دوڑا اور اس کے سامنے جڑ  
کر کے مغاضبت کرنے لگا۔  
قباد - نوشہرہ والے کے باپ  
کا نام ہے پھر ہر رے اوشا  
کر کہ دیا جاتا ہے۔

تھ اتے تھ ہی۔ ایاز نے  
بادشاہ سے کہا آپ تھ نہیں  
دیکھتے جس تقدہ ہا میں ان  
میں آپ کی وجہ سے برکت  
آئی ہے آپ ایسے کریم ہیں  
کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے  
کریم حاصل کیا ہے آپ اس  
قدہ میں ہیں کہ گلاب شہنشاہ  
سے اپنا لباس پاک  
آپ کا عفو اور تقدہ بہت  
کو مغفرت ہے یہ چشم  
پوری ہے اور دشمنان آپ کے  
غفلت کو نیا دیکھ رہے ہیں

لے جزو - جو شخص آپ کی  
حکم عدلی کرتا ہے وہ آپ کے  
عفو کو سہارا لے کر کرتا ہے۔

قصہ گردن شاہ بقتل امر و شفاعت گردن ایاز پیش  
بادشاہ کا ایروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا مناوش  
تخت کے العفو اولے  
کہا کہ صاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کہ ز صدمہ اس خاں اپاک گن  
کہ ان کینوں کو میرے دربار سے صاف کر دیا  
کہ پے سنگ امر مارا بکشند  
جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں  
بہر نگین سنگ شہ خوار و کشتا  
نگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھڑا ہو گیا  
پیش تخت آں اے سلطان فید  
سلطان اعظم کے تخت کے سامنے بیکر گیا

کے قبائے ز تو جرح آرد شکفت  
کہ سے شاہ، کہ تجھ سے آستان قہر ہے  
از تو دارند و سخاوت ہر سخی  
اور تمام سخی سخاوت تجھ سے حاصل کرتے ہیں  
محو گرد پیش اشارت نہاں  
تیرے غنی اشارت کے آگے محروم ہاتھ ہیں  
از خجالت پیسہ من را برودید  
شہر زندگی سے باس پاس پاک کر ڈالا  
رؤ بہاں بر شیراز عفو تو چیر  
تیری صفائی سے نورشاں خبر بہ غالب ہیں

ہر کہ با امر تو بیبا کی گند  
جو شخص تیرے حکم پر بیبا کی کرے  
از و فو عفو گست اے عفو راں  
اے صفائی دینے والے تیری صفائی کی کثرت کی وجہ سے ہے

کہ اشارت مشہ بجلاد کہن  
شاہ نے پڑانے جلاور کو اشارہ کیا  
ایں خاں چلائی صدر رفتند  
یہ کینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں  
امر با پیش چیں اہل فساد  
ایسے شخصوں کے نزدیک ہمارا حکم  
پس ایاز مہر افرا بر حبیبید  
بہر محبت دے جانے والا ۱۰ یاز افسا

سجدہ کر دو گلوئی خود گرفت  
سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا  
اے ہمای کہ ہمایاں فستخی  
اے ہمایاں کہ سب ہما برکت۔  
اے کریمے کہ کر مہائے جہاں  
اے وہ کریم کہ جہان کے کریم  
اے گن گن شہر تخت چو دید  
اے وہ صاحب نصف کہ جب گن شہر نے تجھے  
از غفور تو غفر ایں چشم سیر  
تیری مغفرت سے، مغفرت میری چشم ہے

جز کہ عفو تو کردار دارد سند  
تیری صفائی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے،  
غفلت و گستاخی ایں مجراں  
ان خطاواروں کی غفلت اور گستاخی

شہنشاہ بادشاہ نے جلا کو حکم دیا کہ ان نااہلوں کو میرے دربار سے صاف کر دے۔ یہ نااہل میرے دربار کے کیا قابل ہو سکتے ہیں؟ کہ ایک پتھر کے لیے ہمارے حکم کو توڑتے ہیں اور ہمارا حکم ان خراب لوگوں کے نزدیک ایک رنگین پتھر کے لیے بے وقعت اور ناقابل قبول ہو گیا جب بادشاہ نے یہ حکم دیا۔ تو ایاز مشفق اپنی جگہ سے فوراً اٹھا۔ اور دوڑا ہوا اس عظیم الشان بادشاہ کے تخت کے سامنے آیا۔ اور آداب شاہی بجالایا اور مطابق رسم دربار اپنے گلے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اے وہ کیقباد جس کی رفعت و علو مرتبت سے آسمان بھی متعجب ہے اور اے وہ پٹا جس سے اور پٹا سعادت حاصل کرتے ہیں اور جس پر سخی سخاوت حاصل کرتا ہے اور اے وہ کریم! جس کی بخشش کے سامنے تمام عالم کے کرم محو اور مخفی ہو جاتے ہیں۔ اور اے وہ پاکیزہ! جس کو گلِ سُرخ نے دیکھا تو شرمندگی سے اپنا پیرا ہن سُرخ و لطیف پھاڑ ڈالا۔ آپ کی بخشش سے۔ خود بخشش سیرِ حشم ہے کہ وہ کسی کے جرم کو خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ نظر میں نہیں لاتے

شیر پر غالب ہیں یعنی یہ مجسم خود حضور والا کے سامنے گستاخی کرتے ہیں آپ ان مجرموں کا قصور معاف فرما دیجئے اور ان کی جان بخشی کیجئے۔ بھلا جو حضور کے حکم ساتھ گستاخانہ برتاؤ کریگا وہ حضور کے عفو کے سوا کس پر بھروسہ کر سکتا ہے کسی پر نہیں پس ان مجرموں کی غفلت اور گستاخی حضور ہی کے عفو سے ناشے ہے۔

دعا نکدا: ان اشعار میں صورتِ قصہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

غفلت۔ آقا کی رحمت اور  
عفو کی غفلت ظالموں کو  
عساک اور فاعل بنا دیتی  
ہے، جب انسان کی انگلیں  
دکھ رہی ہوں تو وہ قطع  
فاعل ہوتا ہے۔ بیشک  
آقا کی بہت ماز و نفوذ  
میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

کہ بردِ تعظیم از دیدہ رمد  
کہ کی انگلیں دکھنا انگلیوں سے تعظیمِ زخم کر دیتا ہے  
ز آتشِ تعظیمِ گرد و سونختہ  
تعظیم کی آگ سے بل باقی ہے  
سہو و نسیاں از دلش بیرن جہد  
بھول اور نسیان اس کے دل سے نکلتا ہے

دائماً غفلت ز گستاخی و مد  
غفلت ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے  
غفلت و نسیان بد آموزتہ  
سیکس ہوتی بڑی غفلت اور بھول  
ہمیشہ بیداری و فطنت  
اس کی ہمیشہ بیداری اور سمجھ بھرا کرتی ہے



# شرح

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہمیشہ غفلت ترک تعظیم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ لحاظ غفلت کا خاصہ ہے کہ وہ آنکھ کی بیماری کو کھودیتا اور نظر کو تیز کر دیتا ہے اور خوف آدمی کو بیداری اور کچھ عطا کرتا ہے اور اس سبب سہو اور نسیان دل سے بالکل نکل جاتا ہے۔ دیکھو! ٹوٹ کے دقت لوگوں کو نیند نہیں آتی بدیں خیال کہ کوئی ہماری گڈری نہ اتار لے جائے پس جبکہ گڈری کے خوف سے نیند آڑ جاتی ہے۔ تو جان کے خوف کے ساتھ نیند یا بھول کیسے ہو سکتی ہے یہ دلیل تو عقلی تھی اب ہم اس کا ثبوت قرآن سے دیتے ہیں اور کہتے ہیں لَا تَقْوَ أَخِذُوا إِن تَسِينَا أَوْ اِخْطَاْنَا شَاہِدْ ہے اس بات کا کہ خطا و نسیان ہی ایک حیثیت سے گناہ ہیں۔ ورنہ۔۔۔ دروغ است مدانی کے کیا معنی اور ماہر اس کا یہ ہے کہ ناسی اور خاطی نے عظمت حق سبحا کا لحاظ کامل نہیں رکھا۔ ورنہ خطا و نسیان اس پر حملہ نہ کرتے۔

یہ ضرور ہے کہ خطا و نسیان اضطراری ہیں مگر اختیار سبب یعنی ترک تعظیم میں تو وہ مختار تھا پھر اس تعظیم میں کیوں کوتاہی کی جس کا اثر یہ ہوا کہ نسیان یا سہو خطا پیدا ہوئے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے وہ مست جو مستی میں جرائم کا ارتکاب کھے اور کہے کہ میں معذور تھا کیونکہ اس کا جواب صاحب حق یہ دے گا کہ ہم نے مانا کہ مستی کی حالت میں تو مجبور تھا لیکن اس اختیار کے زوال کا سبب تیری طرف سے تھا پھر تو نے اس کا ارتکاب کیوں کیا۔ بخودی خود نہیں آئی تھی۔ بلکہ تو نے خود اسے بلایا تھا اور تیرا اختیار خود نہ زائل ہوا تھا۔ بلکہ تو نے خود اسے زائل کیا تھا لہذا تو معذور نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر مستی بلا تیری کوشش کے طاری ہوتی تو حق سبحانہ جو کہ روح کو مست کرنے والے ہیں تیرے عہد کا لحاظ رکھتے۔ اور اس تجھ پر عہد شکنی کا الزام نہ لگاتے اور خود تیرے حامی اور تیری طرف سے معذرت کرنے والے ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اسلئے تو معذور نہیں ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں مست حق کی لغزش کا قائل ہوں کہ اسکی خطا بھی صواب

عفو کا معنی - امانت  
 کہا ہے شاہ آپ کے عفو کے  
 مقادیر تمام جہان کی مسافروں  
 ذرہ ہیں اور دنیا کی مسافروں  
 تیرے عفو کی تنہا گئی ہے اسے  
 انسانوں اس کا کوئی ہمسر نہیں  
 ہے اس کا ہمسر زار دینے سے  
 بچتے رہو۔ جانِ خاشاں - ایاز  
 نے بادشاہ سے کہا ان کی  
 جان بخش کر دیے اور ان کو  
 اپنے سے جہان کیجئے آپ کے  
 مقاصد دے شریک ہیں۔  
 عفو کے معنی جس نے ایک بار  
 بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ  
 جہان کی تمنی کیسے برداشت  
 کرے گا اس پر دم کر دیجئے  
 آپ ہجر و فراق کی بات کرے  
 ہیں ان کے ساتھ نہ کیجئے  
 اور جہاں ہے کر دیجئے فراق  
 کے لئے یاد کی جہان سے  
 ہرگز کوئی سرا نہیں ہے۔  
 عفو - شہادت - ہم نے مرد  
 کے سنی میں یا ہے اس صوفی  
 میں اس کا اعلیٰ عظمت ہوتا  
 چاہئے مصرع اول میں تو ہمیں  
 درجہ ہے دوسرے مصرع  
 میں شہادت سے مراد عفو  
 کا عطا کیا جائے - تمنی - آپ  
 عطا کاروں کے فریادرس ہیں  
 کسی شخص کو بھی فراق کی منزل دیں  
 - ایاز کا شاہ کیسے عقلمند ہے ہرگز  
 وصل کی امید میں باقی رہ دینا

فراق کی زندگی - ہجر ہے

عفو ہائے جملہ عالم ذرہ  
 تمام جہان کی مسافروں ایک ذرہ ہیں  
 عفو ہا گفتہ شنائی عفو تو  
 تمام مسافروں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے  
 جانِ شان بخش ز خودشان تم ملے  
 اُن کی ہاں بخند سے اولیٰ ہے آپ کے انگوٹھ نہ کر  
 رحم کن برے کر مئے تو بیدید  
 اس پر دم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے  
 از فراق و ہجر میگوئی سخن  
 تو سراق اور جہان کی بات کرتا ہے  
 در جہاں بنو در تراز جبریار  
 دنیا میں درست کی جہان سے ہرگز کوئی ہجر نہیں ہے  
 صد ہزاراں مرگ تلخ شہادت تو  
 ساتھ دے کے لاکھوں گزری موتیں  
 تمنی ہجر از ذکر و از اناث  
 مژدوں اور عورتوں سے جہان کی تمنی کر  
 بر امید وصل تو مردن خوشست  
 تیرے وصل کی امید پر مرنے بھلا ہے

عکس عفو ت اے ز تو ہر بہرہ  
 لئے وہ ذات اگر ہر وقت تیری معافی کا کس ہے  
 نیست کفوش اینھا الناس القوا  
 اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے لئے لوگو! دور  
 کام شیرین تو اندلے کامراں  
 لئے نرماند! وہ تیرے شیریں مقاصد میں  
 فرقت تلخ تو چوں خواہد چشید  
 وہ تیری جہان کی تمنی کیسے بچے گا  
 ہر چہ خواہی کن ولیکن ایس کن  
 جو چاہے کر، بسک یہ نہ کر  
 ایس سخن از عاشق خود گوشدار  
 اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ  
 نیست مانند فراق شست تو  
 تیرے ملنے (دلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں  
 دور دارلے مجرماں و استغاث  
 لئے عطا کاروں کے فریادرس! دور رکھ  
 تمنی ہجر تو فوق آتش ست  
 تیری جہان کی تمنی آگ سے زیادہ ہے



## شرح

یہاں سے پھر شفاعت ایاز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ  
 ایاز نے کہا کہ تمام عالم کی معافیاں آپ کی عفو کے مقابلہ میں بالکل پتیل  
 اور آپ کی عفو کا عکس ہیں اور جو کچھ کسی کو ملتا ہے وہ آپ ہی سے بلا ہے اور تمام عفو  
 آپ کی عفو کے مداح ہیں (پس) لوگو چونکہ عالم میں اس کی عفو کا کوئی ہمسر نہیں ہے  
 اس لئے تم اپنے عفو کو اس کے عفو کے برابر کہنے سے بچنا) آپ ان کی جان بخشی فرمائیں



اور انکو اپنے دربار سے نکالیں ہی نہیں کیونکہ یہ آپ کے ارکان دولت اور آپ کی ...  
 کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کا روئے مبارک دیکھا ہے۔ آپ ان پر رحم  
 فرمائیں۔ اور آپکو اپنے سے جلد نہ کریں۔ کیونکہ وہ آپ کی ناگوار جدائی کا مزہ کیسے چکھ سکیں  
 گے۔ آپ مفارقت اور جدائی کا نام لیتے ہیں۔ آپ ایسا نہ کریں اور اسکی سوا آپ جو کچھ  
 بچاویں کریں مگر یہ نہ کریں۔ اور آپ اپنے عاشق کی اس بات کا خیال رکھیں کہ دنیا میں  
 کوئی چیز دوست کی جدائی سے بدتر نہیں ہے۔ لاکھوں نہایت ناگوار موتیں آپ کے  
 پھٹکے سے جدائی کے برابر ناگوار نہیں ہو سکتیں پس اے مجرموں کے فریادرس! آپ۔  
 مردوں اور عورتوں سے تلخی، ہجر کو دور رکھیے اور انکو اپنے وصال سے بہرہ مند رکھیے  
 کیونکہ آپ کا وصل اتنا مرغوب اور محبوب ہے کہ اس کی اُمید میں مرجانا بھی بہتر ہے اور  
 آپ کا فراق اتنا ناگوار ہے کہ اسکی ناگواری آتش و زرخ سے بڑھی ہوئی ہے۔

(خاندک: ان اشعار میں مولانا نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو اشارہ کرتے  
 ہیں اس طرف کہ اس قصہ میں محمود سے مراد حق سبحانہ ہیں اور یاز سے عبد حقیقی۔ اور  
 اس قصہ سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ اور حق سبحانہ کا آپس کا تعلق ظاہر ہو۔

لے گئے۔ کو فرمایا بہتر میں  
 یہ کہے گا کہ آپ کی نظر کو جو  
 قہم میں گوارا ہے۔  
 ساحراں۔ آپ کی نظر کو  
 نے زمون کے باد و جوں  
 کے لئے بقا پاؤں کو دینا  
 آسان کر دیا اور انہوں نے  
 آپ کی مشیریں نظر کر اپنے  
 بقا پاؤں کے خون کا بد کرنا  
 تفسیر حب فرود نے  
 ساحروں کو قتل کرنے کی جگہ  
 دی تو انہوں نے کہا ہاتھ  
 باند کئے ہیں کوئی معاف نہ  
 نہیں ہم اپنے رب کی طرف  
 لوٹ رہے ہیں۔ پھر یہی  
 نعرہ سے آسان میں رقص  
 کرتے گئے۔

گرمی گویہ میان آں سقر  
 دوزخ کے دریاں کا فرکہ رہا ہے  
 چرخ غم بوئے گرم کر دے نظر  
 اگر وہ جو بر نظر کرینا مجھے کیا غم ہوتا  
 ساحراں! خون بہائے دست و پا  
 ساحروں کے ہاتھ پاؤں کا زہنہا ہے

تفسیر گفتن ساحراں فرعون اور وقت سیاست کہ  
 سزائے دقت زمون سے ساحروں کے۔ کوئی نقصان نہیں بینک ہم اپنے  
 لَا ضَيْرَ اَنَا اِلٰی رَبِّیْ اَمْ مُنْقَلِبُوْنَ  
 نہ کہ میں کوئی نقصان ہوں۔ کہنے کی تفسیر

نعرہ لا ضیر رشید آسمان  
 آسمان نے۔ کوئی ضرر نہیں۔ کہ نعرہ شننا  
 چرخ گئے شد پے اُل صوبال  
 اُس تلے کے لئے آسمان گیسو بن گیا  
 لطف حق غالب بود بر قہر غیر  
 دوسرے کے قہر خدا دھانے ہاکرم تاشک  
 ضربت فرعون مارا نیست ضیر  
 فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں۔

**۱۰** مہر مہریت۔ اور گردن۔  
 اگر تو ہمارے اس جذبہ کو  
 سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ  
 دیتا۔ ہجرت۔ انگلیکھ دالوں کے  
 جب حبیب ہمارے حضرت  
 سینہ کے حواری کو شہید کیا  
 تو انھوں نے فرمایا کہش  
 میری قوم اس بات کو جان  
 لیتی کہ میرے دل کی میری  
 مغفرت فرمادی اور مجھے  
 معذور بنا دیا۔ انھوں نے شہر  
 باہر سے جس کو اطلاع ملے  
 لایا دیا تھا۔  
**۱۱** فرعون نے میری شہادت  
 کی تھی۔ وہ شہادت تھی۔  
 فرعون کی کسی خامی نہیں ہے  
 جس سے اس کو۔۔۔ ان جادو  
 گروں نے کہا تھا کہ وہاں  
 غفلت سے سر ہمارا اور  
 ہماری پائندہ اور مہینہ  
**۱۲** فرعون نے فرعون کو ہم  
 کہا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں  
 ماحول نے کہا تو انا اور  
 رب دونوں کی حقیقت سے  
 بے پروا ہے انا وہ ہے جو  
 فنا کے بعد مصلحت سے  
 نادان ہے۔ رب تو رب  
 کی حقیقت سے ہی نادان  
 ہے جو اپنی رعایا کے گناہوں  
 سے غور نہ کر رہا ہے کیسے  
 ہو سکتا ہے۔ انا ہم اس  
 انانیت کو جب حاصل ہوتی  
 ہے جب ان اپنی انانیت  
 اور خودی کو ہم پر دیکھتے  
 اور غفلت سے پرہیز ہے۔  
**۱۳** انا میری انانیت  
 خودی نے ہونے سے تو ہمیں  
 ہے ہمیں کہ اگر وہ حاصل کر لے  
 میں ہمارا انانیت ایک  
 دولت ہے مگر حکومت خیر

گردانی ستر ماراے مفضل  
 لے گزہ کرنے والے: اگر تو ہمارا راز جانے  
 ہیں بیا ایں سو بیگیاں رغزوں  
 خبردار! دھڑا دھڑا جا  
 داد مارا فضل حق فرعون نے  
 اشد (دائے) کے فضل نے ہیں فرعون مفاکری  
 سر بر آوے ملک میں زندہ جلیل  
 سر شہا زندہ اور مالیشان سلطنت کو دیکھ  
 گرتو ترک ایں نجس خرقہ کئی  
 اگر تو پس ناپاک سمجھو کہ چھوڑ دے  
 ہیں بدراز مصر لے فرعون دست  
 خبردار! لے فرعون! لے تو اٹھائے  
**۱۴** تو انا رب راہی گوئی بعام  
 تو عام سے "میں خدا ہوں" کہتا ہے  
 رب بر مریوب کے لرزاں بود  
 پروردگار زہر پروردگار سے کہہ رہا ہے  
 نیک انا ما یم رستہ از انا  
 دیکھ! "انا" ہم ہیں "انا" سے چھوٹے ہوئے  
 انا اناے بر تو اے سنگ شکو بود  
 لے گئے! وہ "انا" تیرے لئے نہیں تھی  
 گرنہ ورت لیں انا کے کینہ کش  
 اگر یہ کینہ نکالے والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا  
 شکر آں کز دار فانی میسریم  
 اس کا شکر کہ ہم دار فانی سے چھوٹے ہیں  
 دار قتل ما براقی رحلت است  
 ہمارے قتل کی سولی سفر کا بران ہے

میر مانی ماں زرنج لے کو دل  
 لے دل کے اندر! ہمیں تو ایک نعمت دیتا  
 میزند یا لکنت قومی یعلکمون  
 مکش میری قوم جان نہیں۔ جس کا ہے  
 نے جنہیں فرعون نے بے عوینے  
 وہ فرعون نہیں جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو  
 لے شدہ غزہ بمصر رود نیل  
 لے، مصر اور دریائے نیل پر معذور  
 نیل را در نیل جاں غرقہ کئی  
 تو نیل کو جان کے نیل میں خود سے  
 در میان مصر جاں صد مہریت  
 جان کے مصر میں سیکڑوں مصر میں  
 غافل از ماہیت ایں ہر روز نام  
 اہلک اتقان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل  
 کے انا داں بند جسم و جاں بود  
 "انا" کو جانتے والا جسم اور جان کا باندک ہوتا  
 از اناے پیر بلا لے پیر عنت  
 اس "انا" سے جو عینیت اور استغنیٰ ہے  
 در حق مادولیت محتوم بود  
 ہمارے حق میں یقینی دولت حق  
 کے زوے برا چنیں اقبال خوش  
 تو ایسا اچھا نصیب ہیں کہ حاصل ہوتا  
 بر کسر ایں دار پندت میسریم  
 اس سولی پر ہم جیسے نصبت کر رہے ہیں  
 دار ملک تو غرور غفلت است  
 تیرا دار السلطنت، غرور اور غفلت ہے

گو کہ لے مع اور نیل کی سلطنت پر غور نہ کر گرتو! اگر تو اس حقیر سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو خیر و بد میں  
 اس قدر دست پیدا ہو جائے گی کہ یہ دنیا بھل جاسیں میں غرق ہو جائے گا جہی ہمارے ساموں نے  
 فرعون سے کہا کہ اس مہر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر اٹھ آ جائیگے۔

ایسے حیات خفیہ در نقش مات  
 یہ خفیہ زندگی ہے جو موت کی صورت میں  
 می نماید نور نار و نار نور  
 نور، ایک اور ایک نور نظر آتی ہے  
 ہیں مکن تعمیل اول نیست شو  
 خبردار! بلدی ذکر پہلے نیست میں  
 آں نامے در آزل دل تنگ شد  
 وہ "آنا" ازل میں دل تنگ ہے  
 آں نامے سر و گشت تنگ شد  
 وہ "آنا" سر اور تنگ ہے  
 زائل نامے بے نا خوش گشت جا  
 اس بے "آنا" کے "آنا" کہنے سے جان خوش ہو گئی  
 از آنا چون رست اکنوں شد آنا  
 جب "آنا" سے جھوٹ گئی اب "آنا" ہو گئی  
 اوگر یزان دانے در پیش  
 وہ جاگ : ہے اور "آنا" انکے روپے ہے  
 طالب ادنیٰ نکرد دطالبت  
 تو اسکا طلبگار ہے کہ تیری طلبگار نہ بنے گی  
 زندہ کے مردہ شو شوید ترا  
 تو زندہ ہے مردے کو نہلا نوا لایجے کب نہلا بیگا  
 اندریں بحث از مردہ ہیں بد  
 اس بحث میں اگر عقل راست دیکھنے والی ہوتی  
 یک چون من لم یزدق لم یذربو  
 نہیں چونکہ جس نے نہ دیکھا اس نے نہ جانتا ہے  
 کے شود کشف از تفکر آیں آنا  
 غور کرنے سے یہ "آنا" کب کھلتی ہے

واں مات خفیہ در قش حیات  
 وہ خفیہ موت ہے جو زندگی کے چمکے میں ہے  
 ور نہ دنیا کے بدے دارا غرور  
 ور نہ دنیا دارا غرور کب ہوتی  
 چون غروب آری برار از شرق نو  
 جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا  
 زیر آنا جان بخود دل تنگ شد  
 اس "آنا" سے جان بخود اور دل تنگ ہو گیا  
 ایں آنا خم وادہ ہمچو جنگ شد  
 یہ مست "آنا" جنگ کی طرح ہے  
 شد جهان ادا زانے ایں جہاں  
 وہ اس جہاں سے کود جانے وال ہو گئی  
 آفرینہا بر آناے بے عن  
 بے مشقت کی "آنا" کو شاباش ہے  
 می دو و چون ییدے رالے نش  
 وہ "آنا" دو دن ہے جب وہ انکوائے بغیر دیکھتی ہے  
 چون بگردی طالبت شد مطلبت  
 جب تو گرد گیا تیرا مطلوب تیرا طالب ہی گیا  
 طالبی کے مطلبت جوید ترا  
 تو طلبگار ہے، مطلوب مجھے کب ڈھونڈے گا؟  
 فخر رازی رازدار دیں بدے  
 تو (فخر رازی) رازی دین کے رازدار ہوتے  
 عقل و خبیلات او جرت فرود  
 انکی عقل اور خبیلات نے جرت میں اضافہ کر دیا  
 ایں آنا کشوف شد بعد الفکا  
 یہ "آنا" فنا کے بعد کھلتی ہے

انایت جاری خوش بینی کا  
 سبب میں گئی ہے شکر  
 تیری انایت نے میں جس  
 نالی دنیا سے نجات دہی ہو  
 اب ہم سول پر چڑھ کر گئے  
 نصیحت کر رہے ہیں، قادر  
 یہ سولی ہمارے لئے فریب  
 خداوندی کا مرقب میں گئی ہے  
 ۱۵۰ آج، یہی زمانہ ملت  
 جنت نصرت سات ہے  
 واں تیرا دارا تنگ موت  
 بصورت حیات ہے، دورا  
 دھوکے کا کمر دنا کو اس نے  
 نجاتا ہے کہ یہ حقانی ہو  
 نظر آتی ہے، جس پہلے  
 دھوکے کرید غروب کے بعد  
 سوز صحت سوا آتی آئے  
 لے لے لے جس آنا میں بشری شد  
 نہ ہوا سے روح خوش  
 ہوتا ہے اور انسان اس آنا  
 کے ذریعہ اس دنیا کی آنا  
 نجات پایا ہے پہلے مصرع  
 کے شروع میں جہاں ہندو  
 کے معنی میں ہے دوسرا جہاں  
 دنیا کے معنی میں ہے، اور آنا  
 جب انسان بشری انایت سے  
 چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی فاضل  
 کو حاصل ہوتا ہے، اگر یہیں  
 خالی حقیقت کیلئے گر زلف ہے  
 اور تھا انکے روپے ہے اور  
 اس مظہر میں صفا، اپنی اپنا  
 ظہور جانتے ہیں اور جب تک  
 انسان اپنی آنا کا طالب ہے  
 نہاے حقیقی انکو حاصل ہوگی  
 جب اپنی صفا بشری سے  
 مردہ ہو جائیگا تو فنا خود اس  
 کی طالب بن جائے گی  
 ۱۵۱ زندہ : جب تک انسان  
 اپنی آنا سے زندہ ہے تو اس  
 مردے کو نہلا نہ والا میں فنا  
 اس کیساتھ معروف عمل نہ

اور صاب بشری فنا کرنے سے پہلے آنا کہنا ازل سے مردہ ہے۔ زچہ آنا۔ فنا کے بعد آنا کہنا مردہ ہے۔  
 چنگاے میک باجا ہے جس کی داغ و خش کن ہے۔

می تدا میں غفلت اور افتقار درمغا کے دلول و اتحاد  
 جبر میں = عقلیں جاگتی ہیں غرورے اور دلول و اتحاد میں

ہوگے۔ اندر میں۔ اس بحث میں  
 کہ فنا اپنی آنا غم کرنے کے بعد  
 حاصل ہوتی ہے عقل و مشائی  
 نہیں کرتی ہے دوزخ۔ ۱۱۱۰  
 قرآن میں رانقا جو دلول عقل  
 پر ہر چیز کا ملکہ رکھتے ہیں دین  
 کے اسرار کے سب سے بڑے  
 عالم ہوتے۔ ایک۔ مسائل  
 دلول ہیں جس نے انکا مزاج کچھ  
 وہ انکی حقیقت تک نہیں پہنچ  
 سکتا ان مسائل میں دلائل  
 عقیدہ حیرت میں اور اضافہ کرکے  
 ہیں۔ ایمان۔ حقیقی آنا کا علم  
 فتنے کے بعد واضح ہو چکا ہے۔



**شرح** یہاں سے مولانا اپنے مقصود کی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضمون  
 بالا سے کٹا یہ تم کو حق سبحانہ کے فراق کی سختی معلوم ہوئی ہے اور اس میں  
 دعوے کیا گیا ہے کہ اسکی ہجر کی سختی آتش دوزخ سے بڑھ کر ہے اب اس کٹا یہ کی توضیح  
 اور اس دعویٰ کی دلیل سنو: کفار دوزخ میں کہیں گے کہ اگر آپ ہم پر نظر عنایت کرتے  
 تو پھر ہمیں دوزخ کا بھی طالع نہ ہوتا وجہ اسکی یہ ہے کہ نظر عنایت تکالیف کو نہ تو  
 بنا دینے والی اور ساحروں کے ہاتھ پاؤں کا خون بہا ہے۔ چنانچہ جب فرعون نے جادو گروں  
 کو سولی دینے اور پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی تو انہوں نے آپ کی نظر کے شوق میں اس کی کچھ پڑا  
 نہیں کی۔ اور لافنیو کا اس قدر زور سے نعرہ لگایا کہ اسکو گوش فلک نے بھی سن لیا اور اس  
 بلا کے سامنے آسمان بھی گیند ہو گیا (یعنی یہ نعرہ آسمان سے یوں ٹکرایا جیسے بلا گیند سے ٹکراتا  
 ہے یا یہ کہ اس کو سنکر آسمان یوں رقص کرنے لگا۔ جیسا کہ گیند بلے سے رقص کرتی ہو  
 واللہ اعلم) اور انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ فرعون کی مار سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے  
 کیونکہ حق سبحانہ کی ہم پر عنایت ہے اور خدا کی عنایت دوسروں کے غصہ پر غالب ہے  
 اسکی بعد انہوں نے فرعون کو خطاب کیا اور کہا کہ او گمراہ کرنے والے فرعون! اگر تجھے ہماری

باطنی حالت معلوم ہو۔ تو تو بھی یقین کر لے کہ تو ہم کو تکلیف نہیں دے رہا ہے بلکہ ہم کو تکلیف سے نجات دے رہا ہے۔

دیکھ! ادھر آدرسن! کہ ہماری ارواح کا ارگن یا لیت قویٰ یعلمون کا ارگن گارڈ ہے اور کہہ رہا ہے کہ کاش لوگوں کو معلوم ہو کہ ہمیں اس تکلیف میں کس قدر راحت ہے خدا نے ہم کو اپنے فضل سے روحانی بادشاہت عطا کی ہے جو کہ اس سلطنتِ جسمانی سے بڑھ کر ہے جو کچھ کو عنایت ہوئی ہے کیونکہ ہماری سلطنت باقی ہے اور تیری سلطنت فانی فیض ہماری سلطنت ریح و غم سے پاک صاف ہے اور تیری سلطنت میں ان کی آمیزش ہے ارے مصر اور رودنیل سے دھوکا کھائے ہوئے تو ذرا ظلماتِ ناسوت سے سر تو باہر نکال اور دیکھ تو سہی کہ اقلیمِ روحانی کس قدر عظیم اور زندہ ہے اور پایدار ہے اس کے بعد تجھے اپنی بادشاہی کی حقیقت معلوم ہوگی۔ اگر تو اس ناپاک لباسِ تن کو چھوڑ دے تو پھر تو رودنیل کو روح کے دریا کے معرفت میں ڈبو دے یعنی اس دریا کے سامنے اس دریا کو بے قدر سمجھ کر چھوڑ دے۔

دیکھ فرعون! کہنا مان! اور ملکِ مصر کو چھوڑ کر سلطنتِ روحانی حاصل کر۔ اس لئے کہ اس سلطنت میں ایسی ایسی سیکڑوں سلطنتیں ہیں۔ احمق تو لوگوں سے کہتا ہے کہ میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ یہ تیری کتنی بڑی حماقت ہے کیونکہ نہ تو آنا اور میں کے حقیقت جانتا ہے اور نہ رب کی اس لئے کہ تجھے اپنی سلطنت کے متعلق اندیشہ ہے اور تو ڈرتا ہے کہ کہیں موسیٰ (علیہ السلام) اپنا اثر جاکر میری سلطنت نہ چھین لے اور لوگوں کو مجھ سے نہ توڑ لے حالانکہ جب تو ربِ اعلیٰ ہے تو ملک وغیرہ سب تیرے مرلوب ہیں پھر تجھے کیا خوف ہے بھلا کبھی رب کو اپنے

مرلوب کے متعلق کوئی اندیشہ ہوتا ہے اور کیا وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی میرا ملک نہ چھین لے وغیرہ وغیرہ ہرگز نہیں۔ پس سے ثابت ہوا کہ تو رب کی حقیقت نہیں جانتا۔

اچھا اب سن کہ تو آنا اور میں کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا کیونکہ جو اپنے کو جانتا ہے وہ ہرگز تن پروری میں مشغول نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا خالق اور میرا مالک اور میرا حاکم اور مرتبی خدا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اس کے احکام بجالاؤں۔ پس سے ثابت ہوا کہ

تو اُن کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا۔ دیکھ! اُن کے معنی جاننے والے ہم ہیں کہ ہم نے خودی یعنی تکلیف کی بھری ہوئی خودی۔۔۔۔۔ کو چھوڑ دیا اور اپنے کو خدا کا مطیع بنا دیا۔ یہ تیری انایت کو تیرے لئے منحوس ثابت ہوئی۔ مگر ہمارے لئے اعلیٰ دولت ہو گئی۔ کیونکہ اگر تیرے کی نہ کش انایت نہ ہوتی تو ہمیں یہ خوش قسمتی شہادت کیسے میسر ہوتی۔ خیر الحمد للہ! کہ اب ہم اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں۔ مگر سُولی پر چڑھے ہوئے محض خیر خواہی سے تجھے بھی نصیحت کرتے ہیں کہ تو اس جہالت کو چھوڑ اور طاعتِ عبودیت حق کو اختیار کر۔ تو ہماری سُولی کو حقیر اور اپنی سلطنت کو وقیع سمجھ کر ہماری نصیحت کو نظر انداز نہ کرنا۔ کیونکہ معاملہ بالعکس ہے۔ اس لیے کہ ہمارے قتل کی سُولی ہمارے سفرِ آخرت کا بُرا ق ہے جو کہ ہم کو ہمارے محبوب اور بادشاہ تک پہنچائے گا اور تیرا دار الحکومت تیری غفلت اور تیرے غرور اور بُعد عن الحق کا ذریعہ ہے اور گو ہم مُردہ ہیں اور تو زندہ مگر تو اس مبالغہ میں نہ پڑنا کیونکہ ہماری حیات روحانی موت جسمانی کی صورت میں مخفی ہے اور تیری موت روحانی بے وقعت حیات جسمانی میں مستور ہے اس لیے یوں کہہ سکتے ہیں کہ نورِ آگ اور آگ نور دکھلائی دیتی ہے یعنی موت حیات معلوم ہوتی ہے اور حیات موت۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں: — ہونا بھی یہی چاہیے  
ورنہ دنیا دھوکے کا گھر — کہلاتا ہے یہ جملہ معترضہ حتم کو کے پھر مضمون سابق کی طرف  
عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ — ساحر دں نے کہا کہ دیکھ! ہم کہتے ہیں کہ تو دعوئے انا میں  
جلدی نہ کر۔ بلکہ اول اپنی خودی کو فنا کر۔ پس جب تو مٹ جائے اور آفتاب کی  
طرح غروب ہو جائے اس وقت مشرق روحانی سے آفتاب کی طرح چمکتا ہوا اور شاندار ہوگا

بیکل۔ اس وقت اگر تو اُن کہے گا تو یہ اُن پر عمل ہوگی کیونکہ اس وقت تجھے بقا باللہ حاصل ہو جائے گی۔ اور تو خدا کے رنگ میں رنگ جائے گا۔ اور ایسی حالت میں تیرا اُن کہنا ایسا ہوگا جیسا کہ لوہے کا آگ سے سُرخ ہو کر اُن التار کہنا وغیرہ وغیرہ اور تیرا یہ کہنا ایک حد تک صحیح ہوگا۔

اب مولانا انا نے فرعون اور انا کے فانیں کا فرق دکھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انا  
 فرعون تو ازل میں بھی دلتنگ ہے۔ اور انا فانیں کی جان بے خود اور دل دنگ ہے (مطلب  
 یہ ہے کہ اشخاص بتلائے خودی کے راحت کے لئے وسعتِ ازل بھی کافی نہیں اور انا ہی  
 بے خودی نہایت آرام دہ اور راحت بخش ہے۔) اور وہ انا بالکل بے مزہ اور پھیکی  
 اور موجب دل تنگی و تکلیف ہے اور یہ انا جنگ کی طرح خم دی ہوئی اور مبنی برانکسار  
 وفنا اور موجب لذت و راحت ہے۔

اور اس انا سے جو کہ خودی سے خالی ہے جان خوش ہوتی ہے اور وہ اس کے فریاد  
 اس انا ناسوتی جس کا منشا خودی ہے چھوٹ جاتی ہے اور جب کہ وہ اس انا سے  
 مذموم سے چھوٹ جاتی ہے تو اس کو .... انا کہنے کا منصب حاصل ہو جاتا ہے سو کیا  
 کہنا ہے اس انا کا جو مصائبِ خودی سے خالی ہو۔

دیکھو: جب آدمی اپنے کو مرضیات حق میں فنا کر دیتا ہے اس وقت اسکی  
 یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ انا سے بھاگتا ہے لیکن جبکہ انا محمود اس کو فانی محض پاتی ہے  
 تو وہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہے اور اسے نہیں چھوڑتی۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی  
 کو فنا کرتا ہے اور حق سبحانہ اسی کو اپنی طرف سے ایک نئی ہستی جس کو بقا باللہ کہتے ہیں  
 عطا فرماتے ہیں لیکن جب کہ تم خود ہستی اور خودی کے طالب ہو تو اس وقت وہ تم سے  
 بھاگتی ہے اور تمہاری طالب نہیں ہوتی۔ بل جب تم اپنے کو فنا کرو اور اپنی خودی کو مٹاؤ  
 اس وقت وہ تمہاری مطلوب ہستی تمہاری طالب ہوتی ہے اور تم کو لپٹی ہے کیونکہ اس  
 کے طلب کی شرط فنا طالب ہے اور جب کہ شرط مفقود ہوگی تو مشروط بھی مفقود  
 ہوگی۔ دیکھو: جب تک تم نہ مرو۔ اس وقت تک تمہیں مردہ شو کیے نہلا سکتا ہو  
 اور جبکہ تم خود طالب ہو اس وقت تک مطلوب تمہارا طالب کیونکر ہو سکتا ہے اور جبکہ نہیں  
 ہو سکتا۔ تو عدم فنا کی صورت میں ہستی بھی تمہاری طالب نہیں ہو سکتی۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے فنا اور بقا اور دعویٰ انا کے متعلق بحث فرمائی



ہے اور چونکہ مسئلہ فنا و بقا ایک وجہ فی مسئلہ ہے جس کو ار باب احوال ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور جو لوگ صاحب حال نہیں ہیں وہ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے جس طرح کہ لذت جماع کو کما حقہ وہی سمجھ سکتا ہے جسے جماع کا اتفاق ہوا ہو اور جس کو اتفاق نہیں ہوا وہ نہیں سمجھ سکتا اور ایسی حالت میں کچھ بعید نہیں تھا کہ لوگ اس بیان کو جو کہ پورے طور پر حقیقت فنا و بقا کو ظاہر نہیں کرتا کافی سمجھ جائیں اور گمراہ ہو جائیں۔

اسلئے مولانا لوگوں کو متنبہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو! بحث فنا و بقا عقل کے ادراک سے باہر ہے اور یہ ایک امر فوقی ہے جس کو صاحب حال ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور غیر صاحب حال عقل سے اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اگر مجرد عقل اس بحث کا پتہ چلا لیتی تو امام فخر الدین رازی کو دین کا راز دار اور حامل اسرار شریعت ہونا چاہیئے تھا لیکن چونکہ امام موصوف صاحب حال نہ تھے اور اسلئے وہ ان معاملات کی حقیقت کو نہ جانتے تھے۔ بنا بریں وہ عقلی تکتے چلاتے تھے اور ان کی عقل اور خیالات بجائے حل مشکل کے اُن کو اور حیرت میں ڈالتی تھیں پس اگر تمہیں اس ہستی اور بقا کی حقیقت معلوم کرنی ہے جو کہ فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے تو فنا حاصل کرو۔ کیونکہ اس ہستی اور بقا کی حقیقت غور اور فکر سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی حقیقت حصول فنا سے معلوم ہوتی ہے عقلیں جب اس بحث میں پڑتی ہیں تو راہ راست بہت گمراہی کر لے کر حلول و اتحاد کے شبہ میں پڑ جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔

پہچو اختار در شعاع آفتاب  
میساک سترہ سورج کی شعاع میں  
نزل حلول و اتحاد مفتحت  
نہ کہ حلول اور پڑفتن اتحاد سے

سابق لفظی ہمہ مبوق تو  
توہرانی میں سابق ہے سب ترے مجھے ہیں

اے ایاز گشتہ فانی را قریب  
اے ایاز! تو قریب میں فانی بن گیا ہے  
بلکہ چون لفظ مبتدل تو بتن  
بلکہ میساک تیرا لفظ جسم میں تبدیل ہوا

عفو کُن اے عفو در صندوق تو  
معاف کر دے اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں

اے ایاز بقا اور فنا کی جمع مثال  
اگرچہ تو یہ ہے کہ بسطوح ستارہ شعاع  
شمس میں گم ہو جاتا ہے اسی طرح  
عبد عبادت اپنے آپ کو مرتبہ تقدیر میں  
گم کر دیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی  
مثال ہے یا یہ سمجھ کر لفظ جسم

فانی میں تبدیل ہو جاتا ہے یہ تبدیل ذات کی مثال ہے۔

# شرح

بعض محشین نے ان ابیات کو سلطان محمود کا مقولہ قرار دیا ہے اور بعض نے مولانا کا۔ محسود کا مقولہ ہونے پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب محمود نے عفو کو ایاز کے سپرد کر دیا۔ تو اب ایاز کی اس معذرت کا کوئی موقع نہیں رہتا جو وہ آئندہ اپنے مطاعت کے متعلق کرتا ہے۔ بلکہ اس کا موقع اس پہلے اور شفاعت کے ساتھ ہے اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ معذرت از شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ میرا تو شفاعت کرنا بھی گستاخی ہے۔ چہ جائیکہ خود عفو کرنا۔ مگر یہ تو جیجی کو نہیں لگتی۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ مولانا ابی فناء کی بحث کر چکے ہیں۔ اسلئے وہ اس کے فناء یا ز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ایاز جو کہ قرب شاہی کے سبب یوں فنا ہو گیا ہے جیسے خورشید کے نور میں ستارہ۔ بلکہ جس کی یوں کا یا پلٹ ہو گئی ہے۔ جیسے لطف کی جسم بن کر۔ مگر نہ اس میں حلول کو دخل ہے اور نہ اتحاد کو۔ تو شفاعت کیوں کرتا ہے اور محسود کیوں درخواست کرتا ہے تو خود معاف کر دے اسلئے کہ عفو تیرے قبضہ میں ہے کیونکہ تو محسود جدا نہیں اور مہربانی میں اور سب سے بڑھا ہوا ہے اور دوسرے لوگ سب اس صفت میں تجھ سے پیچھے ہیں کیونکہ تجھ میں یہ صفت خود تیری نہیں ہے۔ بلکہ محسود کی ہے جو کہ اس صفت میں سب سے بڑھا ہوا ہے (فاٹک ۵) تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ مسئلہ بقا و فنا۔ ایک ایسا مسئلہ ہے جو صرف عقل سے بخوبی سمجھ میں نہیں آتا۔ بلکہ جس پر یہ حال طاری ہو کہ محقق اس کو ہی سمجھ سکتا ہے۔ لہذا ارباب حال جب اس مسئلہ کو دوسروں کو سمجھانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے تقریبی مثالیں اختیار کرتے ہیں جو پورے طور پر تو مشابہ نہیں بلکہ منطبق نہیں ہوتیں۔ ہاں کچھ کچھ اس کے مناسب رکھتی ہیں۔ اسلئے کبھی وہ اس کو بے اور آگ سے تشبیہ دیتے ہیں اور کبھی ستارہ اور آفتاب کے اور کبھی سرکہ اور شہد سے اور کبھی لطف اور جسم سے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ یہ مثالیں تقریب نہم کے ساتھ مغالطہ میں بھی لانے والی بھی ہوتی ہیں اسلئے وہ مغالطہ سے بچانے کے لئے کہیں کہیں تنبیہ بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مثالیں تقریبی ہیں نہ کہ تحقیقی۔

چنانچہ مولانا نے ابیات سابقہ میں فرمادیا ہے کہ یہ مسئلہ ذوقی اور وجدانی ہے جو کہ کماحقہ ذوق سے سمجھ میں آ سکتا ہے نہ کہ عقل سے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اندر میں ارغود راہ میں بدسے اسکی یہ امر واضح ہو گیا کہ جس قدر مثالیں اس مسئلہ کی بیان کی جاتی ہیں وہ تقریبی ہوتی ہیں نہ کہ تحقیقی۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے اس مقام پر مسئلہ کو اولاً تمثیل ستارہ و آفتاب کے بیان فرمایا تھا۔ مگر چونکہ یہ مثال اسلئے ناقص تھی کہ اس میں بعد فنا عود الی الحالت الاولیٰ ہوتا ہے جیسا کہ غروب آفتاب کے بعد توتا ہے مگر مثل لہ میں عود نہیں ہوتا۔ اس لیے اسکی ترقی کی اور اسکی تمثیل نطفہ ادرتن سے بیان فرمائی لیکن یہ مثال بھی مثل لہ کے بالکل مطابق نہیں ہے کیونکہ اس مثال میں بعض باتیں ایسی ہیں جو مثل لہ میں نہیں مثلاً مثال مذکور میں نطفہ کی صورت نوعیہ بدل جاتی ہے اور مثل لہ میں ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان بعد فنا بھی انسان ہی رہتا ہے۔ نیز مثال مذکور میں مفتی فیہ یعنی جسم خود فانی سے پیدا ہوا ہے اور مثل لہ میں مفتی فیہ کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ پہلے سے ہوتا ہے اسلئے یہ مثال بھی تقریبی ہے اور مقصود صرف یہ ہے کہ جیسے مثال مذکور میں نطفہ بلا حلول اور اتحاد کے فنا ہو جاتا ہے۔ اور فنا کے بعد حالت اولیٰ کی طرف عود نہیں کرتا یونہی ایاز بھی عود میں بلا حلول و اتحاد اور بدول عود الی الحالت الاولیٰ فنا ہو گیا د اللہ اعلم



مجرم داشتن ایاز خود را دریں شفاعت گری عذرایں جرم

این شفاعت کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی

خواستن و دریں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و این شکستگی

چاہنا اور اس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفی

از شناخت عظمت شاه خیزد و انا اعلمکم باللہ

شاه کی عظمت اور ہیبت سے پیدا ہوتی ہے۔ "اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جانتے والا ہوں اور

وَأَخْشَاكُمْ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اللہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو جانتے والے مرد تھے ہیں

مَنْ كَبِشْمُ كَرِ بگویم عفو کن

میں کون ہوتا ہوں جو کہیں کھٹک کر دیکھے؟

مَنْ كَبِشْمُ كَرِ بگویم من منت

میں کون ہوتا ہوں کہیں بڑھ کر دیکھے؟

مَنْ كَبِشْمُ كَرِ بگویم من منت

میں کون ہوتا ہوں کہیں بڑھ کر دیکھے؟

لہذا استغفر یا زنی اس

شفاعت کے بارے میں پہلے

آپ کو قصور وار سمجھا اور عذر

خواہی کرنے لگا اور یہ صحت

جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان

شاه کی عظمت کو سمجھ سکا ہو

چنانچہ آغوشِ رحمت اور شاد فطرت

ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ

جانتا ہوں اور خدا سے تم

سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے

جانتے والے ہی اللہ عزوجل سے

ہیں۔ میں کہ با شمشیر میرا تیرے

ساتھ شفاعت کرنا چاہتی ہوں

کا اقرار کرتا ہے جو طرہ و سبب

جوں جیکہ میرے پاس اپنا کلمہ  
نہیں ہے تو کہیں میں جو کچھ ہے  
میری ملکیت نہیں ہے تو نے  
ہی مجھے سفارش کی تو تیری کا  
ہے اب تو ہی اسکو قبول فرمے  
تو تو دے مارنے والا تو ہی ہے  
تو مجھ سے قبول کر لینے کی  
اسید و ابستہ ہے تازہ تم جیکہ  
میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے  
تو خواہ خواہ کا تو ہو گا کہ بدشا  
نے میری سفارش پر رضا کا لہ  
کو معاف کیا ہے۔  
لے دے۔ میں تو خود مرضی تھا  
شاہ نے مجھے دوا بتایا۔ میں  
دورخ تھا جو دوسروں کو دلا  
ہے اس شاہ کے فضل نے مجھے  
کو شہزادہ بنا دیا جیسے ہر دین کو  
زندگی بخش دیتی ہے۔ ہرگز۔  
اب چونکہ میں کو شہ نہیں دورخ  
نے مرا میں جکا جم ملا کر نکھر  
کر دیا ہے اٹھا کو دوبارہ جم  
دے دیتا ہوں

چو از تخت من تہی گشت پیرین  
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہو گیا  
ہم دعا از من میں ادا کر دی جواب  
تو نے ہی دعا میری سے پانی کی طرح جاری کر دی  
ہم تو بودی اول آرنده دعا  
تو ہی ابتداء مجھ سے دعا کرنے والا ہے  
تا زخم من لاف کاں شاہ جہاں  
تاکہ میں شہی بجھا رسکوں کہ اس شاہ جہاں نے  
درد بودم سر بسر من خود پسند  
میں شکستہ سرسار درد تھا  
دورخ نے بودم پیراز شور و شرے  
میں شور و شرے پر ایک دورخ تھا  
ہر کہ را سوزید دورخ در قود  
جس شخص کو دورخ نے سزا میں جلا دیا ہے

تو خوشک خانہ نبود آن من  
تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے  
ہم شتابش بخش و گرداں متجرب  
تو ہی اسکو عطا عطا کر اور قبول فرما  
ہم تو باش آخر اجابت ارجا  
تو ہی اخیر میں قبولیت کی امیدیں  
بہر بندہ عفو کرد از مجرم  
ہم خطا کا دل کو غلام کی خاطر معاف کر دیا  
کر دشا ہم داروی ہر درد دند  
شاہ نے مجھے ہر درد مند کی دوا بتا دیا  
کر دوست فضل او کم کر دے  
اٹک میرا ہی کے ہاتھ نے مجھے کو شہ بنادیا  
من بر ویاکم دگر بار از جسد  
میں اٹکے جم کو دوبارہ آگاہ دیتا ہوں

## شرح

چونکہ محمود نے اُمرار کے قتل کا حکم دیا تھا اور ایاز نے اُمرار  
کی شفاعت کی تھی اور یہ شفاعت بادۃ النظر میں ختام کے  
منافی تھی۔ اسلئے ایاز اپنے اس فعل پر ندامت ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے بادشاہ  
اور خلاصہ مخلوقات! میں کون ہوں کہ آپ کے کہوں کہ آپ معاف کر دیں۔ اور اے  
مرجع جملہ ہستی! میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی ثابت  
کروں اور آپ کی خواہش کے خلاف اپنی خواہش پیش کروں اور اپنے غیر خالص اور  
خشم آلود رحم کو کام میں لاؤں اور آپ کے علم حلم آمیز کو مصلحت سمجھاؤں پس میں  
نے جو کچھ کیا مجھ سے غلطی ہوئی۔  
اب اگر آپ میرے چہیت لگائیں تو میں لاکھوں چہیتوں کا مستحق ہوں کیونکہ میں نے

سخت گستاخی کی۔ اسلئے کہ میری کیا مجال ہے کہ حضور والا کے سامنے کسی مصلحت کو ظاہر کروں یا کسی شرط کرم کو یاد دلاؤں۔ کیونکہ وہ کون سی بات ہے جو آپ کے علم سے باہر ہے اور ایسی چیز عالم میں کہاں ہے جو کہ آپ کو یاد نہ ہو۔ یہاں تک بیان تھا... معذرت کا۔ جس کا منشا نظر بر ظاہر حال تھی۔

اب ایاز کی نظر حقیقت حال تک پہنچتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ شفاعت میری ذاتی خواہش سے نہ تھی بلکہ پر تو تھی محمود کی خواہش کا۔ اسلئے وہ اب اپنے کو اس معذرت میں مجرم قرار دیتا ہے اور پھر شفاعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے وہ بادشاہ جو کہ میل سے پاک۔ اور جس کا علم اس کی منزلہ ہے کہ لیان اس پر پردہ ڈالے۔ آپ نے ایک نا اہل (مجھ) کو اہل سمجھا۔ اور آفتاب کی طرح اس کو نور سے سرفراز فرمایا ہے پس جبکہ آپ نے مجھے لائق کیا ہے تو اگر میں کوئی درخواست کروں تو آپ اپنی عنایت سے اسے قبول فرمادیں۔ اسلئے کہ جب آپ نے مجھے میری ہستی سے خارج کر دیا ہے اور اپنی ہستی کا خلعت عنایت فرمایا ہے تو اب میں آپ کا غیر نہیں ہوں اور میری شفاعت جدا گانہ نہیں ہے بلکہ میری شفاعت وہ شفاعت ہے جو کہ آپ خود اپنے سے کرتے ہیں کیونکہ جب میری ذاتی اوصاف سے میری روح خالی ہو گئی ہے تو اب اس میں جو صفت ہی ہوگی وہ میری نہ ہوگی بلکہ آپ کی ہوگی۔

بنابریں یہ شفاعت بھی آپ کی ہوگی پس اس بنا پر میں عرض کرتا ہوں کہ جب یہ دعا آپ نے مجھ سے کرائی ہے تو آپ اس کو پروان چڑھائیے اور اسے قبول فرمائیے تاکہ میں فخریہ یہ کہہ سکوں کہ حضور والا نے ایک غلام کی خاطر مجرموں کا قصور معاف فرمادیا۔ اور میں خود پسند سر بسر مرض تھا۔ مگر حضور والا نے مجھے ہر مریض کی دوا بنادیا۔ اور میں شور و شر سے پر دوزخ تھا۔ مگر حضور کے دست فضل نے مجھے حوض کوثر بنادیا۔ اسلئے اب اگر کسی کو دوزخ قہر سلطانی کسی جرم کے معاوضہ میں جلائے تو میں دوبارہ اس کا جسم درست کر سکتا ہوں۔

بابت آئے

والا۔ اور وقت جمع شدہ۔  
 ۱۰۰ قطروں کوثر کا ایک ایک  
 قطرا کر کہتا ہے کہ میرے  
 قریب آ جاؤں مجھے ہونے کو  
 دوبارہ جسم عطا کروں گا میرا  
 مثلاً مرم کی کسی ہے جو شہ  
 ہونے زخم پر دوبارہ عود  
 گوشت پیدا کر دیتا ہے۔  
 ووزخ۔ ووزخ موسم خزاں کی  
 طرح اور کوثر موسم بہار کی طرح  
 ہے ووزخ موت ہے کوثر  
 صور میں سے مرنے والا  
 لے آتے جو لوگ ووزخ کی  
 آگ سے جل گئے ہیں ان کو  
 اللہ کا کرم کوثر کی جانب بٹاتا  
 ہے

کار کوثر چیست کہ ہر سوختہ

کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا  
 قطرہ قطرہ اوستادی کرم  
 اس کا قطرہ قطرہ کرم کا مستاد ہے  
 ہچومر ہم بر سر زخم غضن  
 جس طرح مٹے ہوئے زخم پر مرہم  
 ہست ووزخ ہچومر مائے خزل  
 ووزخ جاذب کی خزاں کی طرح ہے

ہست ووزخ ہچومر گ وچوں فنا  
 ووزخ، موت اور فنا کی طرح ہے  
 ہست ووزخ ہچومر گ خاک کو  
 ووزخ موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے  
 اے ز ووزخ سوختہ اجسام تان  
 اے وہ کہ تمہارے جسم ووزخ سے جل گئے ہیں

کردار از مے نابت انداختہ

اس سے گل جانے والا اور جمع ہونے پر  
 کانچہ ووزخ سوختہ من بانا دور  
 کہ جو ووزخ نے جلا دیا۔ میں لوٹا دوں گا  
 یغیث لہما جدیداً خالصاً  
 غاص نیا گوشت اگا دیتا ہے  
 ہست کوثر شہوں بہار وگلستان  
 کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

ہست کوثر نفخ صور از کبریا  
 کوثر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مہکا پھونکنے کا  
 ہست کوثر بر مثال نفخ صور  
 کوثر صور پھونکنے کی طرح ہے  
 سوئے کوثر میکشہ اگر امتان  
 اللہ کا کرم تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

## شرح

اوپر مولانا نے ایاز کوثر سے تشبیہ دی تھی اور مقصود ایاز سے حقیقی  
 تھا پس یہ تشبیہ بکوثر حقیقت میں بعد حقیقی کی تھی۔ اسلئے اب اس

کوثر یعنی بعد حقیقی کی کچھ تعریف کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اس کے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب  
 دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوثر (بعد حقیقی) کا کام کیا ہے اس کا کام یہ ہے کہ ہر سوختہ ووزخ  
 (آتش حرص و ہوا) اس کے تعلق پیدا کر کے صحیح الجسم اور مجتمع الاجزاء ہو جائے یعنی اس کے  
 روحانی اتحاد و یگانگی اور اس کا قطرہ قطرہ (جزو جزو) ودفور کرم سے نفاذ کر دیا ہے کہ جو کچھ اس ووزخ  
 نے جلا دیا ہے۔ میں اس کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہوں (جس قدر تم کو آتش حرص ہوا سے  
 نقصان پہنچا ہے میں اس کی تلافی کر سکتا ہوں) جس طرح مرہم مٹے ہوئے زخم پر لگ کر  
 نیا اور خالص گوشت پیدا کر دیتا ہے پس ووزخ (آتش حرص) ہوا کی ایسی مثال ہے جیسے مرنے والوں اور کوثر (بعد  
 حقیقی) کی ایسی مثال ہے جیسے بہار وگلستان اور ووزخ مکر کی ایسی مثال ہے جیسے مرگ و فنا اور کوثر مکر کی ایسی مثال ہے



جیسے حق سبحانہ کا نفع، صواب و درخ مذکور کی ایسی مثال ہو جیسے گدا رنگ گدا کو اور کوثر نمک کی ایسی مثال ہے جسے نفع صور۔ پس اے وہ لوگو! جس کے اجسام دوزخ سے جل چکے ہیں اور جو کہ حرص ہوا سے تباہ ہو چکے ہوں۔ تم اس کوثر (عبد حقیقی) سے تعلق پیدا کرو اس کا تم پر کرم تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں مگر عنوان بدل دیا ہے کیونکہ مضمون سابق میں صورت قصص کا لحاظ تھا گو اس میں بھی حقیقت کا رنگ بہت کچھ تھا۔ اور اس مضمون میں صاف طور پر حقیقت کا بیان یعنی وہ مضمون بلسان ایاز معروف تھا اور یہ مضمون بلسان عبد حقیقی ہے اور اس میں مخاطب محمود تھا اور اس میں مخاطب حضرت جی ہیں۔

چون۔ مدح فنی ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

میں نے مخلوق اس لئے پیدا

کی ہے تاکہ وہ مجھ سے غافلہ

اٹھائے نہ کہ اس لئے کہ میں

اس سے غافلہ اٹھاؤں نہ کہ

شور۔ یہ فرمان خداوندی اسی

لئے ہے کہ اس کی ذات سے

بائنقص درست ہو جائیں۔

تکلف غفر شفا کا مکتب

کرنے ہی اسی دریائے غفور کا

ایک حصہ ہے غفور کا غفور

کی معافیاں اپنی اصل کی طرح

پرواز کرتی ہیں نکل شنی و

بیزخ ابی غفور ہر چیز اپنی

اصل کی طرف توجہ ہے۔ آج

شاہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

میرے لئے انسانی بدتوں میں

محبوس کر دیتا ہے اور میرے

کے وقت اسی کی حل فرماتا

پرواز کر مائی ہیں۔

تکلف تاکہ۔ یہ ان کی آمدورفت

اس وقت تک ہے جب

تک کہ زندگی مقدر ہے

پیر زمان۔ انکی پرواز کائنات

اور کفاری پرواز کی طرح

اونہ سے گزرتی ہیں۔

لطف تو فرمود اے قیوم و حقی

اے جی قیوم تو نے مہربان فرمایا ہے

کہ شور و جھگڑا قصبات دُرت

تاکہ اس سے سب ناقص کتب میں جائیں

غفور از دریائے غفور اولیٰ ترست

معانی کے سند کہ یہ معاف کرنا ہی بہتر ہے

ہم بدایں دریائے خود ما ز ند خیل

اس ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتا ہے

چوں کہ تو ترسوئے تو آید شہا

اے شاہ! آپ کی جانب کہ تو کی طرح آتی ہیں

تا شب مجبوریں بدایں کئی

رات تک کیلئے ان جہوں میں قید کر دیتا ہے

می پرند از عشق آں دیوان بام

عشق کی وجہ سے اس محل اور دیوانہ پر پرواز کرتی ہیں

پیش تو آئند کہ تو مقبلند

آپ کا پاس آجانی ہیں کیونکہ وہ آپ کا پاس آجوال ہیں

در ہوا کا آئی الیہ را جعوں

ہوائیں کہ ہم اسی طرف لوٹنے والی ہیں

چوں خَلَقْتُ الْخَلْقَ لِيُزِيحَ عَنِّي

جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے

لَا لِأَن أَرْجُو عَلَيْهِمْ جُودَت

میں نے یہ نہیں کیا کہ میں نفع لکوں۔ تیری عطا ہے

غفورُ زینِ ناصبِ تنِ پیرت

ابن ناقص تن پرستوں کو معاف فرمادے

غفورِ طہاں ہجو جوئی و ہجو میل

مخلوق کی معافی بہر کی طرح اور بہاد کی طرح

غفور باہر شب ازیں دل پابا

معافیاں بہر شب کو ان کے غم و دل کے غم و دل سے

باز شاں وقتِ سحر تریاں کئی

تو ان کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے

پیر زناں بارِ درِ در وقتِ شام

دو بارہ، شام کے وقت پر پہنچتے ہوئے

تا کہ از تن تار و وصلت گسلند

یہاں تک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں

پیر زناں ایمن ز جمع سرنکوں

سرنکوں (جماعت کی) وابستگی منقطع ہو کر لاتی ہیں

بانگ اُن کی واپسی پر ارشہ  
 لا کرم آواز دیتا ہے کہ آواز  
 اب اس واپسی کے بعد  
 دنیا کا درد اور رنج ختم  
 ہو جائے گا۔  
 اُس میں غریبوں پر رحم  
 خداوندی کیلئے ہے ستر  
 کی تکمیل میں اُن ہی اب  
 کرم کے سایہ میں پاؤں پیلا  
 کر سوجاؤ۔ پستیابی اب اُن  
 پاؤں کو جنوں نے اُن کی  
 عبادتوں میں پڑی عشقیتیں  
 اُٹھائی ہیں حوصلے کے اتھوں  
 اور پہلوؤں میں پیلا اور مجبور  
 غمزدہ کرنے والا جنوں اب اُن  
 لوگوں کی حالت سورج کی  
 روشنی کی سی ہے جو مٹی اور  
 غماستوں پر سے بھی گزرتا ہے  
 لیکن پاک و صاف سورج کی  
 طرف لوٹ آئے ہیں یعنی وہ  
 دنیا کی غماستوں پر سے پاک و  
 صاف گذر کر واپس آئے ہیں۔  
 اُن آج گروہ خطا و انحراف  
 شرمندہ ہیں۔ تیر بدلوں شکن  
 شرمندہ ہوتا برخطا اگرچہ وہ  
 قدرت سے مطلوب تھے لیکن  
 اپنے جرم و خطا سے واقف ہیں۔  
 شمس

اور طریق اب اس کی روشنی کا  
 گھر گھر پر نورِ احسان کا  
 نور ہے

کعبتیں تو زمین پر ہوتی ہیں  
 جنیں سے ہر ایک کی پیدائش  
 ہوئی ہیں اور ہر طرح پروردگار  
 پر ہے اُن سے ہر ایک کی  
 پائی ہے۔  
 اُن کی پیدائش وہ چیز میں  
 میں حضرت ابوبکر کو فخر کرایا  
 گیا تھا۔ تاکہ پاک ہو کر نہ رہیں

بانگ می آید تعالٰو! زان کرم  
 اُس کرم کیجا ہے "ارنوں کی آواز آتی ہے  
 بے غمیبہا کشید یاد ز جہاں  
 تم نے دنیا میں بہت سے پروردگار پر رخصت کیے  
 زیر سایہ اِس درختم مست ناز  
 میرے اِس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر  
 پایا ہائے پُر غماں از راہ دیں  
 وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں  
 حویاں گشتہ منمزم مہرباں  
 غمزدہ کرنے والی حویریں مہربان ہو گئیں  
 صوفیاں صافیاں چوں نور خور  
 ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور  
 بے اثر پاک از قدر باز آمدند  
 بغیر کسی نشان کے پیدہ سے پاک واپس آئے ہیں  
 ایں گروہ مجرماں ہم اے مجید  
 اے بزرگ خطاکاروں کا یہ گروہ بھی  
 بر خطا و جرم خود واقف شد  
 اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں  
 رُو ہو کر زندانوں اہ کنان  
 اب آجیں بہرے ہوئے انصاف تیری جانب رخ کیا ہے  
 راہ وہ آلودگان را البخل  
 آلودہ ہو جائیں اور ان کو بہت جلد راستہ ہٹا کر  
 تاکہ غسل آزند زان جرم دراز  
 تاکہ اُس لمبی خطا سے غسل کریں  
 اندراں صفہا زانداہ بریں  
 اُن صفوں میں اندازے سے نہادہ

بعد از اُن رجعت نہاند در دروغم  
 اُس واپسی کے بعد رجعت اُنم باقی نہیں رہے گا  
 قدر من دانستہ باشد لے مہاں  
 اے من دانستہ ہے کہ تیری قدر جان لی ہے  
 ہیں بیت از یہ پامارا دراز  
 کھانا پاؤں کے سب بھلا دو  
 بر کنار و دست حوراں خالدریں  
 ہمیشہ رہنے والی حوروں کی خواہش اور تمنا میں  
 کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں  
 کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں  
 مدتے آقاہہ بر خاک و قدر  
 جو ایک مدت تک بجتی اور پیدہ کی پڑے رہے  
 بچو نور خور سوئے قرص بلند  
 جس طرح کہ سورج کا نور بلند تیر کی جانب  
 جملہ سر باشاں بدلوں اے رسید  
 ان سب کا نشانہ دیوار کی جانب میں پہنچ گیا  
 گرچہ مات کعبتیں شہ بلند  
 اگرچہ وہ شاہ کی کعبتیں سے مات کھائے ہوئے تھے  
 لے کر لطف مجرماں ارہ کنان  
 اے وہ گروہ مجرماں جو راستہ دکھائی ہو  
 در فرات عفو و عین مغتسل  
 مغفلی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا  
 در صف پاکاں روندند نماز  
 نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں  
 غرق گان نور سخن الصافون  
 ہم صف بلند والے ہیں تھے نور میں غرق ہیں

شریک ہو گئیں۔ اقدار۔ اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ ملتی ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصّٰفُّوْنَ خیر  
 کا معقول ہے اور شک ہم صفیں بلند والے ہیں۔

چوں سخن و وصفِ ایں حالتِ سید  
جب باتِ اس حالت کے بیان میں پہنچی  
بحرِ لایم بودہ ہیچ اُسکرۂ  
کسی سگورے نے سندر کو ناپا ہے  
گر حجابِ بستِ برونِ روزِ احتجاب  
اگر ترے لئے پردہ ہے، پردہ دہی سے بہرِ نکل

ہم قلمِ شکستِ دیم کا غزدرید  
قلم ہی ٹوٹ گیا افسانہ بھی پخت گیا  
شیرِ را برداشت ہرگز برۂ  
کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اٹھا یا ہے  
تا بہ بینی بادشاہی عجب  
تا کہ عجب بادشاہی دیکھے

لے تیں میں سہرا شفات  
کامیان حجر۔ سہرا کا ایک  
بے پاؤں سہرہ سہرا ہوا  
شالہاں پتہ نے والے  
سگورے کی سی ہے سگورہ  
سندر کو نہیں آپ سکا نہ بکری  
کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے  
اگر حجابِ بست۔ اگر سہرا رنجے  
نظر نہیں آتے تو حجاب سے  
بہرِ نکل کی کوشش کر پھر  
عجب باخا ہی دیکھے

## شرح

یعنی عہدِ حقیقی اپنے بادشاہِ حقیقی سے بوقتِ سفارشِ مخلوق کہتا ہے کہ لے

فتیمم حی۔ جبکہ آپ اپنے مخلوق کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ آپ کے نفعِ حاصل

کریں اور اسلئے پیدا نہیں کیا کہ آپ کو ان سے نفع ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی عنایت سے

فرمایا ہے کہ خلقتِ المخلوق کی یہ ہم علی۔ لا لان امر۔ بح علیہ۔ اور خلقت

المخلوق الہو آپ کی ایک ایسی سخاوت ہے جس تمام ناقصین کا مل ہو سکتے ہیں تو آپ

ان تن پرست ناقصین کا قصور معاف فرمائیے کیونکہ دریائے عفو سے عفو ہی زیادہ مناسب

ہے آپ دریائے عفو ہیں اور تمام مخلوق کی عفو نندی نالوں کی طرح سب کی سب اپنے

اپنے اسی دریا کی طرف لوٹ جاتے ہیں جس وہ نکلے ہیں۔ چنانچہ ہر رات کو جس وقت سب

لوگ سو جاتے ہیں اور ان کے قلوب عفو سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ آپ ہی کی

طرف لوٹ جاتے ہیں اور آپ ہی۔۔۔ کے قبضہ میں آ جاتے ہیں لیکن جب صبح ہوتی ہے

تو پھر آپ انکو آزاد کر دیتے ہیں اور وہ پھر اپنی اپنی جگہ آ جاتے ہیں اور رات تک آپ

ان کو ابدان میں محبوس رکھتے ہیں مگر پھر شام کے وقت اپنے مقرر اصلی کے عشق میں

پھر پھٹ پھٹتے ہوئے اُٹھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ موت کے وقت جسم سے بالکل تعلق

منقطع کر دیتے ہیں اس وقت وہ بالکل آپ کے پاس آ جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو جو کچھ سعادت حاصل

ہے آپ کی ہی جانب سے اور آپ کی ہی عطا کی ہوئی ہے اسلئے ان کا طبعاً دماغ آپ

ہی ہیں۔ یہ طائرانِ گلشنِ قدس اور یہ اڑنے والے جو کہ رجعت

نامحمد سے الین ہیں اور جن کی رجعت فساق کی طرح ناممکن نہیں ہے یعنی اہل اللہ تو ہوا میں یہ کہتے ہوئے لوٹے ہیں کہ اب ہم اپنے مالک کی طرف لوٹتے ہیں اور انکو آپ کے رحم سے آؤ آؤ کی آواز پہنچ رہی ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم کو دنیا میں بہت تکلیف اٹھانی پڑی لیکن وہ تکلیف بھی فائدہ سے خالی نہ تھی کیونکہ اسکی سبب اس وقت تمہیں میری قدر معلوم ہوئی ہوگی پس اگر وہ تکلیف نہ ہوتی تو تم کو اس راحت کی قدر نہ ہو سکتی تھی خیر گزشتہ گزشتہ

اب تم میرے ظل عاطفت میں ہیں سے پاؤں پھیلا کر سوؤ۔ اور ان کے وہ پاؤں جو سلوک راہ دینی سے چورچور ہو گئے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے حوروں کی بغل اور ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ نہایت محبت کے آپکے پاؤں دبا رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں۔ صوفی جو کہ نور آفتاب کی طرح پاک صاف ہیں ایک عرصہ تک خاک اور گندگی پر پڑ کر بلا اثر کدورت اور پاک از گندگی یوں واپس آئے ہیں جیسے نور خورشید قوس خورشید کی طرف واپس آتا ہے لہذا ان کے پاؤں دبانامروری ہیں۔ لیکن لئے شہنشاہ عالیجاہ! اس مجرم جماعت کی حالت بھی قابل رحم ہے کیونکہ اب یہ اپنے قصور پر نادم ہیں اور اپنے سرور کو دیوار سے ٹکراتے ہیں۔ اور گواہ کے امتحان میں، انکو ناکامی ہوئی ہے لیکن اب یہ اپنی خطا پر مطلع ہو گئے ہیں اور رٹنے پٹنے آپ کی طرف آئے ہیں پس لے مجرموں کے لیے نجات کی سبیل پیدا کرنے والے بادشاہ آپ جلدی سے ان گندوں کو بھی فرات عفو اور چشمہ غسل میں داخل ہونے کی اجازت دیجئے تاکہ یہ لوگ اس میں نہا کر اپنے بے حد گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں اور پاکوں کی صف میں داخل ہو کر ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں یعنی ان صفوں میں داخل ہو جائیں جو کہ حد قیاس سے باہر اور نور میں غرق اور انا لنحن الصافون، انا لنحن المسبحون کا مصلوق ہیں۔ اب مولانا کی نظروں میں اس ہواناک حالت اور اس

کا نقشہ کھینچ جاتا ہے اور وہ مرعوب ہو کر فراتے ہیں کہ جب اس حالت کے بیان تک نوبت پہنچی تو تم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا۔ کیونکہ وہ تو ایک سمندر ہے اور کاغذ

ایک سکورہ۔ پس بھلا سکورہ کہیں سمندر کو اپنے اندر کا سکتا ہے اور وہ ایک شیر ہے اور قلم بکرے کا بچہ۔ پھر کہیں بکرے کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے جب نہیں اٹھا سکتا تو قلم اس کا تحمل کیونکر کر سکتا ہے پس تم خود اس کو دیکھ لو۔ اور اگر تم مجھ سے ہو تو جوابی منکلو تاکہ تم اس عجیب بادشاہی کو دیکھ سکو۔ جس کا نقشہ ہم تمہارے سامنے کھینچ رہے ہیں۔ مگر پورے طور پر کھینچنے سے قاصر ہیں۔

اسکے بعد مولانا پھر عنوان بیان کو بدلتے ہیں اور بیان میں صورت قصہ کی رعایت رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

مگر

ایاز مقرر ہے کہ اگر یہ  
ہی منت قدم لے آپ کے  
حکم کا جام توڑے لیکن جو کہ  
یہ آپ کے منت ہیں لہذا  
مذکور ہیں۔  
لکھ منتی ان کی سستی  
اس زمانہ والی کہ جس سے  
جواب نے ان کو دیا ہے۔  
تخصیص یعنی جو کہ تو ان  
خصوصیت کرتا ہے اس  
لئے بہت ہو گئے ہیں۔  
وقت خطاب جب تو ان کو  
خاص طور پر خطاب کرتا ہے  
تو ان پر خطاب کے سبب  
تو ان کی منتی جاری ہو جاتی  
ہے جو کہ شری حکم ہے کہ  
منت پر لڑکی حالت میں  
شراب پینے کی ممانعت کرتے  
نہیں گئے ہوتے ہیں چو  
جب منت کا نذر دور ہوا  
ہے تب ہی کے کوڑے مارا  
جاتے ہیں۔

آنکہ مست از تو بود غرض منت  
جو تیرا منت چو اہم کے لئے ایک حد ہے  
نے زیادہ مست کے شیریں فعال  
اکھا لے شیریں کا زاموں والے تیری طرف نہیں!  
غفونگن از مست خود کا غفونگ  
لے سامانی دینے والے! لہذا منت کو صاف کر  
آں کند کہ نایاز صد خم شراب  
دہ کرتی ہے جو شراب کے کڑواؤں سے نہیں ہوتا  
شرع منتاں را نیار دحد زدن  
شرعیست منتوں پر مد جاری نہیں کرتا ہے  
کہ خواہم گشت خود ہشیار من  
کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں

گرچہ بشکند جامت قوم منت  
اگرچہ منت قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے  
مستی ایشان باقبال و کمال  
ان کی اقبال اور مال کی سستی  
لے شہنشاہ مست تخصیص تو ان  
لے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کو دینے کو کہ جس سے  
لذت تخصیص تو وقت خطاب  
خطاب کے وقت تیرے خاص کرنے کی لذت  
چونکہ مست کردہ قدم مزین  
جب تو نے مجھے منت کر دیا تو ہم پر مد جاری نہ کر  
چوں شوم ہشیار اکا ہم بزین  
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اس وقت لے لے

شرح

یعنی ایاز نے کہا کہ اگرچہ اس قوم منت نے آپ کا جام امر توڑا ہے  
لیکن ان کو اپنے منت کیلئے اور جو آپ کے منت کرنے سے منت  
ہو وہ معذور ہے۔ پس یہ لوگ معذور ہیں آپ ان کا قصور معاف فرما دیجئے اگر یہ کہا جائے

کہ ان کی مستی جاہ و مال سے ناشی ہے تو کیا وہ آپ کے شراب نہیں ہے ضرور ہے کیونکہ وہ بھی آپ کا ہی دیا ہوا ہے پس یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے خیر اگر اس کو بھی جانے دیجئے! تب بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے کیونکہ وہ آپ کی ...

تخصیص بالخطاب مست ہیں یعنی آپ نے جو ہر ایک شخص کو خصوصیت کے ساتھ موتی دکھلائے اور کہا کہ اسے توڑ دو۔ اس تخصیص نے انہیں اس قدر خود رفتہ کر دیا کہ ان کو کچھ بھی ہوش نہ رہا اور ان سے قصور ہو گیا ایسی حالت میں آپ انکو معاف کر دیجئے کیونکہ آپ کی تخصیص بوقت خطاب کے لذت وہ کام کرتی ہے جو تلوٹکے بھر شراب نہیں کر سکتی۔ نیز جبکہ آپ نے ان کو مست کیا ہے اور وہ مست ہیں تو اس حالت میں ان کو سزا نہ دیجئے کیونکہ شریعت بحالتِ مستی مستوں پر حد نہیں قائم کرتی ہاں! جب وہ ہوش میں آجائیں اس وقت شوق سے سزا دیجئے۔ لیکن وہ قیامت تک ہوشیار نہ ہوں گے پس جبکہ سزا مقدر ہے تو۔

معافی مناسب ہے۔

(فائدہ: ان اشعار میں یہ بھی احتمال ہے کہ بلسانِ عبدِ حقیقی ہوں اور خطابِ مُراد خطابِ اَللّٰہِ رَبِّکُمْ ہو۔ یا خطابات ہوں جو کہ احکامِ عامہ کے ضمن میں ہیں جیسے قیوہ الصلوٰۃ وغیرہ والظاہر عندی ہوالادل۔ واللہ اعلم) اس مقام پر چونکہ مولانا نے محمول کے پردہ میں یا بلسانِ عبدِ حقیقی براہِ راست حق سبحانہ کی تریف کی تھی اسلئے اس سے مولانا پر وہد کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

ہر کہ از جام تو خور کاؤ دامن	تا ابد رست ان مش از صندل
اے احسانِ دالے جس نے تیرے جام سے	وہ ہمیشہ بکھڑے ہوش سے اور معطر کیونے تباہ
خالدین فی قتلہ مستور	مَنْ یَقَاتِلْ فِیْہِ فَاَکْثَرُ لَعْنٍ یَقْتُلُ
وہ اپنے لشکر کی قاتلیں ہمیشہ رہنے والے ہیں	جو تہااری جنت میں خانا ہوا وہ کفر نہیں ہوا
فضل تو گوید دل مارا کہ رو	اے شہزادہ در دروغ عشق مارو
تیری ہرانی ہمارے دل سے کہتی ہے کہ	اے دیوانہ ہمارے عشق کی چھا میں گوی ہو گیا

اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرمائے  
مست ہوں کہیں کی شہنشاہ  
تیرے جام کی شہنشاہ ہے جو  
قیامت تک نالِ حسیں

جو کہتے۔ خالدین جو تیرے عشق میں مارا ہو گیا وہ ہر کسی نہیں سمجھتا۔ عشق تو۔ تیری ہرانی ہمارے عشق کے جذبہ کی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جامِ کاست نہیں ہے بلکہ چھپ چھپ کر تھی کا اظہار کر رہا ہے۔ لیکن ہمیں تیرا عہد قبول کرتے ہیں۔

چوں گس در ذریغ ما افتاده  
تو غنی کی طرح غریب بنی میرا ہے  
گر گسان مست از زندان گس  
لے غنی! گدہ تجھ سے مست ہو جائیں گے  
کو ہر ہا چوں در ہا سر مست تو  
درون کی طرح بہار، تیرے مست ہیں  
فتنہ کہ لرز زور لرزان تست  
وہ فتنہ جس سے لرزے ہیں تجھ سے لرزتا ہے  
گر خدا دادے مرا یا نصیبان  
اگر خدا مجھے پہنچے سو منہ دیتا  
یک زباں دارم من انہم منکر  
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہی ٹوٹی ہوئی  
منکر تر خود نباشم از عدم  
میں خود عدم سے زیادہ بڑا ہوا نہیں ہوں  
صد ہزار آثار غیبی منتظر  
لاکھوں نہیں آثار منتظر ہیں  
از تقاضائے تو میگردد سرم  
تیرے ہی تقاضے سے یہ سر گردش کرتا ہے  
رغبت ما از تقاضائے تو آت  
ہمارا رغب ہوتا تیرے تقاضے سے ہے  
خاک بے بائے ببالا کے جہد  
غبارِ زین ہوا کے اور کب جاوے؟  
پیش آپ زندگانی کس کمز  
آپ حیات کے سانسے کوئی نہیں مزا  
آپ حیوان قبلہ جان و دستان  
آپ حیات جان سے دوسری کئے دلوں کا بند ہے

تو نہ مست اے گس تو بادہ  
لے غنی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے  
چونکہ بر بحر غسل آئی فرس  
جب تو شہد کے سندر پر گھوڑا دوڑائے گی  
نقطہ ویرکار و خط و در دست تو  
نقطہ اور ویرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں  
ہر گراں قیمت گہرا زان تست  
ہر گراں قیمت موتی، تیرے لئے سستا ہے  
گفتے شرح تو لے جان یہاں  
تو اسے جانِ جہاں! میں تیری شہر کرتا  
در خجالت از تو لے دانائے سر  
اے دانہ کو جلتے والے! تجھ سے خشنودگی میں  
کز دہش آمدند لیس اُم  
جس کے منہ سے یہ آستیں آئی ہیں  
کز عدم بیروں جہد با لطف پر  
کہ پاکیزگی اور بھلائی کیا عدم سے پہنچا کر  
اے مجرہ من ہمیش آں کرم  
لے کر میں کس کس کے سانسے جان بچا کر  
جذبہ حق ست ہر جا ہر دست  
جہاں کہیں رہ رہنا خدا کا ہے جذبہ ہے  
کشتی بے بحر یا در رہ نہد  
بغیر دہیا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟  
پیش آبت آپ حیوانست در  
تیرے پانی کے سانسے آپ حیات تلھٹ ہے  
ز اب باشد بنزد خندان بوستان  
پانی سے باغِ سبز و خندان ہوتا ہے

لے تو بادہ! جس کا تعلق کدو  
شراب ہے یعنی بائیں ہر  
تو ایسی شراب ہے کہ اگر گس  
یعنی بائیں دل تجھ سے مست  
ماصل کرتے ہیں تجھ پر  
یعنی اسرار حقیقت کو پہنچا  
اب تیری کشتی کا یہ حال ہے  
کہ جلا کائنات تیرے لفظ  
میں ہے۔ فقہ۔ دنیا کے  
معاصی تجھ سے لرز رہے  
انعام ہیں اور دنیا کی نعمت  
بجہ تیرے لئے ہے قیمت  
لے تو بادہ! یہ بھی ایا کا  
مقدور ہے اور جہاں جہاں  
سے مراد سلطان ہے!  
یہ سولا کا مقولہ ہے اور  
جان جہاں سے سلطان  
حقیقی مراد ہے۔ ایک ایک  
زبان ہے اور وہ بھی خدا  
سے شک ہے تو میں  
کیسے تیری تعریف کا حق  
ادا کر سکتا ہوں۔ انکرم۔  
لیکن بائیں ہر کچھ  
مجھے تعریف کرنی ہے جس  
لے کر میں عدم سے تو میں  
گدرا نہیں ہوں اس سے  
بکلیت آثار ظاہر ہو رہے  
ہیں جو مجھ سے فیض حاصل  
کر رہے ہیں۔  
لے از تقاضائے تیری  
ہی ذات کا تقاضا ہے کہ  
میں اس کے اوصاف بیان  
کروں اس کرم پر میں توان  
ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی  
طرف ہماری رغبت تیرے  
تقاضے اور جذبے کی وجہ

سے ہے۔ خاک۔ غبارِ مہاکے سہارے اُڑتا ہے کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح  
ہمارا کام تیرے جذبہ سے ہے۔ ہمیش۔ آپ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے  
آپ رحمت کے مقابلہ میں وہ کھٹکائی ہے۔



لے آپ حیوان آبِ حیات  
کا بھٹ ہونے کی دلیل  
ہے کہ اسکو پسند کرتے ہیں  
جو انی جان کو کھانا پاتے ہیں  
مگر۔ لیکن جو لوگ خاک کو پسند  
کرتے ہیں وہ تیرے آبِ حیات  
سے نادم ہیں اب کیلئے آبِ  
حیات پیچھے ہے۔ آپ حیوان  
آپ حیات سے ہر جان کو  
جانکی حاصل ہوتی ہے لیکن  
اس آبِ حیات کی زندگی تو  
ہے۔ ہر دمے۔ شعر  
نفس نہ بجز تسلیم را  
ہر زان زینب طالع دگر  
لے ہر حق جو کہ کچھ موت  
کے بعد زندگی کا فیصلہ ہے  
لینا ہر دمے لے موت کی  
حقیقت زندگی سے زیادہ نہیں  
ہے ہفت تیرے دو بارہ  
زندگی کا کر کے حال ہے کہ  
اگر سالوں سمندر فلک بکر

مرگ آشاں ز عشقش زندہ اند  
موت کو لے جانے والے اس کے عشق سے زندہ ہیں  
آپ عشق تو چو مارا دست داد  
جب تیرے عشق کا پانی ہمارے اند آگیا  
ز آبِ حیوان ہست ہر جان نو  
آپ حیات سے ہر جان کو تازگی ہے  
ہر دمے مرگے و حشرے دادیم  
پہنچنے کے لیے ہر موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے  
پہنچو حقن گشت ایں مردن مرا  
یہ نامیرے لے موت کی طرح میں گیا ہے  
ہفت دریا ہر دم ارگرد و سر  
ساتوں سمندر اگر ہر وقت ریت تہیں  
عقل لرزان ز اجل ان عشقش  
عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیاک ہے

دل ز جان آب جاں برکنہ اند  
جان اور آبِ حیات سے دل برداشتہ ہیں  
آپ حیوان شدہ پیش ناکساد  
ہمارے سامنے آپ حیات بیکار ہو گیا  
لیک آپ آب حیوانی توئی  
لیکن آپ حیات کی زندگی تو ہے  
تا بدیدم دستبر و ان کرم  
جہاں تک کریں نے اس کرم کا ظہر دکھایا ہے  
ز اعتماد بعث کردن لے خدا  
اسے خدا! حشر کے بھروسہ پر  
گوش گیر کی و ریش آب آب  
زمان بکر کے آہٹاے اے ان کی جانی!  
سنگے ترسد ز باران چوں طوف  
شعر: اے جس کی طرح بارش سے کب در تلبہ؟

اگر سالوں سمندر فلک بکر ریت جہاں تو ان کا کواکب کر کہہ دیکھ پانی بجا تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل عقل موت سے ڈرتا ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لا پر رہے کیا ڈھیلا باش سے ڈرتا ہے۔ پھر کسی نہیں ڈرتا۔

## شرح

اے اللہ! جو کوئی آپ کا جامِ محبت پی لے وہ قیامت تک کے لیے عقل اور سزا سے نجات پا جاتا ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ آپ کے سکر کی... بے خودی میں رہتے ہیں کیونکہ آپ کی محبت کا خاصہ ہے کہ جو ایک مرتبہ اس میں غرق ہو گیا پھر اسے ہوش نہیں آتی۔ اور آپ کا کرم ہمارے دل سے کہتا ہے کہ اے ہمارے عشق کی بھٹی میں گرفتار دل چونکہ تو کبھی کی طرح ہمارے عشق کی بھٹی میں گر گیا ہے اور اس میں پھنس کر رہ گیا ہے اسلئے اب تیرا کمال بہت ترقی کر گیا ہے اور اس وقت تو مست ہی نہیں ہے بلکہ شراب یعنی دوسروں کو مست کرنے والا بھی ہے اور اے کبھی! جب تو... دریائے شہد پر گھوڑا دوڑائے گی یعنی اسرارِ الہیہ بیان کرے گی تو گرگس یعنی صاحبِ دل بچے سے مست ہوں گے۔ (کہذا قیل۔ مگر میرے نزدیک مناسب تقریر یہ ہے کہ اے کبھی چونکہ تو بحرِ غسل پر گھوڑا دوڑاتی یعنی حتی سبمانہ سے ملاہست رکھتی ہے جو کہ معدن

لذت ہیں اسلئے تیرے ذریعہ سے اگر کس یعنی ناقصین جو کہ اس لذت سے آشنا نہیں ہیں اسکی آشنا ہوں گے اور اسکی آشنا ہو کر مست ہوں گے۔ پس تو سبب ہوگی ان کی مستی کا۔ و ہذا ہوا الحق انشاء اللہ تعالیٰ)

اور اے اللہ ذروں کی طرح بہاؤ بھی۔ اور معمولی ہستیوں کی طرح عظیم الشان ہستیوں کی طرح بھی تیرے عاشق اور تیرے تابع فرمان ہیں اور نقطہ و پرکار اور خط۔ غرض کہ اسباب و مسببات جس قدر بھی ہیں سب تیرے قبضہ میں ہیں اور تیری یہ شان ہے کہ جس قدر کہ لوگ کانپتے ہیں وہ خود تجھ سے کانپتا ہے اور جو گراں قیمت موتی اور جو اعلیٰ درجہ کا کمال رکھنے والی مٹھے ہے وہ تیرے سامنے بالکل بے وقعت ہے اگر میکے منہ میں پانسو بائیس ہوتیں تو میں اپنے حوصلہ کے مطابق آپکی تعریف کرتا اب تو میکے ایک منہ ہے اور وہ بھی آپکے شرمندگی کے سبب شکستہ ہے ایسی حالت میں ہیں آپ کی کیا تعریف کر سکتا ہوں۔ ارے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں اور کس کی تعریف سے گریز کر رہا ہوں۔ ایسا کرنا ہرگز ٹھیک نہیں کیونکہ گو میں شکستہ دہن ہوں مگر عدم سے زیادہ شکستہ نہیں ہوں جسکی منہ اتنی مخلوق نکل چکی ہے اور لاکھوں آثار غیبی ہنوز اسکی منہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں پھر میں کیوں ہمت داروں۔ اور گو شکستہ دہن ہوں مگر شکستہ ہمت کیوں ہوں اسلئے مجھے برابر اسکی تعریف کرنی چاہیئے اور ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔

اس کے بعد پھر حق سبحانہ کو خطاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! میں کیا اور میری ہمت کیا یہ جو کچھ میں کرتا ہوں یا کرنے کا حوصلہ کرتا ہوں یہ سب آپ کا کرم ہے کہ آپ نے میرے اندر تقاضائے حمد پیدا کیا اور یہ جو میکے خیالات گردش کرتے ہیں اور مجھے آپ کی تعریف کے متعلق خیالات پیدا ہوتے ہیں یہ سب آپکے تقاضے کا اثر ہے۔ اور میں تو آپکے کرم کے سامنے مردہ ہوں کہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو کچھ کرتا ہوں آپکے فضل و کرم سے کرتا ہوں۔ رغبت آپکے تقاضے کا اثر ہے اور جو کوئی بھی کسی راہ پر چلتا ہے وہ آپ کا ہی جذبہ ہوتا ہے کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے

جیسے خاک اور آب کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا۔ یا یوں کہیے کہ اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور آپکی مثال ایسی ہے جیسے دریا۔ پس جس طرح خاک بدوں ہوا کے نہیں اڑ سکتی اور کشتی بدوں دریا کے حرکت نہیں کر سکتی۔ یوں ہی کوئی سالک راہ بدوں آپ کے جذب کے نہیں چل سکتا۔

اے! میں نے غضب کیا کہ اپنے کو مُردہ کہہ دیا۔ بھلا میں آپ سے تعلق رکھتے ہوئے مُردہ کیسے ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ آب حیات کے ہوتے ہوئے کوئی نہیں مِرتا پس میں آپ کے ہوتے ہوئے کیسے مِر سکتا ہوں کیونکہ آپ کے آب حیات کے سامنے تو آب حیات معروف ایک بے حقیقت شے ہے اسلئے کہ آب حیات معروف سے جان حیوانی حاصل ہوتی ہے اور اسلئے وہ ..... مقصود ہے۔ اہل دنیا کا جن کو جان پیاری ہے اور آپ کے آب حیوان سے گلشن روح سرسبز و شاداب ہوتا ہے پس وہ مطلوب ہے اہل اللہ کا۔ اور یہ مرگ آشام لوگ یعنی اہل اللہ اسی کے عشق سے زندہ ہیں اور اسی کے عشق میں نہ ان کو جان سے تعلق رہا ہے اور نہ آب حیوان سے۔ اور اے اللہ! جبکہ ہم کو آپ کے عشق کا آب حیات ملا ہے اس وقت سے آب حیات ہماری نظروں میں حقیق ہو گیا ہے کیونکہ یہ ضرور ہے کہ آب حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ مگر جس آب حیات کو یہ صفت حاصل ہوتی ہے وہ تو آپ ہی ہیں پھر آپ کے سامنے ہم آب حیات کو کیا خاطر میں لاسکتے ہیں۔ اور اے اللہ! اپنے ہر دم مجھے ایک تازہ موت اور ایک جدید حیات عطا کی ہے یہاں تک کہ مجھے آپ کے کرم کی سخاوت معلوم ہو گئی۔ اور اب مرنا میرے نزدیک بمنزلہ سونے کے ہو گیا کہ جس طرح آدمی کو سونے سے وحشت نہیں ہوتی یونہی اب مجھے موت سے وحشت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجھے اعتماد ہے کہ اگر تو مجھے ماریگا تو پھر زندہ کر دے گا کیونکہ تجھے زندہ کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں اسلئے کہ آپ کی قدرت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ساتوں سمندر معدوم ہو جائیں تو پھر آپ اُن کو کان پڑ کر لاسکتے ہیں اور موجود کر سکتے ہیں منیر

میں موت سے ڈر کیسے سکتا ہوں اسلئے کہ موت سے عقل ڈرتی ہے۔ رہا عشق سودہ موت پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ عشق کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر اور عقل کی مثال ایسی ہے جیسے ڈھیللا۔ اور موت کی مثال ایسی ہے جیسے بارش۔ پس جس طرح کہ بارش سے پتھر نہیں ڈرتا۔ مگر ڈھیللا ڈرتا ہے یوں موت سے عقل ڈرتی ہے اور عشق نہیں ڈرتا۔ اور میں عاشق ہوں نہ کہ عاقل۔ اسلئے مجھے موت سے کچھ خوف نہیں ہوتا (فائدہ: ہر فے مرگے و حشر سے داہم میں مرگے حشر سے روح کی حالت اولیٰ کا زوال۔ اور اس میں نئی حالت بہتر از سابق کا پیدا ہونا ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ ہر وقت مجھے ترقی روحانی حاصل ہوتی ہے جس میری پہلی حالت زائل ہوتی۔ اور جدید حالت اسگ بہتر حاصل ہوتی ہے) اور ممکن ہے کہ اس میں مسئلہ تجدّد امثال کی طرف اشارہ ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عالم ہر دم فنا ہوتا ہے اور اسکی بعد فوراً ہی موجود ہو جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

۱۔ صفات: صفات کے معنی ہیں  
بعض مبالغہ بعض اوصاف میں  
صاف ہے جو چیز کو  
کی جمع ہے مراد عشق کے صف  
ہیں۔ وہ نیاید جس طرح ستار  
سے ہر شخص دنیا کی حاصل نہیں  
کر سکتا اسی طرح مشنوی سے  
ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا  
شعور، یعنی ستاروں کے  
لے ہر کچھ ستارے شہلا  
کو کہہ دیتے ہیں۔ نقطہ ایک  
آتشکراہ ہے۔ آغز ہوا کے  
شعور کے ملا کر کوہ و ستار  
کے قرار دیا ہے اور جان کئے  
وہ بروج ثابت کئے ہیں جو  
آسمان میں بروج ہیں بتلایے  
افلاک استعمال کئے ہیں کچھ  
مطلق سنی ہیں مولد سے نہیں  
اور ستاروں اور بروج کے

در بروج چرخ جاں چو انجم است  
جان کے آسمان کے بروج میں ستارہ کے طرح ہر  
جز کہ کشیبان آستارہ شناس  
فتح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا  
از سعوش غافل اندواز قراں  
وہ اس کی نیک نیتی اور میل سے غافل ہیں  
باچین استارائے دیو سوز  
اس طرح کے شیطان کو ملنے والے ستاروں کے

ہست لفظ انداز قلعہ آسمان  
آسمان کے قلعے، لفظ چھینکے واہ ہے  
مشتتری را و دوی الاقرب است  
خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے

از صفات مشنوی اس پنجم است  
شعور کے شعروں میں سے یہ پنجم ہے  
زہ نیابد از ستارہ ہر حواس  
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پاسکتا ہے  
جز نظرارہ نیست قسم دیگران  
دوسروں کا حشر سوائے نقاب کئے نہیں ہے  
آشنائی گیر شبہا تا بروز  
راقوں اور دنوں سے دوستی رکھ

ہر کچھ در دفع دیو بدگساں  
بدگمان شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک  
اختر ارباد یو ہجوں عقرب است  
ستارہ اگر شیطان کے لئے ہجوں کی طرح ہے

نیک اثرات۔ اقراں۔ دوستوں کا باہم ملنا۔ آفتابان۔ مشنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کرو گے۔

نام میں ہی خوشیاں ملنے کے لئے  
بھونکنا کام کرنے ہیں اور ملنا  
نفس مان سے مٹا دے اٹھانے  
ہیں ہی کا ثلوی کا ہے۔  
عقربت: بھونکنا ایک شے کا  
نام ہے یعنی بھونکنا خیرات  
ایک ستارہ کا نام ہے جو  
ملاں ایک برج کا نام ہے  
ڈول: ایک برج کا نام  
جی ہے خرت بجلی، ایک  
برج کا نام ہے جو تقدیر  
ایک برج کا نام ہے جس  
خیر ایک برج کا نام ہے  
ملاں فرشتہ نشین کرا  
نور سلطان راجی املاک کرتے  
ہیں خرتنگ کیلوا برج  
سلطان کو کہتے ہیں برج  
تارڑ: ایک برج کا نام ہے  
خرت: منہر ستارہ ہے  
اس کا نام املاک بھی کہا  
ہے اس لئے منہر ستارہ  
یا ہے جس میں بری موع  
کوتہ کا اس لئے کہ ہے  
کوتہ کا اس لئے کہ ہے  
دوسرے میں جنوب مشرقی جانب  
ہیں اور اس کے جی ہیں۔  
نور ستارہ جو منہر کا ستارہ  
نہ دختر افش بات ہیں  
ستارہ ہیں اور نفس چار  
ستارہ کا جو ہے بات  
نفس ان ستارہ کے  
جو کہ کہا ہے کہ جو چاند  
کے ہوتے ہیں نظر کے ہیں  
کہاں کہیں ایک منہر جو  
جرات کی صورت میں نظر  
ہے جو کہ ہر بات میں ہر شام  
نظر کے ہیں کہ اس کا ایک  
سویچ کی جانب اور سوا  
شمال کی جانب ہوتا ہے  
منہر کہیں کی دل، ایک

قوس اگر از تیر دوزد دیو را  
 کان اگر شطآن کے تیر جمید دیئے والے ہے  
 حوت اگر چہ کشتی غی بشکند  
 بھول اگر چہ گاہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے  
 شمس اگر شب بدر چوں آند  
 سورج اگر رات کو شب کی طرح چھاؤں تیار  
 صورت خرنجنگ اگر چہ کج رست  
 لکڑے کی صورت اگر چہ بیڑی پال کی ہے  
 پیشہ مرتجع اگر خونریزی ست  
 ترجع کا پیشہ اگر چہ خونریزی ہے  
 گرچہ در تائیر خمس آمد نخل  
 زلف اگر چہ تائیر میں خمس ثابت ہو لے  
 ماہم از ہمار دو کف بر ہم زند  
 میرا چاند سورج کی جگہ سے اگر دوزخ میں تھیلیاں بجا آگ  
 بل عطا ز دفاۃ خود کم کند  
 بلکہ فعاذ ایتنا ہر گم کو دیتا ہے  
 مشتری را دست لرزد دل بچید  
 مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے، دل بچتا ہے  
 نسر طائر را بریزد پر ز شرم  
 نہ طاقت کے شرم سے پر بھڑکتے ہیں  
 دختران لعش آبستن شوند  
 بنات العشق عالم ہو جاتی ہیں  
 در گدازیں رزم با بے گاہ شد  
 این اشادوں سے درگزر کر، بے وقار ہو گیا  
 آفتاب از کوہ سر روانقوا  
 سورج پہاڑ سے طلع ہو گیا، نیو  
 تو عدوی در غزو شہید و لیکن  
 تو دشمن ہے اور مخالف سے شہید اور

دلو پر آب ست نزع و میوہ را  
 دزل ، کہتے اور میوے کے لئے پانی ہے ہر ایک  
 دوست را چوں ثور کہتے می کنند  
 دوست کے لئے بیل کی طرح کہتے ہوتا ہے  
 لعل را زو خلعت اطلس سد  
 لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے  
 ہیبت میز را از دیو بروں شو  
 ترازو کی ہیبت اس سے الگ ہے  
 اوزیوں کسی تبسیری ست  
 وہ تبسیری سورج سے منسوب ہے  
 وقت فکر آید ازوے در عمل  
 میں میں اسے فکر کی پیدا ہوتی ہے  
 زہرہ نوحہ زہرہ را تا دم زند  
 زہرہ کا پشتہ نہیں ہے کدم ارے  
 وز جنوں اوجوز جزوا بشکند  
 اور دیوانہ ہیں سے جزا کا اوجڑ توڑ تیل ہے  
 بر سر آب اوفتد می چوں بند  
 چاند لڑکی کو حوض پانی پر پڑا ہے  
 وز طمع تنہیں شو چوں موم نرم  
 از حلالا کی سے موم کی طرح نرم ہوتا ہے  
 مجتمع گردند و دستک زن شوند  
 اکٹھے ہو جاتی ہیں اور تسلیاں بجاتی ہیں  
 کہکشاں از سنبلیہ پر کاہ شد  
 کہکشاں سنبلیہ کی دودے سے سنسکں ہری ہو گئی  
 یک تلخ آمد ترا این گفتگو  
 یہ کہتے تھے یہ گفتگو کڑی لی  
 بے تکلف زہر گرد و در بکن  
 بے تکلف ہوں میں زہر بن جا ہے

ہر وجود کے کز عدم بنمود  
جس وجود نے عدم سے سپر بھارا  
دوست خود بخود خوش شہری  
دوست بجا اور بڑی مروت سے خالی ہوا  
زاں نشہ فاروق راز ہر کے گزند  
اسی لئے دعا فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا  
ہیں بجز تریاق فاروق لے غلام  
اسے لوگے : فاروق تریاق کا شفا کرے

برگئے زہرست و بر دیگر شکر  
ایک پرور زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے  
تاز خمرہ زہر ہم شکر خوری  
تاکر زہر کے نکلے سے بھی تو شکر کدے  
کہ بڈاں تریاق فاروقش قند  
کیونکہ ان کا فاروق تریاق شکر عطا  
شامشوی فاروق دوران السلام  
تاکر تو فاروقی دوران بن جائے ، وراثت

نار کا فاروق ہی جائے گا۔  
اگر تو مصل کر لے گا تو ہی نہیں  
تاکر تو مصل کر لے گا تو ہی نہیں  
اگر تو مصل کر لے گا تو ہی نہیں  
اگر تو مصل کر لے گا تو ہی نہیں

برج کا نام ہی ہے چرکا مشد  
اب اس شوی کے رنڈ کے  
بیان کو ختم کر دیان کیوں  
کی وجہ سے اس کے صاف  
مضامین کو سمجھنا مشکل ہوتا  
ہیں۔

مضامین شوی کی سوج  
طرح کر آیا ہے جس کی روشنی  
پہنچ گئی ہے لیکن شکر کی یہ  
ہاگو ہے تو صدی حادث  
کی رو سے دشمن شہدا اور دہ  
کو میں زہر کھاتا ہے ہر وجود  
یہ شہدا اور زہر ہر شامشوی کی  
تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر  
بجز کا ہی مال ہے تو شکی  
زاں نشہ حضرت خاک کے لئے

## شرح

مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں دفتر ہے اور اگر روح کو...  
آسمان فرض کیا جائے اور اس کے لیے برج مانے جائیں تو یہ ان  
برجوں میں بمنزلہ ستاروں کے ہے اور سمار روح کے لیے موجب زینت - اور  
طالبین ہدایت کے لیے راہنما ہے لیکن اتنا خیال رہے کہ جس طرح ہر آنکھ والے  
کو ستاروں سے رستہ نہیں معلوم ہو سکتا - بلکہ رستہ صرف اسی کشتیاں کو معلوم  
ہوتا ہے جو کہ ستاروں کے متعلق واقفیت رکھتا ہو - یونہی مثنوی سے ہر شخص  
کو ہدایت نہیں ہو سکتی - بلکہ اس کے صرف اسی کو ہدایت ہو سکتی ہے جو کہ اس کو صحیح  
طور پر سمجھتا ہو - رہے ناواقف لوگ سوان کے حصہ میں تو اس کا صرف دیدار ہے  
کیونکہ نہ وہ اس کی خوبی سے واقف ہیں اور نہ کمال سے - پس اگر تم کو اس کے  
فائدہ حاصل کرنے کی خواہش ہے تو تم کو چاہیے کہ اپنی ظلمت جبل کے زمانہ میں  
طلوع آفتاب معرفت تک ایک ایسا شخص ساتھ رکھو جو کہ ان شیطان سوز تاروں  
یعنی مضامین مثنوی سے واقفیت رکھتا ہو یعنی تم کو مثنوی سے اس وقت فائدہ  
ہو سکتا ہے جبکہ تم کسی شیخ کامل اور محقق سے تعلق پیدا کر کے اس کے توسط سے اس  
سے فائدہ حاصل کرو - ورنہ اگر بطور خود اس کو دیکھو گے تو بجائے فائدہ کے ضرر کا

اور بجائے ہدایت کے گمراہی کا اندیشہ ہے کیونکہ گویہ کتاب فی نفسہ تو مادی ہے  
 اور اس کا ہر مضمون دفع شیطان کے بارہ میں ان فرشتوں کی خاصیت رکھتا ہے  
 جو کہ قلعہ آسمان سے شیاطین پر فقط چڑھتے اور انہیں بذریعہ شہاب ثاقبہ کے  
 آگ لگاتے ہیں۔ مگر تفاوت طبائع و احوال کے سبب اسکی ناظرین ہر دونوں قسم  
 کے اثر ہوتے ہیں پس بعض کو اسکی ہدایت ہوتی ہے۔ اور بعض اسکی گمراہی  
 ہوتی ہے۔ اور یہ ستارہ (مثنوی) اگر شیطان کے لیے عقب (کچھو) کی طرح مضرب  
 رساں ہے۔ تو مشتری (طالب صادق) کے لیے ولی اقرب (نہایت مشفق) ہے  
 اور یہ قوس (مثنوی) اگر شیطان کو تیر سے چیدیتی ہے تو کھیتی اور میوؤں کے لئے  
 دلو پڑ آب ہے (یعنی اہل ذناب کے لئے مسند اور اہل صلاح کے لیے نافع ہے)  
 اور یہ صوم (مچھلی) اگر گمراہی کی کشتی توڑتی اور اسکو صدمہ پہنچاتی ہے تو دوستوں  
 لئے نور (بیل) کی طرح کشت روحانی بھی کرتی ہے اور یہ شمس (مثنوی) اگر شب  
 و ظلمت جہل (کو اسد دشیر) کی طرح چیرتا پھاڑتا ہے۔ تو لعل (ارباب صلاح) کو  
 اطلس روحانی بھی پہناتا ہے اور یہ مثنوی اگرچہ سرطان (گہڑے) کی طرح بظاہر  
 کج رو ہے۔ یعنی اسکے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں لیکن  
 درحقیقت میزان (ترازو) کی طرح کجی سے الگ ہے اور اسکی تمام مضامین مطابق  
 شریعت حقہ ہیں۔ اور اگر اسکی سچ (مثنوی) تمام کام دشمنوں کا خون بہانا ہے خواہ  
 وہ منظر عداوت ہوں جیسے منکرین یا مدعی محبت جیسے جاہل غیر محققین۔ تو وہ  
 شمس تبریز سے کالمین و محققین کے آگے پانی بھی بھرتی ہے۔ اور اگرچہ اس نعل  
 (مثنوی) کے بعض آثار نحس ہیں جیسے نااہلوں کو ضرر پہنچانا۔ مگر اسکی بعض دیگر  
 آثار اہلوں کے لیے مفید بھی ہیں کہ اسکی وقت نظر اور شان تحقیق پیدا ہوتی ہے  
 اور میرے اس چاند (مثنوی) کی طرب انگیزی کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ جو شمس  
 محبت سے تالیاں بجائے تو زہرہ کی مجال نہیں ہے کہ اسکی سامنے دم مار سکے  
 بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ عطار و جو کہ دبیر فلک ہے شدت وجد میں اپنا گھر بھول جا



اور جوش جنون سے جواز کو درہم برہم کر دے اور مشتری کے ہاتھوں میں رستم پڑ جائے اور اس کا دل بے قرار ہو جائے اور چاند پانی پڑھ کرے کی طرح گر پڑے اور اس کے مضامین کے عروج کی یہ حالت ہے کہ نسرطائر شرم سے اپنے پر گرائے اور اس کی دلچسپی کی یہ کیفیت ہے کہ تنین فلک اس کی رغبت میں موم کی طرح نرم ہو جائے اور اس کے فیض کی یہ حالت ہے کہ نبات النفش بھی حائل ہو جائیں۔ اور اس کے مضامین کو شکر سب اکٹھی ہو کر تالیاں بجانے لگیں۔

اچھا اب ان اشاروں کنایوں کو چھوڑو۔ اس لئے کہ وقت ناوقت ہو گیا ہے اور کہشاں سنبھلے سے پر کاہ ہو گیا ہے یعنی راہ فہم مقصود ان اشاروں کنایوں مخفی ہو گیا ہے۔ اچھا اب ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔ لیکن آخبر میں اتنا کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ آفتاب معرفت کوہ حجاب سے برآمد ہو گیا ہے۔ دیکھنا تم اس کا انکار نہ کرنا۔ اور اس کے انکار سے بچتے رہنا۔ لیکن اے منکرین تمہیں میرا یہ کہنا ناگوار ہو گا۔ کیونکہ تم دشمن ہو۔ اور مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہو۔ اور قاعدہ ہے کہ دشمن کا خواہ وہ واقع میں دشمن نہ ہو۔ بلکہ اس کی دشمنی محض خیالی ہو۔ شہد اور دودھ بھی زہر معلوم ہوتا ہے اور منہ میں ایسا ہی کڑوا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ زہر۔ گو وہ واقع میں ایسا نہیں ہوتا اور یہ کچھ دودھ اور شہد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ جو دودھ بھی عدم ظاہر ہوتا ہے اس کی یہی حالت ہے کہ وہ ایک کے لیے ناگوار ہے اور دوسرے کو مرغوب۔ اور یہ اختلاف اثر اختلاف احوال اشخاص سے پیدا ہوتا ہے چنانچہ جو دوست ہوتا ہے اس کو ناگوار بھی گوارا ہوتا ہے اور جو دشمن ہوتا ہے اس کو گوارا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو کسی چیز سے ناگوار نہ ہو تو تم حق سبحانہ کے دوست ہو جاؤ۔ اور اس کی مخلوقات میں اس کے خیال کا مشاہدہ کرو۔ اور اپنی خصلت بد کو چھوڑ دو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تم کو زہر میں بھی شکر کا مزہ آئے گا۔ اور کوئی چیز تم کو ناگوار نہ معلوم ہو گی۔

ایسا کرنے سے روحانی ناگوار نہ ہوتی ہے مگر بعض احوال میں اس کے جہانی

ضرر بھی دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین عمر بن الخطاب کو زہر نے اسی لئے نقصان نہیں پہنچایا کہ ان کے پاس ایسی تریاق فاروقی کی قند موجود تھی۔ اور وہ اپنے اخلاق درست کر چکے تھے اور ان کو خدا اور رسول کے ساتھ محبت ہو گئی تھی اور اس لئے ان کو ان پر اور ان کی باتوں پر اعتماد ہو گیا تھا۔ پس تم بھی وہی تریاق فاروقی تلاش کرو۔ تاکہ تم بھی اپنے زمانہ کے فاروق ہو جاؤ۔ اور تم کو بھی زہر سے ضرر نہ پہنچے والسلام۔

فائدہ حاصل: مولانا نے جو مضمون از صحاف مثنوی میں پنجم رفت سے شروع کر کے گرچہ در تاثیر نفس آمد ز حل چہ مستم کیا ہے اس کے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ مثنوی سے وہ شخص منتفع ہو سکتا ہے جو کہ خود عارف محقق ہو یا اگر خود عارف نہ ہو تو مستقیم الطبع اور صاحب استعداد علمی ہو۔ اور اس کو کسی شیخ سے سمجھنے اور بدوں ان دونوں باتوں کے مثنوی کا مطالعہ کرنا موجب خطرہ ہے۔ پس سے لوگ آج کل سخت غلطی کرتے ہیں کہ بدوں شرائط مذکورہ کے مثنوی کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ جسک ان کو بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے اور یہ نقصان کئی طرح سے ہوتا ہے یا تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مطالعہ کرنے والا متبع شریعت ہوتا ہے اور اپنے قصور فہم و عدم قابلیت کے سبب مثنوی کے مضامین کو شریعت پر منطبق نہیں کر سکتا اس لئے مولانا اور مثنوی سے بدظن ہو جاتا ہے اور ان کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے اور یا یہ صورت ہوتی ہے کہ وہ مولانا کا معتقد ہوتا ہے اور ان کو حامل اسرار شریعت سمجھتا ہے لیکن چونکہ وہ اہل نہیں ہوتا اس لئے اس کے مضامین کو غلط طور پر سمجھ جاتا ہے اور ان غلط مضامین کو جو کہ واقع میں مولانا سے تعلق نہیں رکھتے مولانا کی طرف منسوب کرتا۔ اور ان کو اسرار شریعت سمجھ کر۔ یا ظاہر شریعت کا انکار کرتا یا اس میں تاویل کرتا ہے۔ اور بعض مرتبہ گمراہی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفس شریعت مصطفویہ کا بھی انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ صوفیوں کے لیے کسی مذہب کی ضرورت نہیں ہے اس کی ضرورت صرف عوام کے لیے ہے اور عوام کو بھی خاص دین اسلام کی

ضرورت نہیں۔ بلکہ دین کی ضرورت صرف تہذیب اخلاق کے لئے ہے۔ سو وہ اگر کسی اور طریقہ سے حاصل ہو جائے تو کافی ہے نفوذِ باطن من فتنۃ سوء الفہم۔ ایسی حالت میں لوگوں کو مثنوی کے مطالعہ میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے اور اسکی مضامین کے سمجھنے کے لیے ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو کہ جامع من الشریعت الطریقۃ ہیں۔ ورنہ الحاد اور زندقہ کا خطرہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

دوم یہ کہ مثنوی کے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت اور گمراہی میں ڈالتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مضامین مطابق شریعت حقہ مصطفویہ ہیں ایسے مضامین جہاں کہیں مثنوی میں آئے ہیں۔ ہم نے انکی توضیح کر دی ہے۔ اور تو توضیح میں حتی الامکان خود مولانا کے کلام سے مدد لی ہے کیونکہ ہم نے جہاں تک تتبع کیا ہے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی موقع پر مولانا اپنے کلام اجمال سے کام لیتے ہیں تو دوسرے موقع پر خود ہی اسکی تشریح فرما دیتے ہیں پس مثنوی کے مطالعہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اسکی تمام مضامین کو پیش نظر رکھ کر مولانا کے مقصود کو متعین کرے اور صرف ایک ہی مقام پر نظر کو مقصور نہ کرے ورنہ مخالطہ کا خطرہ ہے سوم یہ کہ مثنوی بعض کو نقصان پہنچاتی ہے بعض کو نفع۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس کا نقصان اعدائے دین یا مذکورین یا نااہل معتقدین کو ہوتا ہے اور نفع ان مخلصین کو ہوتا ہے۔ جو کہ اسکی مضامین کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خواہ بطور خود سمجھ سکتے ہوں یا توسط عارف محقق۔ پس منشا ضرر کا خود دوسروں کی ظالمت ہے نہ کہ مثنوی کا نقصان۔ کیونکہ وہ خود کامل اور سراسر نافع ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے بارش سے باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست۔ در باغ لالہ زوید و رشورہ بو جمش۔

فائدہ ۱: زان نشد فارق زانہ ہرے گزند الخ میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے

جس کا حاصل یہ ہے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بادشاہ نے تحفہ کے طور پر زہر ہلاہل کی شیشی پہنچی تھی اور یہ کہا تھا کہ آپ اسکی اپنے دشمنوں کو ہلاک کرسکتے ہیں۔ اس کو آپ نے یہ کہہ کر نوش فرمایا تھا کہ نفس زیادہ میر کوئی دشمن نہیں ہے اس لیے میں اسے پلاتا ہوں۔ اور اسکی آپ کو کچھ ضرر نہیں ہوا تھا اس واقعہ کی صحت کا علم نہیں ہے

لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو اس پر تو لا شبہ یہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے اول خود کشی کا اقدام کیا۔ اور ثانیاً یہ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نفس کشی کی حقیقت معلوم تھی اس کا جواب یہ ہے کہ امیر المومنین کو اس واقعہ سے قاصد پر حقیقت اسلام کو ظاہر کرنا تھا۔ اور چونکہ آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کامل وثوق تھا کہ جو چیز بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء پڑھ کر کھائی جائے گی وہ ضرر نہ پہنچائیگی اسلئے اپنے بے تکلف پی لیا۔

فائدہ ۳: چونکہ مولانا نے مثنوی کو ستاروں سے تشبیہ دی تھی اسلئے آپ نے اس بیان میں ایسے الفاظ سے کام لیا ہے جو کہ حکمیات اور دیگر معانی میں مستعمل ہیں۔ اور کہیں ان الفاظ سے ستارہ اور برج مراد لئے ہیں اور کہیں دیگر معانی۔

فائدہ ۴: عقرب، قوس، دلو، حوت، اسد، میزان، سنبلہ، ثور، سرطان، جوزا، جدو، کبکشاں نام ہیں اور شمس، مرتخ، زہرہ، مشتری، قمر، عطارد، شیر، نسر طائر، بنات النعش کہکشاں۔ ستاروں کے۔ اور تین سے مراد ماہین عقدہ لاس ذنب ہے (اللہ اعلم) ہذا آخر ما تیسر لثانی حل المثنوی المعنوی افاض اللہ علینا من برکاتہ آمین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احقر نے جو کچھ حل مثنوی کے لکھا ہے وہ اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ حضرت مولانا مظلّم العالی کا یا روحانی فیض ہے۔ اور احقر اس میں بمنزلہ ایک آلہ کے ہے لیکن اگر اس میں کبھی پر کوئی لغزش ہو تو اسکو میرا قصور قابلیت خیال کیا جائے۔ اور حضرت مولانا کے دامن کو اس پاک سمجھا جائے کیونکہ تلقی فیض میں قابلیت مستفیض کو بھی دخل ہے۔ باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + در باغ لاله روید و در شور و بوم خس۔

والسلام

تنبیہات برائے

# کلیدِ ثنوی

— (دفترِ پنجم) —

جس میں عیر المفہوم مضامین کو نہایت آسان  
طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ اور خاص خاص  
اصطلاحاتِ ثنوی پر نشانِ دہی کی گئی ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

اما بعد : جبکہ بغیض ظاہری و باطنی حضرت مجدد الملتہ والدین مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی اطال اللہ بقائہم علی رؤس المسابین مجھ نااہل کے ہاتھوں مثنوی کی چار دفتروں کی شرح کا کام تمام ہو گیا۔ تو خیال ہوا کہ اس عرصہ میں مثنوی کے متعلق جو کچھ مفید معلومات مجھے حاصل ہوئے ہیں ان میں سے جس قدر مستحضر ہوں ان کو ایک جگہ جمع کر دوں۔ تاکہ مثنوی کے پڑھنے اور پڑھانے اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے کار آمد ہوں۔ واللہ الموفق وهو المستعان :

میں ان مضامین کو بعنوان تنبیہات ذکر کروں گا اور ان تنبیہات کو دو قسم پر منقسم کروں گا۔ قسم اول میں وہ تنبیہات ہیں جو راجع ہیں ناظر مثنوی کی طرف۔ اور قسم ثانی میں وہ تنبیہات ہیں جو راجع ہیں اسلوب بیان و معانی و مضامین مثنوی کی طرف۔

## تنبیہات قسم اول

**تنبیہ** ناظرین مثنوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سلیم الطبع اور صحیح العقیدہ اور صاحب استعداد علمی ہوں۔ جس میں بقدر ضرورت معقول بھی دخل ہے اور زبان فارسی اور علم دین سے کافی واقفیت اور مذاق سخن رکھتے ہوں۔ اور علم تصوف میں اگر ماہر نہ ہوں تو کم از کم اس کے مناسبت ضرور رکھتے ہوں۔ اور اگر خود محقق نہ ہوں تو کسی محقق کی صحبت میں ایک معتد بہ مدت تک رہ کر اس کے مستفید ہوئے ہوں اور اگر صاحب حال بھی ہوں تو نور علی نور ہے کیونکہ مثنوی کے مضامین کو صاحب حال ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور غیر صاحب حال اس قدر نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ بعض مقام پر اس کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اِلَّا اَنْ یَّعْصِمَہُ اللّٰہُ۔ چنانچہ مولانا دفتر پنجم میں فرماتے ہیں ۔ اندر میں بحث از خرد رہی بدی : فخر رازی راز دار دین بدی

لیکچر من لم یذق لم یدر اد ۛ عقل و تخلیلات اد حیت فرزد  
 کے شود کشف از تفکر ایں انا ۛ ایں انا مکشوف شد بعد الفنا  
 می قد ایں غفلها در افتاد ۛ در منکے و حلول و اتحاد

نیز فرماتے ہیں ۛ

از صحاف مثنوی ایں پنجہست ۛ در روج چرخ جاں چول نجمہست  
 رہ نیابد از ستارہ ہر حواس ۛ خبر کہ گشتی باں ستارہ شناس  
 جزہ نظارہ نیست قسم دیگر اس ۛ از سوسوش غافل اند و از قرآن  
 آشنائی گیر شہادت باروز ۛ باچیں ستارہ لے دیو سوز ۛ

تنبیہ

یعنی مثنوی کے بعض مضامین کو بظاہر مخالف شریعت معلوم ہوتے ہیں مگر وہ  
 حقیقت میں مخالف نہیں ہیں۔ پس ناظرین کو چاہیے کہ ایسے مضامین کو دیکھ  
 کر نہ مولانا پر مخالفت شریعت کا طعن کریں اور نہ اُن کی ظاہری گمراہی میں مبتلا ہوں  
 بلکہ ایسے مضامین کے متعلق انکو چاہیے کہ خود مثنوی میں اُن کی تفسیر اور تشریح تلاش  
 کریں اغلب ہے کہ انکو اس کی تشریح خود مثنوی میں مل جائے گی۔ کیونکہ جہاں تک ہم  
 نے تتبع کیا ہے۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مولانا غلبہ حال اور حالت سکر میں ایسے  
 مضامین بیان کر جاتے ہیں جو بظاہر خلاف شریعت ہیں مگر دوسرے مقام پر ان کی  
 توضیح فرما دیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو مثنوی میں اس کی توضیح نہ ملے تو اپنے زمانہ کے محققین  
 سے اس کی تفسیر دریافت کر لے۔ یا محققین کے شروح و حواشی سے اس مقام کو حل کر لے  
 مثنوی میں مولانا بعض ایسے مضامین بیان فرماتے ہیں جو محض ہوتے ہیں مگر ان  
 سے محض کوئی مقصود نہیں ہوتی بلکہ مقصود ہدایت ہوتی ہے و سیاقی تفصیل  
 پس کسی کو مولانا پر محض کوئی کاشبہ نہ ہونا چاہیے ۛ



کارِ پا کاں را قیاس از خود میگیر ۛ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر  
آں یکے شیرے کہ جاں می پڑد ۛ و آں دگر شیر یکہ مردم می رود  
لے ڈکشتہ صبح کا ذب را بین صبح صادق را تو کا ذب ہم بین

## تنبیہات قسم ثانی

۱۔ مولانا کے کلام میں بعض مقام پر بندش و ترکیب کلام خلاف بندش و ترکیب  
تنبیہ متعارف واقع ہوتی ہے۔ مثلاً

وہ صیغہ صفت کو کبھی بمعنی مصدر استعمال کرتے ہیں۔ اور خواند، ساحر ناک، منکر  
ناک، نقاش گر وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۛ  
کو دکان خانہ دوش می کشند ۛ باشند اندر دست طفلان خوانمند  
اور فرماتے ہیں ۛ

حی وقائم داند اوں خاک را ۛ خوش نگر این عشق ساحر ناک را  
وغیرہ وغیرہ — اور کبھی وہ پیش کا قافیہ زیر سے اور زبر کا زیر سے کرتے ہیں چنانچہ  
فرماتے ہیں ۛ  
ہیں ز گنج رحمت بے مر بدہ ۛ در کف تو خاک گرد و زردہ  
نیز فرماتے ہیں ۛ

ہر گے را ہمت امید برے ۛ کہ کشادندش در اوں روزے وے  
اس شعر میں لفظ ”بری“ مرکب ہے بلے ظرفیہ اور لفظ ”رے“ بفتح را سے جو کہ نام ہے  
شہر کا۔ اور کبھی ربط مثل از دور دبر و با ظرفیہ درست وغیرہ کو حذف کر دیتے ہیں۔  
چنانچہ فرماتے ہیں ۛ

باکنیزک خلوتش بگذاشتی۔ اہی بخلوتش یا در خلوتش  
نیز فرماتے ہیں

”اونذلت خواست کے عزت تنم؟ اہی عزت

نیز فرماتے ہیں ع

”عشق و سودا چونکہ بر بوش بدن“ ای از عشق و سودا۔

اور کبھی حق سبحانہ کا یا کسی اور کا مقولہ بیان فرماتے ہیں اور گفت مغیرہ کو مخدوف فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

پیش با فرج و گلو باشد خیال ۞ لاجرم بروم نہاید جاں جمال  
ہر کرا فرج و گلو آئیں و خوست ۞ اِن کُم دین و لی دین بہر اوست  
با چنان انکار کوتہ کن سخن ۞ احمد کم گوئی با گبر کہن  
شعر ثالث کے شروع میں گفت خدا برائے رسول خود مقدر ہے اور نیز فرماتے ہیں  
پرس پر سال کیں موزن گو گماست ۞ کہ صلا د با نگ اور راحت فرماست  
بین چہ راحت بود ز آل آواز زشت ۞ کو خدا دازے بنا گہ در کشت  
دختری دارم لطف و لبس منے ۞ آرزوی بود اور ا مومنی اہ  
ان اشعار میں شعر ثانی کے شروع میں ”مرد ماں پر سیدند“ مقدر ہے اور شعر ثالث  
کے شروع میں اد جواب داد مقدر ہے

اور بعض مقام پر بقرینہ مقام دوسری عبارتوں کو مخدوف فرمادیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ع

گرچہ آن معنی ست این نقش لیے پسر ۞ تا بفہم تو بود نزدیک تر۔  
تقدیر عبارت یوں ہے گرچہ آن معنی است وین نقش لیے پسر۔ لہذا ایں نظیر آن نے  
تواند شد لیکن بایں ہمہ من ایں مثال را آوردہ ام تا بفہم تو بود نزدیک تر  
اور کبھی وہ را کو زائد استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع  
گر نبودے بہر عشق پاک را ۞ کے وجودے دادے افلاک را  
نیز فرماتے ہیں ع

گفت لوطی حمد اللہ را کہ من ۞ بدیندیشیہ ام با تو بظن  
اور کبھی وہ ایسے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ جس کے ایک معنی معروف ہیں اور دوسرے

معنی غیر معروف اور وہ ان سے معانی غیر معروفہ مراد لیتے ہیں۔  
جیسے پایاں بمعنی پایندہ غیر معروف ہے اور بمعنی انتہا وحد۔ معروف۔ مگر وہ  
فرماتے ہیں۔

نور حسن و جان ناپایاں ما۔ ۛ نیست کلی خانی دلا چوں گیا  
اس جگہ ان کی مراد ناپایاں سے ناپائدار ہے نہ کہ بے حد۔ علیٰ ہذا بعض نسخوں میں  
شعر مذکور میں ..... بجائے ناپایاں کے بے پایاں ہے اور بے پایاں کے معروف معنی  
بے حد ہیں مگر ان کی مراد اس ناپائدار ہے اور انہوں نے ”بے“ کو بمعنی ”نا“ استعمال فرمایا ہے  
جیسا کہ اس شعر میں ہے

دختران رامیت مردہ دہند ۛ کہ ز لعب کوہ کاں بے آگہ اند  
اور اپنے کے معنی معروف از جہت ہیں مگر انہوں نے اپنے قول سے  
گزشتہ صدر رنج و گر ۛ از پے ہیضہ بر آلود از تو سر۔

میں اس کے معنی از عقب ہیضہ مراد لئے ہیں اور کبھی وہ شب در اور روز در وغیرہ  
ترکیب استعمال کرتے ہیں ایسی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ بے ظرفیہ محذوف  
ہو اور در زائد۔ اور اصل میں لبشب در وغیرہ ہو۔ اور دوم یہ کہ مجرور جار پر مقدم ہو  
یہ نظر بطور نمونہ کے ہیں پس ناظر مثنوی کو چاہیے کہ حل ابیات میں فہم سلیم  
سے کام لے اور جستی بندش کی خاطر حسن الہ معنی کو ہاتھ سے نہ لے۔

کبھی مولانا ترتیب مضمون کو بدل دیتے ہیں اور مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم  
تنبیہ ۛ کر دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

چوں ضیاء الحق حسام الدین عنان  
باز گردانید ز اوج آسمان

چوں بعد از حقائق رفتہ بود بہ بہار شغفہ نشگفتہ بود  
چوں زدیا سونے ساحل بازگشت ۛ چنگ شرمشوی با ساز گشت  
ان اشعار میں مضمون شعرا قبل شعر ثانی سے موخر اور شعر ثالث سے مقدم ہے

۳۔ کبھی مولانا اپنے سیاق کلام کو بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔  
 تنبیہ گفت روزے شاہ محمود غنی: آں شہ غزنی و سلطان منے  
 اس کا مقتضایہ تھا کہ آئندہ وہ مقولہ بیان فرماتے مگر انہوں نے اس کو چھوڑ  
 دیا۔ اور فرمایا۔ شاہ روزے جانب ایوان شہادت: جملہ رکال را در آں ایوان بیافت  
 گوہرے بیرون کشید او مستتر: پس تہادش زد و در کف وزیر  
 گفت چونست و چہ ارزد ایں گہرا

پس یہاں انہوں نے سیاق اول کو چھوڑ کر دوسرا سیاق اختیار فرمایا ہے۔  
 ۴۔ مولانا کی عادت ہے کہ وہ ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف  
 تنبیہ: انتقال فرماتے ہیں اور کبھی اس انتقال پر تنبیہ فرماتے ہیں اور کبھی تنبیہ  
 نہیں فرماتے پھر جب انتقال پر تنبیہ فرماتے ہیں تو کبھی فوراً ہی انتقال فرماتے ہیں اور  
 کبھی کوئی اور مضمون بیان فرمانے لگتے ہیں اور اس کا رخ ہو کر مضمون ثانی کی طرف انتقال  
 فرماتے ہیں۔

چنانچہ دفتر سوم میں فرماتے ہیں:۔

شمع مریم واللیل افروختہ: کہ بخارا میرود آں سوختہ  
 سخت بے صبر و در آتش دہان تیز: اوسوئے صدا حسان کن می گریز  
 ایں بخارا منبع دانش بود: پس بخارا نیست ہر کانش بود  
 پیش شیخے در بخارا اندری: تا بخواری در بخارا ننگری۔  
 جز بخواری در بخارا ے دلش: راہ ندہ جز رومد شکمش  
 اے شک آں را کہ ذلت نفسہ و اے آنکس را۔: کہ میری رشتہ فرقت صد حسان مہمان او  
 نیز کبھی وہ انتقال کی مناسبت سے ہوتا ہے اور کبھی بلا مناسبت۔ چنانچہ...  
 فرماتے ہیں:۔

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص شد: دود و گندے آمد اناہل حسد او  
 نیز فرماتے ہیں:۔ ع اے سگ طاعن تو عو عومی کنی الا وغیرہ وغیرہ۔

**۵** تنبیہ: عام کتابوں کا قاعدہ ہے کہ ایک سُرخ سے دوسری سُرخ تک ایک مضمون ہوتا ہے اور دوسری سُرخ سے دوسرا مضمون شروع ہوتا ہے لیکن مثنوی میں یہ طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ مولانا کا کلام مصنفین کے طرز پر نہیں ہے۔ جو کہ ہر مبحث کو جدا جدا اور مرتب طور پر بیان کرتے ہیں۔ اور ہر مبحث کے لئے ایک ایک سُرخ قائم کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا بیان واعظانہ ہے۔ جس میں جذبے رنگ کی آمیزش ہے۔ پس وہ ایک مضمون شروع کرتے ہیں پھر اس کے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اس سے تیسرے مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ و لہذا الی ماشاء اللہ! اُس کے بعد کسی مضمون سابق کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اور کبھی مضمون سابق بالکل چھوٹ جاتا ہے۔ اس طرح ایک مضمون کے ضمن میں بہت سے انتقالات۔ اور مضامین مختلفہ آجاتے ہیں۔ ان میں سے بعض انتقالات یا مضامین پر سُرخ ہوتی ہے اور بعض پر سُرخ نہیں ہوتی۔ پس سُرخوں کو دیکھ کر پائے قائم نہ کر لینی چاہیئے کہ مضمون سابق ختم ہو چکا۔ اور اب جو کچھ اس سُرخ کے تحت میں مذکور ہو گا وہ اسی سُرخ سے متعلق ہو گا۔

کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سُرخ ایک مسلسل مضمون کے درمیان میں واقع ہوتی ہے جیسے سُرخ "باز و کم پیرزن" کہ درخانہ اولود۔ واقعہ دفتر چہارم۔ آسیہ امراۃ فرعون کی مسلسل گفتگو کے درمیان واقع ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سُرخ کے بعد مضمون سُرخ بیان فرماتے ہیں۔ اور اس کا رخ ہو کہ مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور اس عود کے لیے کوئی سُرخ نہیں قائم کرتے۔ دیکھو قصہ آیاز واقعہ دفتر پنجم وغیرہ۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک سُرخ قائم کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مضمون سُرخ بیان کریں۔ لیکن پھر کوئی اور مضمون ذہن میں آجاتا ہے اور اسے بیان کرنے لگتے ہیں اور مضمون سُرخ بالکل چھوٹ جاتی ہے مثلاً دفتر چہارم میں مولانا نے تجاذب جذب و انجذاب اشعار کا بیان فرمایا۔ اور جبکہ اس شعر تک پہنچے

آدمی را شیر از سینہ رسد - شیر خاز نیم زیرینہ رسد

تو چاہا کہ اس مقام پر غنائے اہل اللہ کا بیان فرمائیں۔ اسلئے انہوں نے سرفی قائم کی "بیان نمک عارف را غذا نیست از نور حق الخ" اسکے بعد ان کو خیال ہوا کہ آدمی شیراز سینہ رسد الخ سے جو شبہ جو حق سبحانہ کا ہوتا ہے اسکو دفع کر دیا جائے اسکے بعد اس مضمون کو بیان کیا جائے اسلئے انہوں نے سرفی کے بعد فرمایا عدل قسم ست و قمت کر دنی ست۔ جب اس مضمون کو ختم کر چکے تو باقی گفتگو کو روز آئندہ پر رکھا۔ اور فرمایا روز آخر شد سبق فرما لود الخ لکے دن اس سرفی کا خیال نہ رہا۔ اور اس کا مضمون بالکل چھوٹ گیا۔

**تنبیہ:** ۴۔ مثنوی میں جو سرخیاں واقع ہیں ان کی نسبت قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ مولانا ہی کی قائم کی ہوئی ہیں۔ ہاں بعض سرفیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرخیاں مولانا کی قائم کی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ سرفی مذکورہ بالا یعنی بیان آئمہ عارف را غذا نیست از نور حق الخ اور سرفی حکایت لوطی و مختث مذکورہ بالا جو کہ دفتر پنجم میں واقع ہے جس میں یہ شعر بھی ہے

بیت من بیت نیست افلیم ست    ہزل من ہزل نیست تعلیم ست  
مگر بشرطیکہ یہ شعر مولانا ہی کا ہو

**تنبیہ:** ۵۔ خواہ سرخیاں مولانا کی قائم کی ہوں یا کسی اور نے ہر حالت میں اس کا خیال کھنا چاہیے کہ سرفی کی بناء پر مضمون ذیل سرفی کو تو طام و طازد جائے بلکہ اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ گویا کہ سرفی ہی نہیں اسلئے کہ سرخیاں مثنوی میں مختلف قسم کی ہیں بعض تو ایسے ہیں جو کہ مضمون کے ساتھ یوں مطابق ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجمال ہیں اور مضمون ذیل اسکی تفصیل۔ اور بعض سرخیاں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضمون کے نتائج قریبہ اور بعید ہیں۔

فیض مضمون سرفی کو وہاں سے شروع سمجھنا چاہیئے جہاں سے اس کا شروع ہونا مناسب ہو۔ کیونکہ نا بخین کی بذا احتیاطیوں سے بعض سرخیاں اپنے مقام سے ہٹ گئی ہیں۔ چنانچہ دفتر پنجم مطبوع محمود الطابع ص ۲۴۲ پر جو سرفی "رسیدن گوہر از دست بیت آخر دور بایا الخ" واقع ہے اس کا مضمون ہے ہچنین در دور گرداں شد گہرا سے شروع

ہوا ہے۔ لیکن سرخی مذکور تین شعر بعد قائم کی گئی ہے۔

**تنبیہ:** مولانا کے کلام میں جس قدر نظم کے متعلق بے ترتیبیاں ہیں۔ یا ان کے کلام میں جو مضامین بظاہر خلاف شریعت ہیں۔ ان کا منشاء غلبہ عشق و فکر اور مضامین کی آمد اور ان کا ہجوم اور بیان کی بے ساختگی ہے۔ چنانچہ خود مولانا ان امور کی تصریح فرماتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں ہ میں سہ ہر ماہ سہ روز لے صنم ۛ بے گمان باید کہ دیوانہ شوم ہیں کہ امروز اول سہ وزہ است ۛ روز پیروزی ست نے پیروزہ است ہر لے کا ندر غم شاہی بود ۛ دمدم اور سر ماہی بود۔

کیف یا فی النظم لی والقافیہ بعد ما ضاعت اصول العافیہ۔ ما جنون واحد لی فی الشجون بل جنون فی جنون فی جنون۔ الی غیر ذلک من التصریحات۔

**تنبیہ:** مولانا ادھر مصرع میں الفاظ بضرورت قافیہ بھی استعمال کرتے ہیں جیسے اے عمو اے پدر اے پسر۔ اے عقل وغیرہ۔ ایسے الفاظ کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ اسی بنا پر ہم نے اپنی شرح میں ان الفاظ کی پرواہ نہیں کی ہے۔

**تنبیہ:** مولانا اپنے کلام میں تشبیہات و تمثیلات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں اور کبھی وہ تشبیہات و تمثیلات مشبہ ہو و مثل ہو پر پورے طور پر منطبق نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یا تو محض تقریب فہم ہوتی ہے یا جو بیش عشق چنانچہ فرماتے ہیں

ای بروں از دم وقال وقیل من ۛ خاک بر فرق من و تمثیل من  
بندہ لشیکبزد تصویر خوش ۛ ہر زمان گوید کہ جانم نوشت  
بچوں آں چو پاں کہ میگفت خدا ۛ پیش چو پاں محب خود بیا۔

نیز فرماتے ہیں۔

گمچہ آں معنی ست و نفس اے پسر ۛ تا بفہم تو بود نزدیک تر  
الی غیر ذلک من التصریحات۔



**تنبیہ:** مثنوی میں مولانا کے بعض بیانات حدیث تک پہنچے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان سے ان کا مقصود وہ عمدہ نتائج ہوتے ہیں جو ان سے پیدا ہوتے ہیں نہ کہ صورت مضمون۔ چنانچہ دفتر چہارم میں بذیل سرخی حکایت آں زن پلید کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سر او در بن می نماید چشم آدمی را۔ از سر او در بن فرود آ۔ تا آں خیالات برود الخ فرماتے ہیں ۛ ہزل تسلیم ست آں را جہل شو ۛ تو مشو بزطائر ہزلش گرد ہر جہلے ہرست پیش بازالل ۛ ہر لہا جہت پیش عافال اور دفتر پنجم حکایت لوطی و مخنث کی سرخی میں فرماتے ہیں۔

حکایت آں مخنث و پر سیدن لوطی از و در حالت لواطت کہ ایں خنجر از بہر چسیت۔ گفت از بہر آنکہ ہر کہ بایں بداندیشد اشکش بشکافم لوطی بر سر او آمد و شد می کرد می گفت الحمد للہ کہ من با تو بدینی اندیشم ۛ

بیت من بیت نیست اقلیم ست ۛ ہزل من ہزل نیست تعلیم ست  
قوله تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحِیْ اَنْ یُّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْا ضَلُّوا  
فَوْقَہَا اِیْ ضَلُّوا فَوْقَہَا فِی تَغْیْرِ النُّفُوسِ بِالْاِنْکَارَاتِ۔ ہاذا المراد  
اللّٰہُ بهذا مثلاً۔ و آنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواستم۔ یُضَلُّ بِہ  
کثیراً و یُہْدِیْ بِہ کثیراً کہ ہر فتنہ ہچو میزان ست کہ بسیار از سر خود شود  
و بسیار بے مراد .... و لو تأملت فیہ قلیلاً۔ لوحدت من نتائج الشریفۃ  
کثیرا انتہی۔

**تنبیہ:** مولانا قصہ لوح واقعہ دفتر پنجم میں فرماتے ہیں ۛ  
اس دعا از ہفت گردوں گذشت ۛ کاراں سکیں باخرو گشت  
— کان دعلے شیخ نے چوں ہر دعا ۛ فانی ست او گفت او گفت خدا  
اور اس قسم کے مضامین مثنوی میں اور مقامات پر بھی ہیں۔ ایسے مضامین سے  
جہلا۔ اور غلاۃ کو بہت بڑا دھوکا ہوتا ہے اور وہ ایسے مضامین سے مختلف قسم کی

گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں مثلاً بعض تو اہل اللہ کو خدا سمجھ جاتے ہیں اور اس بنا پر ان کے لیے خواص الوہیت مثلاً علم غیب محیط - عموم قدرت و تصرف کیف ماثلاً وغیرہ وغیرہ ثابت کرتے ہیں۔

اور بعض انکو معصوم اور قید شرع سے آزاد سمجھ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسلئے ضرورت ہے کہ ایسے مضامین کی حقیقت واضح کر دی جائے تاکہ لوگ گمراہی سے محفوظ رہیں — سو واضح ہو کہ اتحاد اہل اللہ مع الحق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ حقیقتاً خدا ہو جاتے ہیں یا خدا ان میں حلول کر جاتا ہے نفوذ باللہ منہ،

بلکہ مولانا کی مراد صرف توافقی اکثر الامور ہوتا ہے جیسے روزمرہ کی بول چال میں اتحاد کہتے ہیں مثلاً دو شخصوں میں دوستی بہت بڑھ جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتا ہر کہ ہم تم تو ایک ہی ہیں دو تھوڑا ہی ہیں - علیٰ ہذا - دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں دو تھوڑا ہی ہیں وہ تو دونوں ایک ہی ہیں - حالانکہ وہاں یقیناً ایسا اتحاد نہیں ہوتا جیسا کہ گمراہ لوگ اہل اللہ اور خدا کے درمیان سمجھتے ہیں۔

اور یہ حقیقت اتحاد مولانا کے مجموعی کلام سے اس قدر واضح ہے کہ منصف کو اس میں اصلہ شبہ کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ وہ خود اہل اللہ سے لغزشوں کا صدور اور ان پر حق سبحانہ کی تنبیہ نقل فرماتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں :-

یک قدم زو آدم اندر ذوق نفس ۛ شد فراق صدر جنت طوق نفس  
اور حضرت مولے علیہ السلام پر حق سبحانہ کی تنبیہ ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں :-  
وحی آمد سوئے از حبرا - ۛ بندہ مارا چہرہ کہ دی جبرا -

تو برائے وصل کہ دن آمدی ۛ نے برائے فصل کہ دن آمدی  
اور دفتر چہارم قصہ بنائے مسجد اقصیٰ میں فرماتے ہیں :-

چوں در آمد عزم داد وے تنگ ۛ کہ بسازد مسجد اقصیٰ بے تنگ  
وحی کردش حق کہ ترک دیں کجواں ۛ کہ ز دست بر نیاید ایں بکان  
نیست در تقدیر مآئیکہ تو ایس ۛ مسجد اقصیٰ برآرے لمے گزیسے

گفت جرم چیست ای آئے از ۛ کہ مرا گوئی کہ مسجد را می ساز  
گفت بے جرمی تو خونہا کردہ ۛ خون مظلوماں بگردن مردہ۔  
کہ آواز تو خلقے بے شمار ۛ جان بد او بند و شدند آزار شکار  
خون بے رفت ست بر آواز تو ۛ بر صدرے خوب جاں پر داز تو  
گفت مظلوب تو بودم مست تو ۛ دست من بر بستہ بود از دست تو  
نے کہ ہر مغلوب شہ مرحوم بود ۛ نے کہ المغلوب کا معدوم بود  
گفت اے مغلوب معدومیت کو ۛ جز بہ نسبت نیست معدوم القوا  
ایں چنین معدوم کو از خویش رفت ۛ بقرین ہستیہ افتاد و رفت  
او بہ نسبت با صفات حق فناست ۛ در حقیقت در فنا اورا بقا ست الخ  
الی غیر ذلک من التصریحات۔

یہ واقعات اور اس قسم کے اور واقعات جو اہل اللہ کے خود مشنوی میں منقول ہیں  
صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا ہو نہ خلا ہو سکتا ہے اور  
نہ اس کے لیے خواص الوہیت۔ مثل علم محیط کاملہ و قدرت و تصرف و اختیار کامل و شامل  
ثابت ہو سکتے ہیں اور نہ خدا پر ان کا قبضہ ہو سکتا ہے کہ وہ جو چاہیں اس کا کام لیں۔  
اور نہ اس کے تمام کام خدا کی مرضی کے موافق ہوتے ہیں بلکہ بعض امور میں ان سے لغزش  
ہو جاتی ہے جس پر حق سبحانہ کی طرف سے ان کو مناسب تنبیہ ہوتی ہے پس وہ  
محکوم ہوتے ہیں اور خدا ان پر حاکم اور وہ بندہ ہوتے ہیں۔ اور خدا ان کا خدا۔ اور وہ  
شرائط تکلیف کے پائے جانے کی حالت میں کسی وقت میں بھی حد تکلیف کے خارج نہیں ہوتے  
بلکہ وہ عوام سے زیادہ مکلف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان سے ایسی باتوں پر بھی مواخذہ ہوتا ہے  
جن پر عوام سے مواخذہ نہیں ہوتا جیسا کہ واقعات منقولہ سے ظاہر ہے۔

۱۳۱ مولانا حق سبحانہ کے لیے لفظ عشق کا استعمال کرتے ہیں مگر عوام کو ان کی تقلید  
تنبیہ: نہ چاہیئے اور حق سبحانہ کے لیے اس لفظ کا استعمال نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ  
اس لفظ کو بالمعنی المعروف حق سبحانہ کے لیے استعمال کریں جیسا کہ ان کی حالت سے

ظاہر ہے۔ تو اس لفظ کا استعمال حق سبحانہ کے لئے کُفر ہے اسلئے کہ عشق بمعنی معروف  
 قسم ہے جنون کی اور مستلزم ہے اضطراب اور اضطراب کو۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوًّا  
 کبیراً اور اگر بمعنی مطلق محبت استعمال کریں جیسا کہ مولانا کرتے ہیں تب بھی ان کو ایسا  
 نہ چاہئیے کیونکہ یہ لفظ موہم سور ادب اور نادانوں کو مغالطہ میں ڈالنے والا ہے اور ایسے  
 معاملات میں عوام کو خواص کی تقلید جائز نہیں۔

چنانچہ مولانا نے دفتر پنجم میں غلامان عمیر خراسانی کے قصہ میں ایک بزرگ کا  
 واقعہ بیان فرمایا ہے اور کہا ہے

اے بیکے گستاخ اور اندر ہرے ۞ چوں بدیدی او غلام مہترے  
 جامنا طلسم کمر زریں رواں ۞ رونے کردی سوئے قبلہ آسمان  
 کسے خلایز خواجہ صاحب من ۞ چوں بنا موزی تو بندہ داشتن  
 بندہ پروردن بیاموز لے خدا ۞ زیں رئیس و اختیار شہر ما  
 بود محتاج و برہنہ بے نوا ۞ دوزستان لہز لرزاں از ہوا  
 انبساطے کرد آں از خود بری۔ ۞ جوتے نمود او از ملتہری  
 اعتمادش بر ہزاراں موہبت ۞ کہ ندیم حق شد اہل معرفت  
 گزیدم شاہ گستاخی کند۔ ۞ تو مکن چوں تو نداری آں ستد

اسی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کل جاہل صوفی جو بے تکلف ان شطیحات کو زباں پر  
 لاتے ہیں جو اہل اللہ سے غلبہ شکر میں یا اور کسی وجہ سے صادر ہو گئی ہیں ان کو ایسا کہنا ہرگز  
 جائز نہیں۔ اور ان پر صرف علماء ظاہر ہی انکار نہیں کرتے بلکہ خود صوفیاء کرام بھی انکار  
 کرتے ہیں۔ اور ان کو ایسا کہنے کی ممانعت کرتے ہیں۔

۱۴۔ مولانا کی عادت ہے کہ کسی ایک مضمون کو مختلف عنوانوں سے بیان فرماتے  
 تنبیہ: ہیں اور کبھی ایک عنوان سے مختلف معنوں کو تعبیر فرماتے ہیں۔ بعض جگہ  
 اس دقیقہ پر اطلاع نہ ہونے کے سبب حل مطلب میں دقت پیش آتی ہے مثلاً کبھی  
 وہ عقل کل سے مراد شیخ لیتے ہیں اور کبھی حق سبحانہ اور کبھی عقل معاد اور کبھی عقل معاش کا کل

کامل - اور لوگوں کو اختلاف معنوں پر اطلاع نہیں ہوتی - اسلئے وہ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں :-

**۱۵** تنبیہ: مولانا کے بعض اطلاقات کسی اور اہل تصوف کے خلاف ہوتے ہیں مگر ناظرین ان کو مصطلح اہل تصوف پر محمول کر کے دھوکا کھاتے ہیں مثلاً وہ عقل کل یا عقل کلی سے معافی مذکورہ بالا مراد لیتے ہیں اور محشین ان کی شرح میں فتوحات مکیہ کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دھوکا کھاتے ہیں - علیٰ ہذا وہ عین الیقین کو حق الیقین کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور ناظرین کو اس کے معنی معروف کا دھوکا ہوتا ہے -

**۱۶** تنبیہ: مولانا کبھی جسم بولتے ہیں اور اس کے مراد ان کی معنی معروف ہوتے ہیں اور کبھی وہ جسم بولتے ہیں اور مراد ان کی نفس ہوتا ہے چنانچہ جب وہ جسم کا روح ہونا یا روح کا جسم ہونا بیان کرتے ہیں تو ان کی مراد غلبہ صفات روح پر نفس یا غلبہ صفات نفس پر روح ہوتا ہے -

**۱۷** تنبیہ: جب مولانا کبھی مضمون کی تائید کسی حکایت وغیرہ سے کرتے ہیں تو اس کے کبھی اور نتائج بھی نکالتے ہیں اس لیے ایسی حکایات وغیرہ کو ایک اعتبار سے ماقبل سے تعلق ہوتا ہے اور دوسری جہت سے مابعد سے اور وہ حکایات وغیرہ من وجہ اصل ہوتی ہیں - اور من وجہ تابع -

**۱۸** تنبیہ: کبھی مولانا بعض معاملات مثل معاملہ اہل اللہ با حق سبحانہ و معاملہ اہل دنیا یا اہل اللہ کو صراحتاً بیان فرماتے ہیں - اور کبھی کسی قصہ وغیرہ کے پردہ میں - جب کسی پردہ میں بیان کرتے ہیں تو کبھی وہ قصہ وغیرہ کو بیان کر کے اپنے مدعا کی تصریح کر دیتے ہیں - اور کبھی خود قصہ وغیرہ ہی میں ایسے الفاظ داخل کر دیتے ہیں جو مقصود کو ظاہر کرتے ہیں - یعنی وہ اس مضمون میں بعض الفاظ تو ایسے استعمال کرتے ہیں جو صورت قصہ کے مناسب ہیں - اور بعض الفاظ ایسے لاتے ہیں جو مقصود قصہ کے موافق ہیں -

دیکھو! قصہ گرفتار شدن باز میاں چنڈاں واقعہ دفتر دوم و قصہ باز و پیرزن

واقعہ دفتر چہارم و قصہ ایاز واقعہ دستہ پنجم وغیرہ۔ جو لوگ اس دقیقہ سے آگاہ نہیں ہوتے۔ ان کو حل ابیات میں دقت پیش آتی ہے اور وہ مختلف قسم ادہام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

۱۹۔ مولانا اپنی مثنوی میں روایات و واقعات ضعیفہ یا غیر ثابتہ کا بھی ذکر کرتے تنبیہ! ہیں۔ مگر ان کا ذکر کبھی مدعا کے اثبات کے لیے نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ اصل مدعا دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ان سے اس کو بنا بر احتمال امکان وقوع محض تا یہ مقصود ہوتی ہے اور چونکہ ان کا اصل مقصود ان واقعات و روایات کی صحت پر موقوف نہیں ہوتا اسلئے وہ ان میں تنقید و تحقیق محدثانہ سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ بنا بر احتمال مذکور ان کو ذکر فرما دیتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے دفتر دوم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے شکم مادر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تنظیم کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شکم مادر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تنظیم کرنے کے واقعہ پر طاعنین کا اعتراض نقل فرما کر اس کا جو جواب دیا ہے اسکی یہ مضمون صاف طور پر ظاہر ہے۔

حاصل شبہ یہ ہے کہ یہ قصہ غلط ہے تم کو اسی مثنوی میں درج نہ کرنا چاہیے اور حاصل جواب یہ کہ یہ واقعہ فی نفسہ ممکن ہے اسلئے قطعی طور پر اسکی غلط ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں اور اگر غلط بھی ہو تو ہم کو صورت واقعہ مقصود نہیں بلکہ مقصود مقصود ہے اور وہ صحیح ہے عبارت اشکال یہ ہے

ابہاں گوید ایس افسانہ را : خط بخش زیر دروغ ست و خطا  
زانکہ مریم وقت وضع حمل خویش : بود از بیگانہ دور و ہم ز خویش  
مریم اندر حمل جفت کس نہ شد : از بڑوں شہر او واپس نہ شد  
مادر یحییٰ کجا دیدش کہ تا : گوید اورا در سخن ایں ماجرا

اور عبارت جواب یہ ہے

ایں بلند کانکہ اہل خاطر ست : غائب آفاق اورا حاضر ست

پیش مریم خاطر آید در نظر : مادہ توحیدی کہ دوست از بصر  
 دیدہ بابتہ بہ بند دوست را : چوں شبک کردہ باشد پوست را  
 در نیکش نمر زوں و نمر زوں : از حکایت گیر معنی اے ز بوں  
 الی آخرہ ما قال رضی اللہ عنہ۔

**تنبیہ ۲۱** مولانا جب کسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں تو اسکو دلائل سے ثابت کرتے  
 ہیں۔ ان میں بعض استدلالات بُرطانی اور مفید یقین ہوتے ہیں اور بعض  
 خطابی مفید ظن اور بعض شعری جو محض تقویت تاثر و عظم کے لئے استعمال کئے  
 جاتے ہیں۔ بس مولانا کے ہر استدلال میں دقت فلسفہ کو دخل نہ دینا چاہیئے  
**تنبیہ ۲۱** مولانا کے کلام میں کہیں عموم و استغراق حقیقی مراد ہوتا ہے اور کہیں عرفی  
 اور کہیں عموم و استغراق سے محض کثرت مراد ہوتی ہے پس ہر جگہ  
 مولانا کی تعلیم ظاہری کو استغراق حقیقی پر محمول کر کے دھوکا نہ کھانا چاہیئے اور ان  
 کی بعض تعجیبات ظاہری اہل اللہ کے احاطہ علم اور عموم قدرت اور عصمت غیر معصومین  
 وغیرہ کا شبہ نہ ہونا چاہیئے

**تنبیہ ۲۲** مثنوی میں مولانا نے علوم معاملہ و مایہ تعلق بہا بیان فرمائے ہیں اور جس  
 مسئلہ کو علوم معاملہ سے کچھ بھی تعلق نہ تھا انہوں نے اسکو بیان نہیں  
 فرمایا۔ اسی بنا پر مولانا نے مسئلہ وحدۃ الوجود بالمعنی المعروف عند الصوفیاء سے  
 نفی یا اثباتا تعرض نہیں فرمایا۔ اور جن اشعار کو وحدۃ الوجود پر محمول کیا جاتا ہے  
 حق کے نزدیک ان کا محل دوسرا ہے مثلاً مولانا دفتر اول میں کہتے ہیں :  
 جملہ معشوق است عاشق پردہ : زندہ معشوق است و عاشق مردہ  
 احقر کی رائے میں یہ مسئلہ فناء و بقا کا بیان ہے نہ کہ وحدۃ الوجود بالمعنی المعروف کا  
 اور مولانا نے جوارشاد فرمایا ہے چونکہ بیرنگے اسیر رنگ شد۔ موئے ہاموئے در جنگ شد  
 بچوں بہ بیرنگے سی کاں داشتی : موٹی و فرعون دارند آشتی  
 ان کا مطلب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ جب روح اپنی الجملہ صفات نفسانیہ کا



غلبہ ہوتا ہے تو اس وقت اہل حق میں بھی ایک حد تک تنازع و تخالف پیدا ہو جاتا ہے اور جب کسی پر بعد قتلے صفات نفسانہ صفات رد جانہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی حالت جمالت اصلیکہ کی طرف عود کر آتی ہے تو پھر اہل حق اور اہل باطل سے بھی التفات و اتحاد ہو جاتا ہے اور یہ وہ مضمون ہے جس کو مولانا نے دفتر چہارم میں یوں بیان فرمایا ہے

جان میوانی ندارد اتحاد : تو مجو ایں اتحاد از روح باد  
 بچوں نما ند جانہا را فاعده : مومنال باشند نفس واحدہ

پس اس وقت ان اشعار کو وحدۃ الوجود بالمعنی المتعارف سے کوئی تعلق نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب :

<sup>۲۳</sup> مولانا کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ وہ ایک واقعہ ماضیہ بیان کرتے ہیں لیکن تنبیہ : بنا پر استحضار اس کو فی الحال واقع مان کر گفتگو کرتے ہیں چنانچہ دفتر پنجم میں ایک زاہد اور ایک شہزاد خورامیر کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو کہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں واقع ہوا تھا۔

مگر بنا پر استحضار مولانا امیر سے زاہد کی سفارش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

عفو کن اے میر بر سختی او : در نگر در درد و بد بختی او - الخ  
 محشیں نے تو اس کو رجوع بقصہ قرار دیا ہے مگر ہم کو بقرینہ سیاق و سباق و طرز بیان خود مولانا کی سفارش کہنا ذوقاً صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ ایک قرینہ اس پر یہ کہ مولانا نے اول عشاق کی سفارش کے لئے خطاب عام فرمایا ہے اور کہا ہے

یا کرامی ارجو اہل الہو اے : شاہنم ورد التوے بعد التوی

اسکی بعد فرمایا ہے ع

عفو کن اے میر بر سختی او - الخ اس معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے خطاب عام کے بعد خطاب خاص فرمایا ہے اور سفارش عام کے بعد سفارش خاص فرمائی ہے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے اس سفارش میں اور لوگوں کی سفارش میں بہت فرق ہے چنانچہ لوگوں کی سفارش میں خوشامد کا رنگ ہے اور سفارش میں شان ارشاد

غالب ہے۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ مولانا اس سفارش کے بعد فرمایا ہے :  
 باز بشنوقصہ میراں دگر۔۔۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک  
 گفت گو خود مولانا کی تھی اور یہاں سے مولانا قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔  
 واللہ اعلم۔

علیٰ ہذا مولانا دفتر مذکور میں ایاز کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں  
 من بگو احوال خود راے ایاز : گرچہ تصویر حکایت شد دراز الخ  
 اس شعر میں مصرع ثانی و اشعار آئندہ باواز بلند کہہ رہے ہیں کہ یہ خود مولانا کا  
 خطاب ہے نہ کہ محسود کا۔

۲۴ تنبیہ: مولانا اپنے کلام میں مجازات لغویہ کا بکثرت استعمال کرتے ہیں چنانچہ  
 وہ اکثر نفس کو مردہ کہتے ہیں مگر مراد ان کی اسکی بغایت ضعیف  
 اور مضحل ہوتی ہے نہ کہ حقیقتاً مردہ۔ ناواقف مردہ سے معنی حقیقی مراد لیکر دھوکا  
 کھاتے ہیں اور اولیاء اللہ کو معصوم سمجھ بیٹھتے ہیں یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے  
 واضح ہو کہ نفس حقیقتاً تو انبیاء کا بھی مردہ نہیں ہوتا اولیاء اللہ کا تو کیا مردہ ہوتا  
 چنانچہ مولانا فرماتے ہیں :

یک قدم زو آدم اندر ذوق نفس : شد فراق صدر جنت طوق نفس  
 لیکن چونکہ انبیاء کے اندر وہ خصوصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اولیاء کے اندر نہیں ہوتیں اسلئے  
 انبیاء حقیقی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء معصوم نہیں ہوتے۔ خصوصیت اقل  
 یہ ہے کہ انبیاء کو اپنے نفس پر خلقی طور پر اولیاء سے زیادہ قابو ہوتا ہے اسلئے جب  
 ان کو نفس کے کسی تقاضا کے متعلق یہ علم ہوتا ہے کہ یہ تقاضا نفس ہے تو پھر وہ اسکی  
 مطاعت نہیں کرتے۔ برخلاف اولیاء اللہ کے کہ انکو اپنے نفس پر اتنا قابو نہیں ہوتا  
 جتنا کہ انبیاء کو ہوتا ہے اسلئے کبھی کبھی وہ تقاضائے نفس کو تقاضائے نفس جان کر بھی  
 اسکی حقیقی پر عمل کر بیٹھتے ہیں۔ مگر یہ امر شاذ نا در ہوتا ہے جس کو کالعدم سمجھنا چاہیئے  
 دوسری خصوصیت انبیاء میں یہ ہوتی ہے کہ حق سبحانہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا

وعدہ ہوتا ہے۔ برخلاف اولیاء کے۔ کہ گو حق سبحانہ، ان کی بھی حفاظت فرماتے ہیں مگر اس کا ان سے وعدہ نہیں ہوتا۔ اسلئے کبھی کبھی وہ اپنی حفاظت کو کسی مصلحت سے ان سے بھی اٹھا لیتے ہیں اور یہ بھی اتفاقی اور شاذ نادر ہوتا ہے۔ ان وجوہ سے انبیاء کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ وہ حقیقی گناہ سے معصوم ہیں۔ اور اولیاء کی نسبت یہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ حقیقی گناہ سے معصوم نہیں ہیں۔ مگر غالب احوال میں بتائید حق سبحانہ، اس کو محفوظ ہوتے ہیں اور اس بنا پر ضروری ہے کہ جس بزرگ کی مقبولیت عند اللہ قرآن صحیحہ معتبر عند الشرع سے معلوم ہو جائے اس کے کسی ناشروع فعل کو حتی الامکان معصیت حقیقیہ پر محمول نہ کیا جائے بلکہ بنا بر حسن ظن انکو معذور سمجھا جائے اور ان کے فعل کی کوئی تاویل مناسب کر لی جائے لیکن ایسے افعال میں دوسروں کے لیے ان کی تقلید جائز نہ ہوگی۔

۲۵ تنبیہ: مولانا مثنوی میں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے جو استدلال فرمائے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن پر تحریف کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور بعض استدلال ایسے ہیں جن پر تحریف معنوی کا شبہ ہوتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ ایسے استدلال کی حقیقت ظاہر کر دے۔

سومافض ہو کہ استدلال مذکورہ میں بعض استدلال تو ایسے ہوتے ہیں جن کا مبنی مجتہدانہ استنباط ہو سکتا ہے جیسا کہ انہوں نے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ اِلَیْهِ مِنْ بَعْضِ مَقَدِّمَاتِ غَارِجِہِ یَقِیْنِہِ۔ یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اصل جاننا زی و صدق و وفا و شہادت نفس مقتول ہونا نہیں ہے بلکہ اطاعت حق سبحانہ و مخالفت نفس ہے۔ پس ایسے استدلال پر تو تحریف کا شبہ سرا سر جہم ہے۔ رہے وہ استدلال جن کا منشأ استنباط مجتہدانہ ہے اور نہ نصوص ان کے مدعا پر دلالت کرتے ہیں۔ سو ایسے استدلال کی نسبت یہ گزارش ہے کہ مولانا کا ان استدلال سے یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ یہ مضمون نصوص کا مدلول اور صاحب

شرع کا مقصود ہے۔ بلکہ ان کا مقصود ان نصوص کے ساتھ استدلال سے محض اعتناء ہوتا ہے یعنی ان نصوص کو اس مدعا سے فی الجملہ مناسبت ہوتی ہے اور اس مناسبت کی بنا پر وہ ان سے استدلال کرتے ہیں اور ایسے استدلال اشبہ باستدلالات شعراء و تعبیرات معبرین ہوتے ہیں پس ان پر تحریف کا شبہ بالکل بیجا ہے۔

اب ہم مولانا کے بعض استدلال کو ان کی توضیحات کے ساتھ درج رسالہ کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر اصل مقصود پورے طور پر منکشف ہو جائے مینے!

مولانا نے دفتر پنجم میں بذیل سرخی لواء حق سلطان محمد یازار الخ ارشاد فرمایا ہے  
 ۱۔ اے ایاز پر نیاز صدق کیمش۔ ۲۔ صدق تواز بحر و از کوزہ است پیش  
 ۳۔ نے وقت شہوت باشد عشار۔ ۴۔ کہ رود عقل چو کوہست کاہ دار  
 ۵۔ نے بوقت خشم و کینہ صبر بات۔ ۶۔ ست گرد در قرار و در ثبات  
 اس کے بعد فرمایا ہے ۷۔

ہست مرفے این آں ریش و ذکر ۸۔ ورنہ بوفے میر میراں کبر خد  
 ان ابیات میں مولانا نے دعوائے فرمایا ہے کہ مناط رجولیت مرفے۔ جسم نہیں ہے  
 بلکہ روح ہے پس جس کی روح نفس پر غالب ہوگی وہ مرد ہوگا خواہ اس کا جسم زنانہ  
 ہو اور جس کا نفس روح پر غالب ہوگا وہ عورت ہوگا خواہ اس کا جسم مردانہ ہو۔

اس دعوائے پر مولانا نے یوں استدلال فرمایا ہے ۹۔  
 حق کہ خواندست در قرآن رجال ۱۰۔ کے بود این جسم را آنجا مجال  
 روح حیوان لا چہ قدرست پس ۱۱۔ آخرا بازار قصا باں گذر۔  
 صد ہزاراں سر نہادہ پر شکم ۱۲۔ ارزشاں از دہ و از دہ ست کم  
 حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ قرآن میں جن کو رجال کہا گیا ہے وہ وہی لوگ ہیں  
 جن کی روح نفس پر غالب ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِذُوا ۱۔ اور فرمایا ہے رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ  
 وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۲۔ اور فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا  
 ۳۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کو رجال صفات جسمانیہ و حیوانیہ کے لحاظ سے کہا گیا یا صرفاً روحانیہ کے اعتبار سے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ صفات جسمانیہ و حیوانیہ کے لحاظ سے نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ لفظ موقع مدح میں واقع ہے اور حیوانیت کو فی قابل مدح شے نہیں ہے۔ پس ضرور ہے کہ یہ لفظ صفات روحانیہ کے اعتبار سے اطلاق کیا گیا ہو۔ وہو المدعی — یہ حاصل تھا استدلال کا۔ اس پر تحریف کا شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ نصوص مذکورہ میں لفظ رجال اپنے معنی لغوی میں ستمل ہے۔ اور مولانا کا یہ مقدمہ کہ لفظ رجال مدح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ممنوع ہے لیکن اس کو تحریف کہنا سراسر غلطی ہے کیونکہ یہ تحریف نہیں ہے بلکہ مجتہدانہ استدلال ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ رجال آیت میں بنا برقرآن مخصوصہ مصروف عن المعنی الحقیقی اور محمول بر معنی مجازی ہے اور اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جو قرآن مولانا صرف عن المعنی الحقیقی کے لیے قائم کئے ہیں وہ ناکافی ہیں اسلئے ان کی بنا پر معنی حقیقی کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ یہ مجتہد اعتراض ہے پس یہ اختلاف رائے ہو گا جبکہ مجتہدین میں ہوا کرتا ہے لہذا اس کی بنا پر مولانا کے استدلال کو تحریف نہیں کہا جاسکتا۔

(۲) نیز وہ فرماتے ہیں

صدق جان دادن بود بیس سالقوا : از نبی برخواں رجال صدقوا  
 ایس ہم مردن نہ مرگ صورت ست : ایس بدن مروح را چوں آلتست  
 لے بسا خامیکہ ظاہر خویش ریخت : یک نفس زندہ آں جانب گریخت  
 آلتش بشکست ز بدن زندہ ماند : نفس زندہ است از چہ مرکب خن نشاند  
 اسپ کشت زہ زفت آں خیر سر : ماند خام و خیرہ سر آں بے خبر  
 گہر خویش ز تے گشتے شہید : کافر کشتہ بدے ہم بوسعید  
 لے بسا نفس شہید معتمد : مردہ در دنیا چو زندہ میبود  
 روح را بن مرد و تن کتیغ اوست : ہست باقی در کف آں غرودوست

تیغ آں تیغ ست مرداں مردیت ۛ لیکن اس صورت ترا حیران کنی ست

نفس چون مبتدل شود ایں تیغ تن ۛ باشند اندر دست صنع ذوالمنن

ان ابیات میں مولانا نے وعوے کیا ہے کہ صدق اور وفا حقیقت میں جان بازی کا اور دلیل اسکی یہ بیان فرمائی ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن میں جان بازی کو صدق فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ فَنَهُوهُمُ عَنْ قَتْلِهِمْ نَحْبَهُ وَ مِنْهُمْ مَن يَسْتَطُوْا۔ یعنی مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو صادق العہد اور وفا دار ہیں۔ سوان میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو شہید ہو چکے۔ اور کچھ ایسے ہیں جو منتظر شہادت ہیں پس اسکی معلوم ہوا کہ صدق و وفا جان بازی کا نام ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ جان بازی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی مقتول ہو جائے کیونکہ بدن روح کا آلہ ہے جسکی ذریعہ وہ اعمال صالحہ کر کے تقرب عند اللہ حاصل کر سکتے ہیں اور اسی لیے وہ اسکو عطا کیا جاتا ہے پس اسکو کھودینا نہ فی نفسہ کوئی کمال ہو سکتا ہو اور نہ وہ شرعاً مطلوب ہو سکتا ہے لہذا اس کا ضائع کرنا موجب مدح اور مستحسنی بہ صدق و وفا نہیں ہو سکتا اور نہ اسکو جان بازی کہا جاسکتا ہے بلکہ اصل جان بازی جو موجب مدح اور فی نفسہ کمال اور مستحسنی بہ صدق و وفا اور شرعاً مطلوب ہے وہ ترک خودی اور اطاعت کاملہ اور نفس کشی ہے۔

اور چونکہ صحابہ مذکورین فی الآیہ میں یہ معنی جان بازی کامل طور پر متحقق تھے اور انہوں نے حق سبحانہ کی اس درجہ اطاعت کی تھی کہ اسکے اطاعت میں جان تک دیدی تھی یا جان دینے پر آمادہ تھے ایسے آیت میں ان کی تعریف کی گئی۔ اور ان کو صادق العہد اور وفا کہا گیا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جان بازی کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ صورت تو مقتول ہونا ہے اور حقیقت ترک خودی و اطاعت حق سبحانہ۔ اور صورت جان بازی نہ فی نفسہ کمال ہے اور نہ شرعاً مطلوب۔ لہذا اسکو صدق و وفا نہ کہا جائے گا پس صدق و وفا حقیقت جان بازی ہوگی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی بذریعہ نفس کشی ترک خودی اور اطاعت کاملہ کرے تو اسکو صادق العہد اور جان باز اور وفا دار اور شہید کہا جائے خواہ وہ

زندہ ہو یا مقتول یا مردہ بغیر قتل - اور اگر کوئی نفس کشی نہ کرے بلکہ خودی اور مخالفت میں منہمک رہے لیکن مقتول ہو جائے جیسے کفار مقتول ہوتے ہیں یا بعض مسلمان - ریاء و مسعد کے لیے مقتول ہوتے ہیں تو ان کو جاننا یا صادق العہد یا شہید وغیرہ نہ کہا جائے یہ استدلال استنباط مجتہدانہ پر مبنی ہے اور تمام مقدمات اسکی واجب التسلیم ہیں۔

(۳) نیز فرماتے ہیں ۵

توخی دانی کہ دایہ دانگات ۵ کم دہد بے گریہ شیر اور رائگاں  
گفت ولیکون اکثر گلش دار ۵ تا بریزد شیر فضل کردگار  
مولانا نے اس استدلال میں ولیکو اکثر کو طلب گریہ پر محمول کیا ہے جو کہ آیت میں مقصود نہیں ہے اسلئے یہ استدلال مشابہ ہو گا۔ مومن خاں کے اس استدلال کے ۵ حسن انجام کا مومن میری باریک خیال ۵ یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے کیونکہ مومن خاں نے محبوبہ کے خیال حسن انجام پر محمول کیا۔ جو کہ اسکی کلام کا مدلول نہیں ہے۔

(۴) نیز فرماتے ہیں ۵

تو ستوری ہم کہ نفست غالی ۵ حکم غالب را بود لے خود برست  
خرخواندت اسپ خواندت و الجلال ۵ اسپ تازی را عرب گوید تعال  
اس استدلال میں مولانا نے لفظ تعالو اسے آدمیوں کے گھوڑا یعنی صالح الاستعداد ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ عرب جب گھوڑے کو بلاتے ہیں تو تعال کہتے ہیں اور گدھے کو اس لفظ سے نہیں بلاتے۔ یہ استدلال ایسا ہے جیسا مومن خاں کا یہ استدلال ہے ۵

پر ہیز سے اسکی گئی ہمارے دل آہ ۵ بیگانگیوں میں بھی عجب ربط رہا ہے  
توضیح اسکی یہ ہے کہ جب معشوق کی طرف سے اعراض ہوتا ہے اور جذب نہیں ہوتا  
تو عاشق کی محبت کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو  
کہ لفظ پر ہیز جس طرح معشوق کے اجتناب پر بولا جاتا ہے یونہی بیمار کے ناموافق غذا



وغیرہ سے بچنے پر بھی بولا جاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص پر ہیز کرتا ہے اسی کی بیماری جاتی ہے اور ایک کے پر ہیز سے دوسرے کی بیماری نہیں جاتی۔ پس مومن کہتا ہے کہ معشوق کے پر ہیز سے میری بیماری جاتی رہی۔

یہ دلیل ہے۔ میری اور اس کے اتحاد کی۔ کیونکہ اگر مجھ میں اور اس میں اتحاد نہ ہوتا تو اس کے پر ہیز سے میری بیماری کا ہے کو جاتی پس ثابت ہوا کہ جس زمانہ میں مجھ میں اور اس میں ناموافقت تھی اس وقت بھی ہم میں اتحاد تھا پس جس طرح اس استدلال کا مبنی اشتراک لفظ پر ہیز ہے یوں ہی مولانا کے استدلال کا بھی یہی اشتراک لفظ تھا لہذا ہے۔ واللہ اعلم۔

**تنبیہ:** آخر میں ہم ناظرین شرح صبیبی کو تنبیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر شرح مذکور میں ہم سے تنبیہات مذکورہ میں سے کسی تنبیہ کی صریح مخالفت ہوئی ہو تو وہ ہمیں معذور سمجھیں کیونکہ معلومات مذکورہ ہم کو ابتداء میں حاصل نہ تھے تاکہ ابتداء سے ان کا لحاظ رکھا جاتا۔ بلکہ ان کے ضبط کا خیال اس وقت پیدا ہوا جبکہ دفتر پنجم کے نصف ثانی۔ پھر نظر ثانی کا قصد ہو کر اور اس پر نظر ثانی کرنے کے زمانہ میں ان کو مرتب کیا گیا۔ اس لئے ان کا تفصیلی علم اس وقت ہوا جبکہ ہم دفتر پنجم کے نصف ثانی پر نظر ثانی کر رہے تھے۔ والسلام۔

واخود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی  
خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سلسلہ تبلیغ کا چھ بیسواں وعظ مسمیٰ بہ

## شکر المثنوی

یعنے

تقریر حضرت مجدد الملت والدین مولانا محمد اشرف علی صاحب جو کہ آپ نے اس جلسہ میں فرمائی جو کہ تقریب اختتام کتاب شرح مثنوی مدرسہ امداد العلوم میں بتاریخ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ منعقد ہوا تھا اور جس کو احقر العباد حبیب احمد کیرانوی نے ضبط کیا۔

اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا  
مُرْسِلَ لَهُ مِنْ كُعُودِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ط۔

سبب وعظ

ایک عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ مثنوی کی شرح کی ضرورت ہے۔  
اس لئے اس کے تمام دفتروں کی شرح ہونی چاہیے اس لئے میں نے اس کا کام شروع کیا۔  
اور جس طرح ہو سکا دفتر اول اور دفتر ششم کی شرح کی باقی دفتروں کی شرح کا سراپا انجام چونکہ  
بعض عوائق کی وجہ سے مجھ سے بلا استعانت نہ ہو سکتا تھا اس لئے میں نے اس کی تکمیل  
میں اپنے بعض احباب سے مدد لی اور مجدد اللہ اب مکمل ہو گئی چونکہ یہ انعام تھا حق سبحانہ  
کی طرف سے اور ہر نعمت شکر کو مقتضی ہوتی ہے اس لئے ضرورت تھی کہ حق سبحانہ کے اس  
انعام کا شکر یہ ادا کیا جاوے پس یہ جلسہ اس کے شکر کے لئے منعقد کیا گیا ہے (جس میں  
تداعی و استہام وغیرہ کو دخل نہیں) لیکن جو آیت اس وقت اختیار کی گئی ہے اس پر باری نظر

میں عدم مناسبت بمقصد جلسہ کا شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں بیان ہے حق سبحانہ کے تضرّد بالغلبة والقدرۃ والحکمة کا جس کو شکر سے بظاہر کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی اس لئے قبل اس کے کہ نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے یہ بتلادینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیت متلوہ مقصد جلسہ سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو اس سے ایک نامض اور باریک تعلق ہے ۔

## شکر کا مفہوم

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شکر کے معنی ہیں منعم کے انعام کے جواب میں منعم کا دل سے یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے منعم کی عظمت ظاہر ہوتی ہو پس اس وقت ہمارا حق سبحانہ کے انعام کے جواب میں اس آیت کا تلاوت کرنا جو کہ اس کی توحید صفاتی پر دلالت ہے اور اس کی تضرّد بالقہر والغلبة والقدرۃ والحکمة کا دل اور زبان سے اقرار کرنا اس کلمے کا ایک فرد اس مقسم کی ایک قسم ہوگا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ صرف اسی آیت کا نہیں بلکہ ہر ایسی آیت جس سے حق سبحانہ کی توحید اور عظمت و جلالت شان ظاہر ہو اس کا تعلق شکر سے ہے۔ اس سے نہایت واضح طور پر آیت متلوہ کا تعلق مقصد جلسہ سے ظاہر ہو گیا اب نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے ۔

اس آیت کا تعلق توحید سے ہے اپنی ذات سے بھی کیونکہ اس میں بیان ہے تضرّد بالقدرۃ والغلبة والحکمة جو کہ توحید صفاتی کا فرد اور اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی ۔

## توحید ذاتی، صفاتی اور افعالی

کیونکہ اس سے قبل حق سبحانہ نے فرمایا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْۤہٗۤ اُخْبٰتٌ  
مَّتَشٰوٍ وَّثَلٰثَ وُرُبَآءَ یَزِیْدُ فِی الْخُلُقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ  
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اس میں انہوں نے اپنی ان صفات و افعال کا بیان کیا ہے جو

ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں پس اس کا تعلق توحید صفاتی و توحید افعالی دونوں سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا فِى اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّقُوا اللَّهَ**۔ اس میں توحید ذاتی و توحید صفاتی و توحید افعالی تینوں کا بیان ہے پس ان تینوں کا تعلق توحید سے ہے۔ یہاں توحید کے بعد حق سبحانہ نے مسئلہ رسالت کو بیان فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ **إِن يَكْذِبُوا فَعَدَّ كُذْبُ رُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ** **وَاللَّهُ مُرْجِعُ الْأُمُورِ** اس کے بعد معاد کا بیان فرمایا ہے۔

## تین اہمات مسائل

اور ارشاد فرمایا ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ رَابِعًا** **وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يُغْنِي عَنْكُمْ بِاللَّهِ الْقُرُورُ**۔ یہ تینوں مسئلے اہمات مسائل میں سے ہیں یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن پاک میں ان تینوں کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اور ان پر زبردست براہین قائم کی ہیں امام رازىؒ نے اس پر جا بجا تنبیہ کی ہے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تینوں مسئلے اصل ہیں اور باقی مسائل ان کی فروع اور مضمون بالکل ٹھیک ہے جو شخص بامعان نظر قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو اس کی قدر ہوگی اور وہ اس کی تصدیق کرے گا ان تینوں میں سب سے اہم مسئلہ توحید ہے اس کے بعد مسئلہ رسالت اس کے بعد مسئلہ معاد اس لئے حق سبحانہ نے اس مقام پر اول مسئلہ توحید کو بیان فرمایا اس کے بعد مسئلہ رسالت کو اس کے بعد مسئلہ معاد کو۔ اس گفتگو کا تعلق تو نوعیت مضمون آیت سے تھا اب اس کا مضمون شخصی بیان کیا جاتا ہے اس آیت میں جو حق تعالیٰ شانہ نے **مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ** فرمایا ہے جس میں انہوں نے کلمہ بالاستعمال فرمایا ہے جو ابہام کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر اس ابہام کی توضیح میں **مِنْ رَحْمَةٍ** فرماتی ہے۔

پس حاصل اس جملہ کا یہ ہوگا کہ حق سبحانہ جس رحمت کو بھی کھول دیں اس کا کوئی روکنے

والا نہیں۔

## اللہ تعالیٰ کا کمال غلبہ و قدرت

اس سے حق سبحانہ کا کمال

قدرت و غلبہ ظاہر ہوا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی قوت اور قدرت والا نہیں جو اس کا مزاحم ہو سکے اور گو واقعی طور پر اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا مگر سطح نظر میں اور محض احتمال عقلی کے طور پر شبہ ہو سکتا تھا اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ فتح حق سبحانہ کے بعد کوئی روکنے والا نہیں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے روکنے کے بعد کوئی کھول بھی نہیں سکتا اس لئے حق سبحانہ نے اس احتمال کو ہی دفع کر دیا اور فرمایا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا يُرْسِلُ لَكَ یعنی جس کو وہ روک لیں اس کو کوئی چھوڑنے والا بھی نہیں۔ اب یہی ایک احتمال عقلی باقی تھا وہ یہ کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ اس کے فتح اور امساک کے بعد اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود فتح و امساک کی حالت میں بھی اس کا کوئی مزاحم ہو سکتا ہے یا نہیں اس احتمال کے اٹھانے کے لئے فرمایا وهو العزيز یعنی عزت و غلبہ عین منہم ہیں اس کی ذات میں۔ اور وہی ہر حیثیت سے سب پر غالب ہے اس پر کسی طرح بھی کوئی غالب نہیں اب تمام احتمالات کا خاتمہ ہو گیا اور اس کا تفرّد بالغلبہ باکمل و جبّاط ظاہر ہو گیا۔ یہ تو ہو گیا مگر اس پر ایک شبہ اور ہو سکتا تھا وہ یہ کہ جب اس کو ایسی قدرت اور قوت حاصل ہے اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا تو شاید اس کی بھی وہی حالت ہو جو باقدار انسانوں کی ہوتی ہے کہ بالفاظ مصلحت و منفعت جو جی میں آیا کر بیٹھے اس کے دفع کے لئے الحکیم بڑھادیا اور ظاہر کر دیا کہ ہمارے افعال لا ابالی حکام و سلاطین کے سے نہیں بلکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہم کو مصلحت و حکمت ملحوظ ہوتی ہے مسبحان الذی تکلّم بهذا الکلام البلیغ الدقیق الاسرار۔

## آیت مبارکہ کے دقیق نکات

اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ جملہ

مَا يُمْسِكُ فَلَا مَرْسِلَ لَهُ اَوْ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یہ دونوں جملہ تاکید میں مضمون مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهُ کی کہ جن سے مقصود تمام اوبہام و شکوک کو زائل کر کے اپنی کمال قدرت و حکمت کا ظاہر کرنا ہے جو اصل مقصود ہے اس آیت کا تو یہ بیان تھا حق سبحانہ کے علوم و کمال قدرت کا جو کہ اس آیت سے مقصود ہے اب سنتے کہ رحمت کے لغوی معنی رقت قلب اور نرم دلی ہیں حق سبحانہ پتہ دل و نرمی سے جو کہ ایک خاص قسم کا تاثیر اور افعال ہے پاک اور منزہ ہیں اس لئے یہ لفظ اس مقام پر کیا جہاں کہیں وہ حق سبحانہ کے لئے استعمال کیا جاوے جیسے رحمت رحیمہ وغیرہ اپنے معنی لغوی میں متعمل نہیں ہو سکتا بلکہ مجازاً بعلاقہ سببیت اثر رقت قلب یعنی فضل و انعام احسان مراد ہوگا۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حق سبحانہ نے مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فرمایا اور من خیر نہیں فرمایا حالانکہ مطلب من خیر کا بھی وہی ہے جو من رحمة کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت میں اشارہ ہے اس طرف کہ حق سبحانہ کے تمام انعامات بلا استحقاق منعہ علیہم ہیں اور یہ اشارہ لفظ خیر میں نہ تھا اس لئے اس سے بجائے اس کو اختیار کیا چونکہ اس مضمون کمر کہ حق سبحانہ کے تمام احسانات بلا استحقاق منعہ علیہم ہیں کسی کو غلجان ہوتا اس لئے میں اس کو بھی زائل کئے دیتا ہوں یہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کے انعامات کو بندوں کے اعمال کے مماثل سمجھا گیا ہے اور اپنی طاعت کو طاعت عباد کی مانند خیال کیا گیا لیکن خود یہ قیاس ہی غلط ہے کیونکہ آدمی جب بندہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے قوی اور اعضا وغیرہ کو ایک ایسے شخص کے کام میں لگاتا ہے جو اس کے مملوک و مصنوع ہیں اور اس لئے اس کو ان سے انتفاع کا کوئی حق بھی نہیں ہے اس بنا پر خادم مخدوم سے معاوضہ

کامستحق ہوتا ہے بخلاف اس کے کہ حیب وہ سبحانہ کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ خود حق سبحانہ کی مملوک چیزوں کو اس کے کام میں لگاتا ہے اور وہ خود بھی حق سبحانہ کا مملوک ہے ایسی صورت میں وہ اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ مملوک من حیث ہو مملوک کا مالک پر کوئی حق نہیں یہ مضمون آپ کی سمجھ میں یوں آسانی سے آجائے گا کہ جب کوئی شخص کسی کی ملازمت کر لیتا ہے تو اب وہ من حیث الخدمت اس کا مملوک ہو جاتا ہے خواہ عارضی ہی طور پر ہے پس جب وہ کوئی اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہے تو اس کے معاوضہ میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا ایسی حالت میں اگر آقا اس کی خدمت کا کوئی صلہ دے تو وہ اس کا انعام اور احسان سمجھا جاتا ہے اور اپنی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جاتا ہے پس جب کہ اس کمزور اور برائے نام ملک کا یہ اثر ہے تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ملک حقیقی پر اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کیا حق رکھ سکتا ہے اب ہم کو یہ ثابت کرنا رہ گیا کہ بنوہ حق سبحانہ کا مملوک محض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز کسی کی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے کیونکہ وہ ابتداء میں معدوم محض اور اپنے تمام کمالات حتیٰ کہ اپنی ہستی سے بھی عاری تھا ایسی حالت میں اس کی کوئی چیز خود اس کی ذاتی کیے ہو سکتی ہے پس لامحالہ اس کی تمام چیزیں کسی دوسرے کی مملوک ہیں اور خدا کے سوا اگر کوئی اس کے مالک ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے تو اس کے ماں باپ ہو سکتے ہیں کیونکہ ان سے زیادہ اس کے ہستی میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اسی دخل کی بنا پر بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا اور وہ اپنا خالق اپنے ماں باپ کو سمجھ بیٹھے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل

چنانچہ جس زمانہ میں میرے ماموں منشی شوکت علی صاحب مدرسہ سرکاری میں مدرس تھے اس زمانہ میں ایک اسپیکٹر اندر مدرسہ میں امتحان کے لئے آئے اثنائے امتحان میں انہوں نے لڑکوں سے اپنے منصب کے خلاف سوال کیا کہ بتلاؤ خدا کی ہستی کی کیا دلیل ہے لڑکے بیچارے کیا جواب دیتے



وہ تو خاموش رہے ماموں صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھ سے پوچھتے ہیں جواب دوں گا۔ انسپکٹر صاحب اپنی انفری کے گھمنڈ میں تھے انہوں نے ناخوشی کے لہجے میں فرمایا کہ اچھا آپ ہی جواب دیجئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ خدا کی ہستی کی دلیل یہ ہے کہ پہلے تم معدوم تھے اور اب موجود ہو اور ہر حادث کے لئے کوئی علت ہونی چاہتے وہ علت خدا ہے اس نے جواب دیا کہ ہم کو تو ہمارے ماں باپ نے پیدا کیا ہے نہ کہ خدا نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ماں باپ کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا کہ ان کے ماں باپ نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو الٰہی غیب النہایہ یوں ہی سلسلہ چلا جاویگا یا کہیں جا کر ختم ہوگا پہلی صورت میں تسلسل لازم آتا ہے جو کہ محال ہے دوسری صورت میں خدا کا وجود ماننا پڑے گا اس کا اس سے کچھ جواب نہ آیا اور اس نے کہا کہ آپ تو منطق کی باتیں کرتے ہیں لوگوں کا مذاق بگڑ گیا ہے کہ دقیق اور گہرے مضامین کو ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور سطحی اور پیش پانناوہ باتوں کو دلائل خیال کرتے ہیں۔ غرض کہنے لگا کہ ہم ان منطقی باتوں کو نہیں جانتے وہ یہ کہ اچھا اگر خدا ہے تو آپ اپنے خدا سے کہتے کہ ہماری آنکھ درست کر دے یہ انسپکٹر کا ناتھا ماموں صاحب نہایت ظریف تھے انہوں نے کہا بہت بہتر ہے ابھی کہتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر کے آسمان کی طرف منہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے انسپکٹر صاحب سے کہا کہ میں نے عرض کیا تھا مگر وہاں سے یہ جواب ملا ہے کہ ہم نے اس کو دو آنکھیں عطا کی تھیں اس نے ہماری نعت کی ناشکری کی اور کہا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں اس پر غصہ آیا ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوٹ دی اب اس سے کہو کہ اس آنکھ کو اپنے انہیں ماں باپ سے بنوا جنہوں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس جواب پر اس کو بہت غصہ آیا اس کا اور تو کچھ بس نہ چلا مگر معائنہ خراب لکھ گیا اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر درداٹھا اور ہلاک ہو گیا۔

## تہر کی دو قسمیں

یاد رکھو کہ حق سبحانہ کا تہر دو طرح کا ہوتا ہے کبھی تو صورتاً بھی تہر ہوتا ہے اور کبھی تہر بصورت لطف ہوتا ہے یہ تہر تہر اول سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

کیونکہ اس میں توبہ اور انابت الی الحق کی طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے اس لئے کہ انابت الی الحق اور توبہ تو اس وقت ہو جب کہ آدمی اس کو تہر سمجھے اور جبکہ لطف سمجھتا ہے تو وہ توبہ کیسے کرے گا اور حق سبحانہ کی طرف کیسے رجوع ہوگا بعض مرتبہ بعض سالکین کو یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے ذوق و شوق و احوال و مولجید میں کچھ فرق نہیں آتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نسبت مع اللہ بہت قوی ہے کہ معصیت سے اس کو صدمہ نہیں پہنچتا اس سے وہ معاصی پر اور دلیر ہو جاتے ہیں و افح ہو کہ یہ تہر بصورت لطف ہے اور تہر بصورت تہر سے زیادہ خطرناک ہے سالکین کو اس سے نہایت ہوشیار رہنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ نسبت احوال و مولجید کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص تعلق ہے جو کہ عبد طائع کو حق سبحانہ سے اور حق سبحانہ کو اپنے مطیع بندہ سے ہوتا ہے۔ احوال و مولجید سو یہ غالب احوال میں اس تعلق کی امارات ہوتی ہیں نہ وہ عین تعلق خاص ہیں اور نہ اس تعلق کو مستلزم ہیں اور اگر بالفرض احوال و اذواق ہی کو تعلق مع اللہ یا اس کو مستلزم کہا جاوے۔ تو اس سے صرف یہ لازم آئے گا کہ اس کو خدا کے ساتھ تعلق ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خدا کو بھی اس سے تعلق ہو پس ایسے سالک کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہاری شادی ہو گئی یا نہیں اس نے جواب دیا آدھی ہو گئی اور آدھی نہیں ہوئی اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تراسی طرفین کی ضرورت ہے سو میں تو رضا مند ہو مگر وہ رضا مند نہیں پس جس طرح اس طالب علم کی رضا مندی بغیر شہزادی کی رضا مندی کے بے سود اور کالعدم تھی یوں ہی اس سالک کا تعلق بغیر حق سبحانہ کے تعلق کے بے کار ہے۔

## مستی روحانی اور مستی شہوانی میں فرق

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ سرگزشتی نہیں رہ سکتی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک مقام پر مہمان گیا میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے ہم نے ایک مسجد میں سونے کا ارادہ کیا اتفاق سے اس روز محلہ میں گانا بجانا بھی ہو رہا تھا مجھ کو آواز پہنچی میں نے سونے کے لئے دوسری جگہ تجوید کی مگر میرے ساتھی مسجد ہی میں رہے صبح کو ان صاحب نے مجھ سے کہا کہ رات جس قدر میرا نوافل میں جی لگا ہے اور جس قدر مجھے مزہ آیا ہے اتنا کبھی نہیں آیا محلہ سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں جس سے ذوق و شوق کو حرکت ہو رہی تھی اور میں اس نفوق و شوق میں نماز پڑھ رہا تھا اور مجھ پر ذوق و شوق کا ایسا غلبہ تھا کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے میں نے کہا کہ جناب یہ تو صحیح ہے کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ وہ کس چیز سے دفع ہوتے تھے اور مستی ذوق و شوق کس چیز کا تھا یہ مستی روحانی نہ تھی بلکہ شہوانی تھی جو راگ باجے سے بنبعث ہوتی تھی پس دافع خطرات خود خطرات سے زیادہ خطرناک تھا ایسی حالت میں یہ اندفاع خطرات کیا قابل قدر ہو سکتا ہے اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی کے پچھوکاٹ لے اور وہ رفع تکلیف کے لئے سانپ سے کٹوالے ایسا کرنے سے وہ تکلیف تو ضرور جاتی رہے مگر جان کے لالے پڑ جاتیں گے پس یہ کہنا کہ گانے سے خطرات دفع ہو گئے تھے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

### عذر گناہ بدتر از گناہ کا مفہوم

اسی مثل پر ایک حکایت یاد آئی وہ ہے توغیر مہذب کے موضع خوب ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملا دو پیاڑہ سے بادشاہ نے پوچھا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے کیا معنی ہیں انہوں نے اس وقت اس کا جواب نہیں دیا اور موقع کے منتظر رہے ایک روز بادشاہ آگے آگے جا رہے تھے پیچھے سے ملانے ان کی پشت میں انگلی سے اشارہ کر دیا اس نے منہ موڑ کر دیکھا اور تیز لہجہ میں کہا یہ کیا

نالائق حرکت ملانے جواب دیا کہ قصور معاف ہو میں سمجھا کہ بیگم صاحبہ ہیں اس پر وہ اور بھی برا فروختہ ہوا تب ملانے کہا کہ یہ معنی ہیں غدر گناہ بدتر از گناہ کے اس طرح ان صاحب کا یہ غدر کہ مجھ کو خطرات بند ہو گئے۔ اسی مثل کا مصداق ہے۔

## اصرار معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہتی

خلاصہ یہ ہے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہ سکتی اور ذوق و شوق کسی معصیت سے پیدا ہو یا معاصی کی حالت میں باقی رہے وہ قہر بصورت لطف ہوتا ہے جو قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور کبھی یہ قہر بصورت قہر ہوتا ہے۔

## موثر حقیقی اللہ تعالیٰ میں

جیسے اس منکر توحید کو پیش آیا۔ ہاں

ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر خدا کے سوا کسی پر مالک ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو ماں باپ ہو سکتا ہے جیسے اس منکر نے اپنی بکواس میں کہا تھا لیکن ماں باپ بھی مالک نہیں ہو سکتے کیونکہ گوان کو ان کی ہستی میں گونہ دخل ضرور ہے مگر وہ اس کے خالق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ امر مشاہد ہے کہ اس کے وجود میں ان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں چنانچہ بہت لوگ عمر بھر اولاد کے متمنی رہتے ہیں اور اولاد نہیں ہوتی اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے اولاد نہ ہو مگر ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ماں باپ کو کچھ کی ہستی میں محض برائے نام دخل ہے اور موثر حقیقی اور مفیض وجود فقط حق سبحانہ ہیں پس وہ ہی اس کی تمام چیزوں کے مالک ہوں گے اور جب وہ مالک ہیں تو بندہ کو اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کچھ استحقاق نہیں ہے جیسا کہ ہم پیشتر اس کی تفصیل کر چکے اور جب کہ اس کا کوئی استحقاق نہیں تو حق سبحانہ کے انعامات اس کا فضل محض ہوں گے اس لئے بجائے من خیر کے من رحمة فرمایا ہے۔ یہاں تک معلوم ہو گیا کہ رحمت سے مراد انعام خداوندی اور اس کا فضل و احسان ہے اور یہ بھی

معلوم ہو گیا کہ لفظ رحمت کو لفظ خیر پر کیوں ترجیح دی گئی۔

## لفظ رحمت کا مفہوم

اب ہم رحمت و فضل و احسان و انعام وارو فی الایہ کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسرین بیان کیا ہے کہ یہاں رحمت عام ہے صحت۔ امن۔ علم۔ عمل۔ غرض کہ ہر مفید چیز کو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ روح المعانی نے عمرو بن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ شعفر بھی رحمت ہے کیونکہ اس سے سفر میں راحت پہنچتی ہے مگر لوگ معمولی چیزوں کو نعمت نہیں سمجھتے بلکہ صرف بڑی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں جو کہ بڑی مشقتوں کے بعد ملتی ہیں اسی لئے وہ چھوٹی نعمتوں پر شکر بھی نہیں کرتے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ میں جس زمانہ میں تفسیر لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں شاید سہارن پور ریلوے تیار ہو رہی تھی حسن اتفاق سے جس روز میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اسی روز ہماری عید گاہ کے سامنے پٹری بچھائی جا رہی تھی اس وقت مجھے عروہ کا قول دیکھ کر خیال ہوا کہ ریل بھی خدا کی نعمت اور وہ بھی رحمت میں داخل ہے۔

## تھانہ بھون میں ریل جاری ہونے کی تاریخ

پس میں نے اس مقام پر اس واقعہ کا بھی تذکرہ حاشیہ میں کر دیا اور ریل کے تھانہ بھون پہنچنے کی تاریخ بھی لکھ دی تاکہ بیک کر شمشہ دوکار ہو جاوے۔ آیت کی تفسیر بھی ہو جاوے اور تاریخ بھی منضبط ہو جاوے اب اگر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ ریل تھانہ بھون میں کب جاری ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میری تفسیر دیکھ لو وہ متعیر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو تفسیر سے کیا مناسبت ہے تو میں ان سے واقعہ بیان کر دیتا ہوں میں ریل کے نعمت ہونے کی ایک سند ایک بڑے شخص سے بھی رکھتا ہوں جب میری عمر ۱۴ برس کی ہوگی اس زمانہ میں مولانا شیخ محمد سے وعظ میں حاضر ہوتا تھا ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ ریل بھی خدا کی نعمت ہے۔

## بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے نعمت پہنچنا

گو دوسروں کی بنائی ہوئی نعمت کیونکہ بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے پہنچتی ہے شاید کسی کو سنکر استعجاب ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے ۔  
 اِنَّ اللّٰهَ لَيُوَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ پس جب کہ کافر کے ہاتھ سے دین کی تائید واقع ہے تو کفار کے ہاتھ سے دنیوی نعمت کا پہنچنا کیوں مستبعد ہے اس مقام پر ایک حکایت یاد آگئی ایک شیعی نے ایک عالم سے کہا آپ لوگ حضرت عمرؓ کی اشاعت اسلام پر فخر کرتے ہیں اور اس کو ان کے کامل مسلمان ہونے کی دلیل بتاتے ہیں حالانکہ اس سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَيُوَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جس دین کی وہ مدد کرے گا وہ دین اسلام اور دین حق ہوگا اب اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا مصداق بناتے ہو تو اس سے اتنا تو لازم آیا کہ انہوں نے دین الہی میں مدد کی ہے اب یہ دیکھ لو کہ جس دین کی انہوں نے مدد کی ہے وہ شیعوں کا دین ہے یا سنیوں کا تم ضرور یہی کہو گے کہ سنیوں کا پس سنیوں کے مذہب کا حق ہونا ثابت ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین بھی یہی تھا لہذا ان کا مسلمان اور کامل الایمان ہونا بھی ثابت ہو گیا یہ سنکر وہ شیعی صاحب مبہوت ہو گئے۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ ریل بھی رحمت میں داخل ہے۔

## قرآن میں ریل کا ذکر

اب ہم کہتے ہیں کہ اس بنا پر اگر کیوں کہا جاوے کہ منجملہ اور نعمتوں کے ریل کا ذکر بھی قرآن میں ہے تو ایک حد تک صحیح ہے اور یہ امر کوئی قابل اعتراض نہیں ہے اجمالی ذکر کا انکار غص بلا وجہ ہے اس کا اجمالی ذکر صرف اسی آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسرے علماء نے اور آیات میں بھی اس کو داخل کیا ہے ملاحظہ فرمائیے

مرائب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ اس آیت کے عموم میں ریل بھی داخل ہے کیونکہ اوپر سے سواری اور بار برداری کے جانور کا ذکر کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرْجَعُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّكُمْ تَقُولُوا بِإِغْنَاهِ الرَّحْمَةُ لَا نَحْمِلُهُمْ إِنَّا رَكْبُهُمْ لَرَؤُفٌ رَّحِيمٌ وَالْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْجُمُحُورُ لِتَكْبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ پس گویا حق سبحانہ تعالیٰ نے ایجاد ریل کی خوش خبری بھی سنادی اور حاصل یہ ہوا کہ مذکورہ بالا سواری اور بار برداری کے جانور تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے ہی ہیں ان کے علاوہ ہم ایک اور بار برداری کی (ریل) پیدا کریں گے جس کا اب تم کو علم بھی نہیں ہے اس سے کسی قدر زیادہ واضح طور پر اس کو ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَآيَاتُ لَكُمْ مِمَّا أَنَا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمُ فِي الْفُلِّ الْمَشْحُونِ وَخَلَقْنَا لَهُمُ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ کیونکہ ریل بہ نسبت چوپاؤں کے کشتی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے (وَلٰكِن لَّا يَنَاسِبُ هٰذَا الْحَمَلُ قَوْلُهُ تَعَالٰی وَخَلَقْنَا الْاِنۡاَنۡ يُوۡوِلُّ وَالتَّوۡلِیَ بَعِیۡدٌ فَلِیۡتَا مَلۡئِیۡمَہٗمَ) نیز توجہ کہ ریل اور شغرف وغیرہ نعمائے دنیویہ بھی رحمت میں داخل ہیں تو نعمائے اخرویہ مثل علم وغیرہ بالا وے اس رحمت میں داخل ہوں گے خصوص علم کا عموم رحمت میں داخل ہونا ایک دوسری آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام پر اپنے انعام و احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فَوَحَّدًا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنَاہٗ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاہٗ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اس سے علم کا ایک رحمت کبریٰ اور موسیبت غلطی ہونا ظاہر ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ رحمت ہر مفید چیز کو شامل ہے خواہ دنیوی ہو یا دینی اور چھوٹی ہو یا بڑی اسی بنا پر حق سبحانہ نے بعض جگہ اپنے کلام میں نبوت کو کہ اکمل فرد ہے علم کی رحمت سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔



## رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہے اَھمَّ یَقْسِمُونَ

رَحْمَةً رَبِّكَ عَنْ قَسْمِنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ۔ تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو علاوہ اور اعتراضوں کے کھارنے کہا تھا کہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا اور اس کو کیوں نہ نبی بنایا گیا حق سبحانہ ان کے اس قول کو نقل فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت یعنی نبوت کو کیا یہ لوگ اپنی تجویز سے تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ سامان معیشت سی ادنی چیز کو تو ہم تقسیم کرتے ہیں اور اس کے تقسیم کا ان کو اختیار نہیں دیا ہے نبوت سی عظیم الشان شے کو یہ خود کیوں کر تقسیم کریں گے اور ان کو اس کے تقسیم کا کیا حق ہوگا۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہوا ہے تو اس سے ایک دوسری آیت کی تفسیر بھی ہو گئی اور ایک بڑا معرکہ الاراء مقام حل ہو گیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے قُلْ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اِذَا لَمْ تُسْأَلُوْا عَنْهَا لَخِشِيَةٌ لَّاْ فِیْهَا وَلَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے پہلے ہی رسالت کا ذکر ہے اور بعد کو بھی یہ بیچ میں انسان کے بخل کا ذکر کیسے آگیا مفسرین نے اس کے متعلق کوئی تسکین بخش بات نہیں لکھی۔ امام رازی نے گو اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے مگر انہوں نے بھی کوئی شافی بات نہیں لکھ لیکن جب کہ رحمت سے نبوت مراد لی جاوے اس وقت آیت مذکورہ بے تکلف اپنے ماقبل و مابعد سے مرتبط ہو جاوے گی۔

## حافظ قرآن ہونا عالم تفسیر میں معین ہے

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مفسر کے لئے علاوہ دیگر شرائط کے حافظ ہونا بھی بہت معین ہے کیونکہ القرآن بعضہ یفسر بعضًا۔ مسلم ہے پس حافظ کی نظر چونکہ پورے قرآن پر ہوتی ہے اس لئے جس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ مقصود آیت کی توضیح وہ کر سکتا ہے اس

قدر آسانی اور صحت کے ساتھ غیر حافظ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تفسیر کے وقت ایک مضمون کی تمام آیتوں کو ذہن میں مستحضر کرے گا اس کے بعد تفسیر کرے گا بر خلاف غیر حافظ کے کہ اس کی نظر صرف ایک ہی آیت تک محدود ہوگی اور وہ جو کچھ سمجھے گا اسی ایک آیت سے سمجھے گا البتہ غیر حافظ مولویوں کے لئے تفسیر ابن کثیر زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں اس مضمون کی تمام آیتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اس کے بعد تفسیر کرتے ہیں لیکن جس قدر تفسیر ابن کثیر سے غیر حافظ مولویوں کے لئے آسانی ہوتی ہے اسی قدر بخاری کی کتاب التفسیر سے ان کو پریشانی بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے کہ جس صورت یا آیت کی تفسیر کے لئے انہوں نے باب منعقد کیا ہے بعنوان صریح اس کی تفسیر کریں بلکہ وہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک سورۃ کے ذیل میں بلا تصریح دوسری سورۃ کے کسی لفظ کی تفسیر کر جاتے ہیں طالب علم اس لفظ کو اس سورۃ میں تلاش کرتے ہیں جب وہ نہیں ملتا تو پریشان ہوتا ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہو سکتی میں اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں سنو امام بخاری نے باب منعقد کیا ہے باب ما جاء في فاتحة الكتاب اور اس باب میں لکھا ہے الدين الحجاز في الخير والشر كما تدین تادات قال مجاهد بالدين بالحساب مدینین محاسبین۔ پس جب طالب علم قال مجاهد بالدين بالحساب پر پہنچتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بالدين سورۃ فاتحہ میں کہاں ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کا ذہن فوراً ارثیت الذی یکذب بالدين کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور سمجھ لے گا یہ لفظ فلاں سورۃ میں واقع ہوا ہے اور وہاں اس کی تفسیر منقول ہے اس تفسیر سے مالک یوم الدين کی تفسیر ہے علیٰ ہذا جب وہ مَدِينَيْنِ محاسبین پر پہنچے گا اور مدینین کو سورۃ فاتحہ میں نہ پائے گا تو متحیر ہوگا لیکن حافظ کا ذہن فوراً اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينَيْنِ اللّٰہ کی طرف جو کہ سورۃ واقعہ میں ہے منتقل ہو جائے گا اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ تفسیر دوسری سورۃ سے متعلق ہے اس سے آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ مولویوں اور طالب علموں کے لئے حفظ قرآن کی نہایت

شدید ضرورت ہے اسی واسطے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شخص عربی پڑھنے کا ارادہ ظاہر کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ بتلاؤ کہ تم حافظ بھی ہو یا نہیں اس کے جواب میں اگر وہ یہ کہتا کہ جی ہاں میں حافظ ہوں تو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہارے مولوسی ہونے کا ذمہ کرتا ہوں اور کہتا کہ حافظ تو نہیں ہوں تو فرماتے اچھا کوشش کرو میں بھی دعا کروں گا اور تم بھی دعا کرو گے چونکہ اوپر رحمت کی تفسیر میں نبوت و مطلق علم کا فرد رحمت ہونا مذکور تھا جس سے علم کا نبوت کی ساتھ ملا پس ہونا معلوم ہوتا ہے ۔

## نبوت ناقابل انقسام منصب ہے

اس لئے مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ایک کام کی بات بتلا دی جاوے نبوت ایک منصب خاص ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو بالتخصیص عطا ہوتا ہے بعض چیزیں اس کے لوازم یا مناسبات میں سے ہوتی ہیں جو حقیقتہً عین نبوت ہوتی ہیں نہ جزو نبوت مثلاً علم یا روایات حقہ وغیرہ بعض لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے اور وہ نبوت کو قابل انقسام سمجھ کر اور اس کے حصے اور اجزاء متعین کر کے اپنے کو جزوی نہی کہنے لگتا ہے یہ ایک سخت مغالطہ ہے اس سے آگاہ رہنا چاہیے۔

## روایات صالحہ کے نبوت کے چالیسواں جزو نہی کا مفہوم

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ روایات صالحہ نبوت کا چالیسواں جزو ہے وہ محمول بر حقیقت نہیں ہے بلکہ شدت ملا بست کی وجہ سے اس کو جزو کہہ دیا گیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ نبوت قابل انقسام ہے تب بھی ایسے شخص کو دعوت نبوت کا حق نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کے شریک ہوتے ہیں ہوا پانی اور بعض ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کی شریک نہیں ہوتی مثلاً اینٹ اور گھر تو روایات صالحہ وغیرہ کے

اجزاء نبوت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جس میں کوئی جزو نبوت پایا جاوے وہ نبی کہلا سکتا ہے یہ تفصیل تھی اس آیت کے متعلق جس کو شکر کے لئے اس جلسہ میں تلاوت کیا گیا تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود مثنوی کے متعلق بھی کہ علم نافع کا ایک مادہ تحقیق ہے اور اس کی شرح اور اس کی شرح اور شاحین کے وشر کاہ جلسہ کے متعلق بھی کچھ بیان کر دیا جاوے۔

## مثنوی مولانا روم مضامین حقہ سے لبریز ہے

مثنوی ایک ایسی کتاب ہے جو مضامین حقہ سے لبریز مولوی جامی نے اس کی نسبت فرمایا ہے۔

ہست قرآن در زبان پہلوی مثنوی مولوی معنوی

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اسرار و دقائق قرآنہ کو بیان فرمایا ہے یہ معنی ایسے ہیں جن سے عوام کو وحشت نہیں ہو سکتی اور دوسرے معنی وہ جن میں عوام کے توحش کا خطرہ ہے اور وہ وہ ہیں جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حال میں بیان فرماتے ہیں یعنی مثنوی حق سبحانہ کا الہامی کلام ہے۔ اور اس مقام پر قرآن سے کلام معروف حق سبحانہ مراد نہیں ہے بلکہ مطلق کلام حق مراد ہے گو بالوحی نہو بالالہام ہو حق سبحانہ کا کلام فی نفسہ تو حرف و صوت سے پاک ہے مگر جس طرح وہ لباس عربیت میں جلوہ گر ہوا ہے یوں ہی لباس فارسی میں بھی جلوہ گر ہو سکتا ہے اس سے کسی کو شبہ ہو کہ جب یہ کلام حق ہے تو اس کے لئے بھی وہی احکام ثابت ہوں گے جو قرآن کے ہیں کیونکہ قرآن کا کلام الہی ہونا قطعی ہے اور مثنوی کا کلام الہی ہونا قطعی نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا قرآن اپنے مرتبہ میں رہے اور مثنوی اپنے مرتبہ میں بلکہ دوسری کتب سماویہ خود کلام قطعی بھی ہیں ان کے لئے بھی کسی حکم کا ہونا محتاج دلیل مستقل ہو گا خیر یہ وہ معنی ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے غلبہ حال میں بیان فرما دیے۔

## اہل کمال اور غیر اہل کمال کے غلبہ حال میں فرق

اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے پھر حاجی صاحب کیسے مغلوب ہوتے کیونکہ یہ خود قاعدہ ہی صحیح نہیں کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے ضرور ہوتے ہیں مگر ان میں اور غیر اہل کمال میں فرق یہ ہوتا ہے کہ جن احوال سے غیر اہل کمال مغلوب ہو جاتے ہیں اہل کمال ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ ان کے مغلوب کرنے والے احوال دوسروں کے احوال سے اقویٰ ہوتے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل کمال کی مغلوبیت کم ہوتی ہے اور غیر اہل کمال کی زیادہ مگر ان کی نفس مغلوبیت کا انکار مشکل ہے انبیاء سے زیادہ کون صاحب کمال ہو سکتا ہے لیکن جب ان کے حالات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاثر من الحال وہاں بھی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی اللھم ان تھلک هذا العصابة لسم تعبد بعد الیوم۔

اب آپ خیال کر لیجئے کہ اگر غلبہ حال نہ ہوتا تو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عنوان سے دعا فرماتے جس میں ابہام ہے حق سبحانہ کی احتیاج الی العبادات کا گو آپ کا مقصود یہ نہیں بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اے اللہ آپ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے گو آپ کو ان کی احتیاج نہیں ہے اور نہ آپ کا کچھ نفع ہے پس اگر تیرے بندوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہو گئی تو میرے خیال میں پھر حق کی اشاعت نہ ہو سکے گی اور انسانوں کی بیدارش سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جائے گا اس لئے آپ اس جہات کو بچا لیجئے علیٰ ہذا موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وَتَ لَوْ شِئْتُ أَهْلَكْتُم مِّن قَبْلُ وَإِنَّمَا اتَّكَلْتُ لَمَّا فَعَلَ السَّفَهَاءُ مِنَّا إِنَّ هِيَ الْأَفِئْتَةُ تَضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ۔ یہ اگر غلبہ حال نہ تھا تو کیا تمہاری واقعات محض تائید کے درجے میں ہیں اگر ان کو کوئی نہ مانے تو اس کو خود

غیر انبیاء اہل کمال کا اعتراف تو ماننا ہی پڑے گا۔

## عارف رومی اور ان پر غلبہ حال

حضرت مولانا مثنوی معنوی میں جگہ جگہ اپنی مغلوبیت کا اظہار فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

چوں بگو شمع تا سرش پنہاں کنم      سر بر آرد چوں علم کا نیک منم  
غم انغم گیر دم ناگہ دو گوش      کا تے مد مغ چوں سہمی پوشی پوش  
دوسری جگہ کہتے ہیں ے

اے بروں از وہم وقال وقیل من      خاک بر فرق من تمثیل من  
بندہ نشیکبد ز تصویر خوششت      ہر زماں گوید کہ جانم مفرشت

علیٰ ہذا اور بہت سے مقامات پر مولانا نے خود اعتراف فرمایا ہے اس تقریر سے من عرف کل لسانہ کے معنی بھی ظاہر ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ اس کل میں کمال سے کمال اضافی مراد ہے نہ کہ عدم افتناء مطلقاً اس مقام پر یہی جان لینا چاہیے کہ یہ مقولہ دو طرح سے منقول ہے اول یوں کہ من عرف کل لسانہ اور دوسرے یوں کہ من عرف طال لسانہ ان دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں کیونکہ من عرف طال لسانہ ابتدائی حالت پر محمول ہے اور من عرف کل لسانہ انتہائی حالت یعنی عارف ابتداء میں ضبط اسرار پر قادر نہیں ہوتا اس لئے اس وقت اس کی زبان کشادہ ہوتی ہے لیکن جب وہ پختہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی زبان گنگی ہو جاتی ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ غالب اوقات میں۔ ہاں تو مثنوی مضامین حقہ سے لبریز ہے مگر وہ عوام کی کام کی نہیں ہے کیونکہ اس کے مضامین دقیق ہیں اور مولانا کا کلام ذو وجوہ ہے ہر خیال کا آدمی اس کے مضامین کو اپنے خیالات پر منطبق کر سکتا ہے اس لئے اس میں یصل بہ کثیرا ویجہدی بہ کثیرا کی شان ہے اس لئے

مولانا فرماتے ہیں ۔

نکتہ ہا چوں تیغ پولاد ست تیز      چوں نداری تو سپر واپس گرینز  
پیش ایں الماس بے اسپر میا      کز بریدن تیغ را بنود حیا

## مثنوی کا ایک خاص کمال

مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے مضامین حافظہ میں ضبط نہیں ہو سکتے حالانکہ میں اس کی شرح بھی لکھ چکا ہوں اور متعدد بار پڑھنے پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا ہے لیکن جب اٹھا کر دیکھتا ہوں تو ہر مرتبہ وہ مجھے نئی معلوم ہوتی ہے اور عن اشعار کے جو مضامین میں نے پہلے سمجھے تھے وہ یاد نہیں آتے بلکہ نئے مضامین یاد آتے ہیں کبھی کبھی سمجھ میں نہیں آتا اور خود اپنی شرح کو دیکھنا پڑتا ہے یہ ہی حالت قرآن شریف کی ہے کہ جب دیکھتے نیا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے ہی مجھے اپنی تفسیر دیکھنی پڑ جاتی ہے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف مثنوی شریف بخاری شریف یہ تینوں کتابیں الہی ہیں یعنی ان تینوں کتابوں کا کوئی ضابطہ نہیں ہے جس کا احاطہ ہو سکے مثنوی اور قرآن کے اس تشابہ طرز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مثنوی الہامی کلام حق ہے مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وقت و علوصولت و شوکت معانی کی طرح اس میں شوکت و صولت الفاظ بھی ہے جو اور کتابوں میں نہیں دیکھے جاتے اور اس کا فیصلہ ذوق صحیح کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ذوقی بات ہے نہ کہ استدلالی دیکھو ایک بلغاء عرب تھے جن پر قرآن کریم کی بلاغت نے وہ اثر کیا ہے کہ باوجود کمال مخالفت و عناد و حق پوشی کے ان کو جرات نہ ہو سکی وہ جھوٹوں بھی کوئی کلام بنا کر اس کے مقابلہ میں لے آئیں اور کہیں کہ یہ اس کے ہم پلہ ہے اور ایک آج کل کے حقائق ہیں جو مقامات حمیری کی کو بلکہ خود اپنے کلام کو قرآن کے برابر بتاتے ہیں یہ تفاوت کیوں ہے محض اس لئے کہ بلغاء عرب کا ذوق صحیح تھا اور ان کا ذوق فاسد ہے ان کا ذوق صحیح ان کو اعتراف اعجاز پر مجبور کرتا تھا اور ان کا فساد مذاق اس پہ چودہ دعوے پر جرات



دلاتا ہے دیکھو بلغارہ بقریح کرتے ہیں کہ قرآن میں ابلغ الآیات یہ آیت ہے قِيلَ يَا  
 اَرْضُ اَبْلَغِي مَا لَكَ وَيَا سَمَاءُ اَقْلَعِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ  
 وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

**صحت و فساد مذاق** مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی

نسبت سنایا گیا ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تھے تو ان پر وجہ کی کیفیت  
 طاری ہو جاتی تھی حالانکہ ہم لوگوں کو کچھ بھی لطف نہیں آتا یہ فرق کیوں ہے صحت  
 و فساد مذاق کے سبب مجھے جس قدر لطف ایک مرتبہ اس آیت میں آیا ہے فَلِذَاكَ  
 فَادْعُ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا  
 أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا  
 وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالٌ وَلَكُمْ أَعْمَالٌ لَكُمْ لَاحِظَةٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ  
 اللَّهُ يُجْمِعُ بَيْنَنَا وَالْيَهُ الْمُصِيرُ۔ اتنا عمر بھر میں کسی آیت میں نہیں آیا  
 لیکن اگر پوچھتے کہ کیوں تو میں اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتا کہ اس لئے کہ یہ ذوقی  
 امر ہے اور امر ذوقی بیان میں نہیں آسکتا۔

**حسن معنوی ایک ذوقی امر ہے** چنانچہ اگر کوئی کسی پر عاشق

ہو اور اس سے پوچھا جاوے کہ تو اس پر کیوں عاشق ہے تو وہ اس کی پوری  
 اور مفصل وجہ نہیں بیان کرنا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس میں فلاں خوبی ہے مثلاً  
 اس کی آنکھ اچھی ہے یا بال اچھے ہیں وغیرہ مگر جب اس سے پوچھا جاوے کہ اس  
 میں کیا اچھائی ہے اور وہ کیوں اچھی ہے تو وہ اس کی وجہ بیان کرنے سے عاجز  
 ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن معنوی کی طرح حسن صوری بھی درحقیقت ذوقی ہے  
 نہ کہ مدرک بالبصر ہاں حسن صوری کو معلوم کرنے کے لئے حسن ظاہر شرط ہے شک ہے مگر  
 شرط ہونا اور چیز ہے اور مدرک ہونا اور شے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسن

دو قسم کا ہے حسن صوری اور حسن معنوی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدرک دونوں کے لئے ذوق ہے فرق اتنا ہے کہ حسن معنوی کے ادراک کیلئے حسن ظاہر شرط نہیں ہے۔ اور حسن ظاہر کے ادراک کے لئے شرط ہے۔

## ادراک حسن کے لئے بصارت شرط نہیں

اور اسی سے اس کا راز بھی معلوم ہو گیا کہ اندھے کسی پر کیوں عاشق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ادراک حسن کا مدرک آنکھ پر نہیں ہے بلکہ بعض خوبیاں بدوں آنکھ کے بھی معلوم ہو سکتی ہیں پس اندھے ان پر ان خوبیوں کی بنا پر عاشق ہوتے ہیں جو بلا توسط آنکھ کے مدرک ہو سکتے ہیں جیسے آواز ہے یا کوئی عادت و خصلت ہے وغیرہ وغیرہ اندھوں کے عاشق ہونے پر ایک اندھے کا قصہ یاد آگیا لوگوں کو پڑھاتا تھا ایک لڑکے کی ماں خوشامدیں اس اندھے معلم کے پاس اپنے بچے کے ہاتھ کبھی کبھی کھانا وغیرہ بھیج دیا کرتی تھی کبھی سلام کہلا بھیجتی اندھے نے سمجھا کہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے اس لئے اس کو بھی اس سے محبت ہو گئی۔

ایک روز اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اس کی ماں کے پاس اظہار عشق کے ساتھ درخواست ملاقات کا پیام کہلا بھیجا عورت پارہ ساقی اسے ناگوار ہوا اس نے اپنے خاوند سے تذکرہ کیا ان دونوں میں یہ طے ہو گیا کہ اندھے کو اس کا مزہ چکھا نا چاہئے اور اس کی صورت بھی تجویز کر لی گئی اس کے بعد اس عورت نے حافظ جی کو لڑکے کے ہاتھ بلوا بھیجا حافظ جی وقت معہود پہنچ گئے۔

اتنے میں باہر سے آواز آئی کوڑا کھولو حافظ جی یہ سنکر گھبراتے عورت نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں تم یہ دو پٹہ اولہ کر چکی پسنے لگو حافظ جی نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر کوڑا کھول دینے خاوند کا نظریا ملی جھگٹ تو تھی ہی۔ پوچھا یہ کون عورت ہے کہا ہماری لودھی ہے آٹے کی ضرورت تھی اس لئے بے وقت چکی پیس رہی ہے۔ وہ

خاموش رہو رہا حافظ جی نے کیوں چکی پیسی تھی آخر تھک گئے اور ہاتھ سست چلنے لگا یہ دیکھ کر خاوند اٹھا اور کہا مردار سوتی ہے بیستی کیوں نہیں یہ کہہ کر چند جوتے رسید کئے اور آکر اپنی جگہ لیٹ رہا حافظ جی نے فہر درویش برجان درویش پھر پینا شروع کیا تھوڑی دیر پینے کے بعد پھر ہاتھ سست چلنے لگا خاوند نے پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا غرض صبح تک حافظ جی سے خوب چکی پسوائی اور خوب جوتہ کاری کی جب یہ دیکھا کہ حافظ جی کو کافی سزا مل چکی ہے تو حسب قرار داد خاوند وہاں سے مل گیا عورت نے کہا حافظ جی اب موقعہ ہے آپ جلدی سے تشریف لے جاتیں۔ ایسا نہ ہو وہ ظالم پھر آجاوے حافظ جی وہاں سے بھاگ گئے اور مسجد میں آکر دم لیا یہ قصہ تو رفت گذشت ہوا اس کے بعد عورت کو شرارت سوچی اور اس نے لڑکے کے ہاتھ پھر سلا اگلا بھیجا حافظ جی نے کہا ہاں میں سمجھ گیا آٹا نہیں رہا ہو گا خیر یہ مضمون تو استطراد سی تھا۔

## مثنوی سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت

کہنا ہم کو یہ ہے کہ مثنوی میں حسن سادگی بھی ہے اور معنوی بھی مگر اس کے سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ہے مگر اس کے مضامین کی وقت اور اس کے ذوق و جوش ہونے نے اس کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ عوام کے ہاتھوں میں رہے کیونکہ اس سے لوگوں کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اس بنا پر جریوں چاہتا ہے کہ اس کو یوں پردہ میں چھپا یا جاوے کہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگے کیونکہ گو مثنوی اپنی ذات سے ایک کتاب ہدایت ہے اور اس سے جو گمراہی پھیلتی ہے اس کی ذمہ دار خود لوگوں کا نااہلیت ہے مگر جس وقت کہ اس کی اشاعت میں ایک مفسدہ ہے گو خارجی ہے اولہ شیوع اس کا ضروری نہیں تو اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس کو شائع نہ کیا جاوے اس لئے کہ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ جس بات سے کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور وہ خود ضروری نہ ہو تو اس کو روک دیا جاتا ہے ہاں اگر وہ امر خود ضروری ہو اور اس میں کوئی مفسدہ بھی ہو تو خود اس کو نہ روکا جاوے گا بلکہ اس وقت خود مفسدہ کو روکا جاوے گا لیکن اس وقت اس کے

اشاعت کا بندھونا تو ناممکن ہے کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے حکومت کی اور حکومت ہے نہیں تو اشاعت کیونکہ رکے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو مثنوی سے بالکل قرض نہ کیا جاوے اور اس پر جو مفاسد مرتب ہوں دیا جاوے یا ان مفاسد کو دور کرنے کی کوشش کی جاوے پہلے صورت کچھ اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اس لئے جی چاہتا تھا کہ مثنوی کی کوئی ایسی شرح ہو جاوے جو اس کے مضامین کو شریعت پر منطبق کر دے مگر اس طرح کہ حق بھی نہ چھوٹے پائے تاکہ ایک حد تک مفاسد کا انسداد ہو جاوے۔

## کلام کی شرح لکھنے کے لئے مذاق سخن شرط ہے

اب تک جو لوگوں نے حواشی و شروح لکھے وہ فرداً فرداً تو کافی نہیں کیونکہ بعض توفیق کو چھوڑ دیا ہے جیسے محض اہل علم ظاہر اور بعض نے شریعت کو چھوڑ دیا جیسے ولی محمد اور بعض ایسے ہیں جن کو مذاق سخن حاصل نہیں ہے اور جب تک مذاق سخن نہ ہو اس وقت تک کسی کے کلام کی شرح ناممکن ہے غرض کہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہم کو کوئی شرح یا حاشیہ ایسا نہ ملا جو ان تمام باتوں کا جامع ہو یہ ممکن ہے کہ ان سب کے مجموعہ سے مقصود حاصل ہو جاوے مگر اس میں اول تو یہ وقت ہے کہ ہر شخص کے پاس اتنا ذخیرہ جمع ہونا مشکل پھر اگر جمع بھی ہو جاوے تو ہر شخص میں تنقید کی قابلیت کب ہے۔

## کلید مثنوی لکھنے کا سبب

اس بنا پر جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی شرح ہو جاوے جس میں ان تمام باتوں کا حقیقی الامکان لحاظ رکھا گیا ہو۔ لیکن احباب کے اصرار سے یہ بار خود مجھ ہی کو اٹھانا پڑا اور میں نے دفتر اول کی شرح پوری کر دی اس کے بعد کئی سال تک ہمت پست رہی پھر احباب کا طرف سے بھی اصرار ہوا کچھ آغا دگی ہوتی لیکن یہ امید نہ ہوتی کہ میں اس کو پورا کر سکوں گا اسلئے

خیال ہوا کہ کچھ اور لکھ دیا جاوے اور میں نے حاجی صاحب سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار بہت ہیں اس لئے خیال ہوا کہ دفتر ششم کی شرح بھی ہو جاوے تو اچھا ہے اس بنا پر میں نے دفتر ششم کی شرح شروع کی اور بدقت تمام اس کو ختم کیا اب تو ہمت بالکل ہی پست ہو گئی لیکن احباب کا اصرار کسی طرح پھر ہوا تب خیال ہوا کہ اس کو پورا ہونا چاہئے اور ہمت تھی نہیں اس لئے اس کے لئے یہ تدبیر بتلائی کہ میں پڑھا دوں اور پڑھنے والے ضبط کر لیں چنانچہ دفتر ثالث - نصف اول و دفتر رابع اول دفتر خامس کی شرح اس طرح تحریر مولوی حبیب احمد و مولوی شہیر علی تمام ہو گئی۔

## مولانا حبیب احمد صاحب کو مثنوی سے مناسبت

اس کے بعد بعض عوارض کی وجہ سے اس کے درس کا سلسلہ موقوف ہو گیا مگر اس کی تحریر موقوف نہیں ہوتی یعنی میں نے مولوی حبیب احمد کو بوجہ اس کے کہ میرے خیال میں ماشاء اللہ ان کو مثنوی سے پوری مناسبت تھی اجازت دے دی کہ تم خود لکھ لو اور جو مقام حل نہ ہو یا جہاں کہیں کوئی شبہ ہو مجھ سے پوچھ لو نصف ثانی دفتر رابع رابع ثانی و ثالث و رابع دفتر خامس کی شرح اس طرح تمام ہوئی۔ غرض چار دفتر تو یوں تمام ہوئے اور دو دفتر میں خود لکھ چکا تھا اس لئے اب بفضلہ تعالیٰ پوری مثنوی کی شرح ہو گئی چونکہ حق سبحانہ کا یہ ایک بہت بڑا انعام اور احسان تھا اس لئے جی چاہا کہ اس کے ادائے شکر کے لئے بے تکلف و اہتمام خاص ایک جلسہ کیا جاوے جس میں حق سبحانہ کی اس نعمت کو ظاہر کیا جاوے کیونکہ اظہار نعمت بھی شکر ہے اگر پر نیت تھا خیر نہ ہو جو نیکہ بعض وہ احباب موجود نہ تھے جن کے شریک کرنے کو جی چاہتا تھا اس لئے اس میں ذرا تاخیر ہو گئی آج وہ بھی اتفاقاً آگئے اور احباب غیر متوقع بھی آگئے اس لئے خیال ہوا کہ یہ کام آج ہی ہو جاوے تو اچھا ہے اس لئے یہ مختصر اور بے تکلف جلسہ منعقد کیا گیا گو شرح مثنوی کا کام ہمارے کئی کے ہاتھوں انجام پایا ہے۔

## چھوٹی اور بڑی ہر نعمت پر اظہارِ شکر کی ضرورت

مگر ہمیں اس پر ناز نہ ہونا چاہیے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

یعنی حق سبحانہ جس چھوٹی یا بڑی نعمت کو کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دیں اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب مطلق اور حکیم مطلق ہیں نیز فرماتے ہیں مَا آصَابَكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ۔ یعنی جو نعمت تم کو ملی وہ حق سبحانہ کی طرف سے ہے ان نصوص میں تصریح ہے کہ ہر نعمت خواہ علم ہو یا کچھ اور اسی کے اختیار میں ہے اور بدوں اس کے دینے کسی کو نہیں مل سکتے پس بجاتے اس کے ناز کیا جاوے ہم کو حق سبحانہ کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے ہم پر انعام کیا اور ہم سے یہ خدمت لی ہم کو ناز کا کیا حق ہو سکتا ہے جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ لَعَنَ شَيْئَانِ لَنْدُهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

## شارحینِ مثنوی کی شکر گزاری اور انہیں ہدیہ سے نوازنا

پس ہم کو خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے یہ مضمون تو حق سبحانہ کے شکر سے متعلق تھا اب میں کہتا ہوں کہ حدیث میں من لیسکر الناس لیسکر اللہ اس لئے مجھے شارحین کی شکر گزاری کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان سے مجھے اس مقصد میں مدد ملی ہے سنو ایک تو ان کی شکر گزاری کی یہ ہی صورت ہے کہ ان کی ثنا کی ساتھ ذکر ہو رہا ہے اور دوسری صورت ان کی شکر گزاری کی یہ کہ میں اُن کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان پر حق تعالیٰ اپنی رحمت فرماویں اور ان کو تقویٰ حقیقی نصیب فرمائیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز

کروں سو مولوی شبیر علی تو میری مثل جز کے ہیں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز  
 کرنا تو خود اپنے لئے تجویز کرنا ہے اور مولوی حبیب احمد میرے دوست ہیں گو وہ  
 بھی میرے لئے من و جہر جز وہی کی مثل ہیں مگر پھر بھی دونوں میں بہت فرق ہے  
 اس لئے میں ہدیہ رسم صالحہ کے طور پر صرف مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز  
 کرتا ہوں اس تفریق کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو کان بعدی نبی لکان  
 عموماً اور یہ نہیں فرمایا لکان ابو بکر اس کی وجہ استاد سی علیہ الرحمۃ نے یہ بیان  
 فرمائی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ جو بہ شدت تعلق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ملحق برسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکماً بعد کے مضاف الیہ میں داخل ہیں گو  
 حیثیات الحاق دونوں واقعوں میں جدا گانہ ہیں مگر اس سے اصل مقصود پر  
 اثر نہیں پڑتا دوسری وجہ فرق یہ بھی ہے کہ (یہ ہنس کر فرمایا) کہ مولوی حبیب احمد  
 نے شرح کو پورا کیا ہے اور مولوی شبیر علی نے پورا نہیں کیا اس کی ساتھ ہی یہ بات  
 بھی ہے کہ جو بات محبت سے ہو وہ خود بھی محبوب ہے خواہ فعل ہو خواہ ترک ہو کیونکہ  
 کبھی فعل مودی ہوتا ہے معنی کی اور کبھی ترک ۔

## مولانا حبیب احمد صاحب کو مفتاح مثنوی کے لقب نوازنا

خیر جو تحفہ میں نے مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کیا ہے وہ اب میں پیش کرتا ہوں  
 برگ سبزست تحفہ درویش اس تحفہ کو حقیر نہ سمجھتے یہ میری ٹوپی ہے جس میں یہ شعر  
 لکھا ہوا ہے ۔

گشتہ مفتاح باب مثنوی      اے حبیب مولوی معنوی

اس میں لفظ حبیب مضاف ہے مگر شکل موصوف اس کو عربی میں یوں پڑھا  
 جا سکتا ہے ۔

صرت مفتاح الباب المثنوی      یا حبیب المولوی المعنوی



میں نے اس پر ۳۳۱ھ بھی یادداشت کے لئے لکھ دیا ہے اور میں حبیب احمد کو مفتاح المشوی کا لقب دیتا ہوں اور صلاح اعمال کی دعا کرتا ہوں (اس کے بعد اتمام ذرہ نوازی کے لئے اس نااہل کو اپنے دست مبارک سے ٹوپی اڑھا دی حبیب احمد) میں شاہین کو حق سبحانہ کا ارشاد مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ۔

پھر یاد دلانا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ اس پر ناز نہ کریں بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کیونکہ یہ ان کا انعام ہے جو ان پر کھولا گیا ہے اگر وہ بند کر لیتے تو پھر اس کا کوئی کھولنے والا نہ تھا۔

وعظ کا نام شکر المثنوی تجویز فرمانا

اس لئے میں اس وعظ کا نام شکر المثنوی رکھتا ہوں۔ اور حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ مثنوی کے سبق کے بعد یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ جو کچھ اس میں ہے میں بھی نصیب ہو سبحان اللہ کیسی مختصر اور جامع دعا ہے اور ایک دفعہ اس دعا کے بعد فرمایا تھا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں انشا اللہ تعالیٰ سب کو ایک ذرہ محبت عطا ہو گا آپ نے تو یہ بشارت دی تھی کہ جتنے لوگ اس جلسہ میں شریک ہیں سب کو اس میں سے حصہ ملے گا۔ ہم بشارت کے قابل نہیں۔ ہاں ہم کو حق سبحانہ کے فضل سے امید ہے کہ جتنے اس جلسہ میں شریک ہیں ان کو بھی انشا اللہ تعالیٰ اس سے حصہ ملے گا۔

## کلیدِ مثنوی کی تکمیل پر تقسیم مٹھائی

اس جلسہ میں تقسیم کے لئے مٹھائی بھی منگائی گئی ہے جو تقسیم ہونے والی ہے جو لوگ اس تقسیم میں ایسے ہیں جن کو مٹھائی دینے سے ثواب ملے اے اللہ اس کا ثواب حضرت مولانا رومی کو پہنچے یہ فاتحہ مروجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں اور فاتحہ

مروجہ میں بہت فرق ہے اہل بدعت کی شیرینی وغیرہ ان کے آگے ہوتی ہے ہماری  
 مٹھائی باتیں طرف رکھی ہے وہ کسی شے پر فاتحہ دے کر خود ہی کھا لیتے ہیں اور  
 سمجھتے ہیں کہ اس شے کا ثواب مردہ کو پہنچ جاوے گا ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے  
 ایک عورت کا قصہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز پکاتی تو اس کو چند پیالوں میں اتارتی  
 اور کہتی کہ یہ فلانے کے نام کا ہے اور یہ فلانے کے نام کا اس کا ثواب فلانے کو  
 پہنچے اور اس کا فلانے کہہ کر خود کھا جاتی سو ہمارے فاتحہ تو ایسی نہیں اہل بیت  
 کے یہاں ثواب کی تین قسمیں ہیں ایک مستحقین کو دینے کا اور ایک غیر مستحقین کو  
 دینے کا ایک خود کھانے کا اس لئے ان کے مردوں کو ثواب بھی کم پہنچتا ہے کیونکہ  
 جو غیر مستحقین کو دیدیا گیا یا خود کھالیا گیا اس کا ثواب تو کیوں ہی پہنچے گا رہا  
 وہ جو مستحقین کو دیدیا گیا ہے اس میں اگر غلوں نہ تھا جو کہ اغلب ہے کیونکہ انکے ایصال  
 ثواب میں یا ریا و تفاخر ہوتا ہے یا محض پاپندی رسم و تقلید آباد تو وہ یوں اکارت  
 گیا اب بتلائیے مردوں کو کیا پہنچا بر خلاف اہل حق کے کہ جبر وہ ایصال ثواب  
 کریں گے تو اس میں اس کی شرائط کا لحاظ رکھیں گے اس لئے سارا ثواب مردوں کو  
 پہنچے گا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے منت مانی تھی منت کا کھانا جن لوگوں کو  
 کھلایا گیا ان میں کوئی تحصیلدار تھا کوئی پیش کا رخص کہ سب اغنیاء تھے ایک شخص  
 نے کہا بھائی جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں اس جلسہ میں دیکھو اگر کسی کو ہمارے  
 مولانا کو ثواب پہنچانے پر یہ شبہ ہو کہ وہ تو خود بزرگ ہیں ان کو ثواب پہنچانے  
 سے کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو خود  
 بزرگوں کا ہے وہ یہ کہ مراتب بلند ہوں گے اور ان کے تقرب خداوندی میں اضافہ  
 ہوگا جس کے وہ ہم سے زیادہ طالب ہیں دوسرا فائدہ خود ہمارا ہے کہ ان کے  
 تعلق سے حق سبحانہ کو ہم سے تعلق ہوگا کیونکہ وہ خدا کے دوست ہیں اور  
 دوست کا دوست دوست ہوتا ہے ۔

## آیت متلوہ کی عجیب و غریب تفسیر

اب میں آیت متلوہ

کے متعلق تھوڑا سا مضمون اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد اس بیان کو ختم کر دوں گا وہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے جس طرح اس آیت میں اپنے عموم قدرت و قہر علیہ کو صراحتاً بیان فرمایا ہے یوں ہی انہوں نے اس میں اپنے کمال جود و کرم کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت میں جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک لاتے ہیں اور امساک کے مقابلہ میں فتح اور جملہ ثانیہ میں امساک کے مقابلہ میں ارسال لاتے ہیں اور ارسال کے مقابلہ میں امساک ۔

پس اس میں دو امر خلاف ظاہر ہیں ایک تو جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک اور امساک کے مقابلہ میں فتح لانا کیونکہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک اور امساک کا مقابلہ ارسال ہے نہ کہ فتح اور دوسرا یہ کہ جملہ ثانیہ مقابل ہے جملہ اولیٰ کا اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک ۔

پس جملہ اولیٰ میں ما یفتح اللہ فرمایا اور اس کے مقابلہ میں جملہ ثانیہ میں ما یسک فرمایا خلاف مقتضائے تقابل ہے اس بنا پر آیت مذکورہ پر شبہ ہوتا ہے کہ اس میں رعایت نہیں رکھی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایت معنوی چونکہ رعایت لفظی پر مقدم ہے اور رعایت معنوی عدم لحاظ تقابل میں تھی اس لئے اس کا لحاظ نہیں کیا گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت سے جس طرح اظہار کمال قدرت مقصود ہے یوں ہی اس میں غایت کرم اور کمال جود کی طرف بھی اشارہ ہے پس جملہ اولیٰ میں بجائے لفظ ارسال کے فتح کا لفظ اس واسطے استعمال کیا گیا ہے کہ گو یہ دونوں لفظ اطلاق پر دلالت کرتے ہیں مگر جود دلالت اطلاق پر لفظ فتح کرتا ہے وہ دلالت لفظ ارسال نہیں کرتا اس لئے ما یفتح اللہ میں اشارہ ہو گا اس طرف کہ جب حق سبحانہ کسی پر رحمت کرتے ہیں تو بہت اور بیدریخ کرتے ہیں اور یہ اشارہ ارسال میں نہ تھا اس لئے بجائے ارسال کے فتح لایا گیا اور بجائے غلق کے امساک

کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ جس قدر کمال قدرت نفی مسک سے ظاہر ہوتا ہے اس قدر نفی غالق سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ نفی خاص ہے اور امساک عام اور نفی عام تو نفی خاص کو مستلزم ہے مگر نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں اور جملہ ثانیہ میں لفظ امساک بجائے غلق کے اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دلالت کرتا ہے کرم پر کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق سبحانہ جب کسی پر انعام نہیں کرتے تو یہ اس کا بند کرنا نہیں ہوتا کہ نہر جاری نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے عارضی طور پر روک لینا ہوتا ہے اور زوال عارض کے بعد پھر اس کا اجراء ہو جاتا ہے۔

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا غَالِقَ لَهَا اس لئے نہیں کہا کہ اس میں گو کثرت جود کی طرف اشارہ ہے مگر اس سے کمال قدرت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ نفی غالق کے لئے نفی مسک لازم نہیں اور ما یرسل اللہ للناس من رحمة فلا ممسك لہا اس واسطے نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے مگر اس سے کمال جود مفہوم نہیں ہوتا اور ما یرسل اللہ للناس من رحمة فلا غالق اس واسطے نہیں فرمایا کہ نہ اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے اور نہ کمال جود کی طرف اشارہ اور ما یخلق فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ حق سبحانہ کی طرف سے غلق رحمت نہیں ہوتا بلکہ فقط امساک ہوتا ہے جو کہ ادنیٰ ہے غلق سے نیز اس میں کمال قدرت پر بھی دلالت نہیں ہے کیونکہ نفی فاتح مستلزم نفی مرسل نہیں ہے

ما یخلق فلا مرسل لہ اس واسطے نہیں نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت پر دلالت ہے مگر حق سبحانہ غلق رحمت نہیں فرماتے اور ما یمسك فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا فرمایا کہ اس میں کمال قدرت پر دلالت نہیں ہے۔ اس تفصیل کے بعد آیت کا حاصل یہ نکلا کہ حق سبحانہ جب کسی پر کوئی عنایت کرتے ہیں تو بیدار یغ کرتے ہیں اور خود ان کی طرف سے کوئی روک نہیں ہوتی اور جس کسی پر وہ عنایت کرتے ہیں اس کا کوئی بندہ کرنے والا تو دور کنارہ روکنے والا

بھی نہیں ہوتا اور جس پر وہ رحمت نہیں کرتے تو وہ اس کو بند نہیں کرتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روک لیتے ہیں اور اگر وہ عارض زائل ہو جاوے تو پھر جاری فرما دیتے ہیں اس سے اہل سلوک کو خاص طور پر سبق لینا چاہئے اور اگر کسی وقت احوال و مواجید اور ذوق شوق میں کمی آجاوے یا وہ بند ہو جاویں تو مایوس نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ نہایت کریم ہیں اس لئے کسی نعمت کو خود نہیں روکتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روکتے ہیں اور عارض کبھی معصیت ہوتا ہے اور کبھی غیر معصیت پس اگر معصیت ہو تو اس کا توبہ و استغفار سے تدارک کرنا چاہئے حق سبحانہ پھر اس کو جاری فرما دیں گے اور غیر معصیت ہو تو سمجھنا چاہئے کہ یہ روکنا کسی خاص مصلحت سے ہے اور مفید ہے نہ کہ مضر اس لئے اس کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے کیوں حق تعالیٰ حکیم ہے یا نہیں ۔

## حق تعالیٰ شانہ کے ہر امر میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے

چنانچہ اسی آیت میں وهو العزيز الحكيم فرمایا ہے اسی لئے ان کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جب کہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوتے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومیؒ سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ ہر اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کی سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ

یہ ہیں۔

چارہ میجوید پتے من درد تو      می شنودم دوش آہ سرد تو  
می توانم ہم کہ بے این انتظار      رہ نمایم داد ہم راہ گزار  
تا ازیں طوفاں دوراں وادی      بر سر گنج وصالم پانہی۔  
لیک شیرینی و لذات مقرر      ہست بر اندازہ رنج سفر  
انگہ از فرزند و غولیاں برخوی      کنز غریبی رنج محنت ہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہاری درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے اس میں میرا مقدمہ اولیٰ تسلیم کیا ہے، اور میں کل رات تمہاری آہ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے)، اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کروں اور تمہیں آنے کے لئے رستہ دے دوں تاکہ تم گردش کے طوفان سے نجات پا جاؤ اور میرے گنج وصال پہ پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریحاً اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا، لیکن کسی قدر تاخیر کے بعد کیونکہ قاعدہ ہے کہ گہر کا مزہ اور اس کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھاتی ہو اور تم کو اپنے پال بچوں اور عزیز واقار سے ملکر لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑی اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا

ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اس توقف میں یہ مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو واقعی بات یہ ہے کہ جو راحت بہت سی تکالیف کے بعد حاصل ہوتی ہے اس میں نہایت ہی لطف آتا ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے مولوی ناظر حسن کی بارات میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا (پہلے تو میں بارات میں شریک ہو جاتا تھا اب شریک ہونا چھوڑ دیا ہے)، بارات دیر میں رخصت ہوتی اور راستہ ہی میں رات ہو گئی مینہ اور آندھی رعد و برق کے ساتھ جو آتی لوگ اپنی اپنی گالیاں اڑا

لے گئے ہماری گاڑی بھی اکیلی رہ گئی غرض بے حد تکلیف ہوئی اللہ اللہ کر کے تھا نہ بھون  
 آیا جب میں گھر پہنچا ہوں میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت مجھے کس قدر لطف آیا ہے اور  
 کس قدر راحت حاصل ہوتی ہے اسی پر ان سالکین کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے  
 جو بہت سی تکالیف برداشت کرنے کے بعد مقصود تک پہنچتے ہیں۔ اب ایک بات اور  
 بیان کرتا ہوں اس کے بعد بیان کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے ۔  
 وَمَا يُمَسِّكُكَ فَلَا تُرْسِلْ كُنْ مِنْ بَعْدِهِ مَنْ بَعْدَهُ میں مضاف محذوف ہے  
 اے من بعد اس کے۔ چونکہ مضاف بلا ذکر بھی سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو حذف  
 کر دیا گیا غرض کہ قرآن میں لفظی اور معنوی وقائق و محاسن بے انتہا ہیں مگر جس قدر ان کو  
 اہل زبان سمجھ سکتے ہیں غیر اہل زبان نہیں سمجھ سکتے ایک شاعر کا واقعہ ہے کہ اس نے بڑی محنت  
 اور دماغ سوزی کے بعد ایک شعر کہا اور اس پر بہت خوش ہوا شعر یہ تھا ۔

سیر چوری بدست آن نگاری نازنین دیدم ؛ بشاخ صندلیں پیچیدہ مار آتشیں دیدم  
 اور بہت فخر کے ساتھ ایک اہل زبان شاعر کو سنایا۔ اس نے سنتے ہی ناک چڑھائی اور بجائے  
 اس کے کہ تعریف کرتا یہ کہا کہ تم نے شعر کا ناس کر دیا۔ نازنین دیدم آتشیں دیدم کیا کہو  
 سیر چوری بدست آن نگارے ؛ بشاخ صندلیں پیچیدہ مارے  
 اس اصلاح نے شعر کو کہیں پہنچا دیا۔ واقعی زبان کا لطف اہل زبان ہی کو حاصل ہوتا ہے  
 غیر اہل زبان کو وہ لطف نہیں آتا ۔

**خاتمہ بردعائے خیر**  
 اچھا اب دعا کرو مولانا رومی کے لئے اور وعظ  
 لکھنے والوں کے لئے بھی اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی اور شارحوں کے لئے بھی کہ خداوند  
 تعالیٰ ہر غلطی سے بچائیں۔ آمین ۔

